U100220　　　9-12-09.

Title - MUKAMMAL SHIREH KALAAM GHALIB.

Creator - Abdul Baari Aasi.

Publisher - Manager Saddique Book Dipo (Lucknow).

Date - N.A.

Pages - 320

Subjects - Urdu Adab - Shayari - Majmua Kalaam - Shireh; Shireh Kalaam Ghalib.

(حقوق محفوظ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکمل شرح کلام غالب

یعنی

غالب کے غیر مطبوعہ کلام کی مفصل اور مکمل شرح

از مولوی عبدالباری صاحب آسی الدنی سکریٹری انجمن خاصان ادب لکھنؤ

حسب فرمائش مینیجر صدیق بکڈپو امین آباد پارک لکھنؤ

(اشاعت العلوم پریس لکھنؤ میں چھپی)

مقدمہ

شرح دیوان غالب جدید

مین جانتا ہون اور خوب جانتا ہون کہ دیوان غالب کے پڑھنے والون نے کبھی نہ کبھی تو ضرور یہ شعر پڑھے ہی ہون گے کہ

ہمارے شعر ہین اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر مین خاک نہین

مشکل
سن سن کے اسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہین فرمایش
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

رہا یہ خیال کہ کسی کو اس بات پر غور و فکر کا موقعہ ملا یا نہین سنے مجھے اس کا جواب میری بدگمانی کی طرف سے نفی ہی مین ملتا ہے بہت ممکن ہے کہ یہ غلط ہو مگر کم از کم مین ابتک یہی خیال کرتا ہون کہ جواب صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے لہذا اس کی تشریح و توضیح کی ضرورت پڑتی ہے۔

آج ہم جب غالب کے متداول اور مروج دیوان کو دیکھتے ہین تو ہم کو اس مین تین قسم کا کلام نظر آتا ہے۔

ایک وہ جس نے عام لوگون کی نظرون مین غالب کو غالب بنایا ہے اس سے میری مراد وہ کلام ہے جو سہل اور سہل تر ہے اور جس مین ایک منٹ بلکہ ایک سکنڈ بھی کسی کو سر جھکانے اور سوچنے کی ضرورت نہین پڑتی۔ اس کی مثال مین یہ شعر پیش کئے جاسکتے ہین۔

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہین آتی

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے
دہوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہو

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

نہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

اس قسم کے بہت سے اشعار ان کے دیوان مین موجود ہین جن کو دیکھنے والا ایک حصہ سے تعبیر کر سکتا ہو مگر یہ تحقیق صرف یہ بتا کر ختم نہین ہو جاتی کہ سہل اشعار کا ایک حصہ ان کے کلام مین موجود ہو۔ بلکہ کاوش تنقید اس قسم کے اشعار کو بھی دو حصون پر تقسیم کرتی ہو۔ ایک وہ کہ جن کو صرف شعر کہا جا سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ان کو غالب کے نام سے منسوب کر کے ذوق سلیم کو کچھ خفت نہین ہوتی ان کی نظیرین مندرجۂ بالا اشعار پیش ہو سکتے ہین غور سے دیکھئے تو ان مین کوئی ندرت خیال کوئی جدت تخئیل کوئی خاص طرز بیان نہین ہے بلکہ محض شعر کی حدود مین ہین۔ بہت سے بہت یہ کہ غلطیون سے مبرا ہین اور بس مگر اس کے برعکس دوسری قسم کے وہ اشعار ہین جو سہل بھی ہین اور پھر ان مین جذبات بھی ہین نئے انداز بیان بھی ہین حسن تعلیل اور چستی بندش بھی ہو۔ شوکت الفاظ بھی ہو سادگی بھی ہو روانی بھی ہو۔ مثلاً

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیون رات بھر نہین آتی

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہین آتی

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہو گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

اُن کے دیکھے سے جو آجاتی ہو منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

قفس مین مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہو جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

یہ اور اسی قسم کے دوسرے اشعار وہ ہین جو یا تو میر کی تتبع مین کہے گئے ہین اور یہ وہ زمانہ ہو جب غالب کو میر کے اتباع کا خیال پیدا ہوا ہے جیسا کہ جذبات کی روانی مین دو ایک جگہ وہ اس کا اظہار بھی کر گئے ہین۔ بقولہ

ریختی کے تمھین اُستاد نہین ہو غالب — کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

یا — غالب بنا یہ عقیدہ ہو بقول ناسخ — آپ بے بہرہ ہی جو معتقد میر نہین

مگر اس قسم کے اشعار زیادہ نہین ہین اس کی دو وجہین سمجھ مین آتی ہین یا تو یہ کہ میر تقی کے اتباع کا خیال چند ہی روز تک اُن کی دماغی نشو ونما کا مہمان رہا ہو اور پھر ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر خود مرزا کو موجد اور صاحب طرز بنایا گیا ہے یا یہ کہ زمانہ نے اس اتباع کی اُس وقت قدر نہین کی اس واسطے کہ میر۔ سودا۔ مصحفی۔ میر سوز۔ میر درد۔ میر حسن اور اُن کے دوسرے معاصرین کے کلام کا جوہر تاثیر و تاثر۔ سوز۔ درد۔ جذبات حزن کی برانگیختگی یا بہ الفاظ دیگر رثائیت۔ بین۔ بکا وغیرہ ہی۔ اور یہ اس درجہ عام ہی کہ ہر اچھے برے کہنے والے کے کلام مین کچھ نہ کچھ یہ رنگ موجود ہی۔ بلکہ یون سمجھئے کہ اُس زمانہ کی شاعری کے کالبد کا روح رواں یا بصورت تنزل عناصر اربعہ شعر کا ایک ضروری عنصر ہے۔

مگر جرأت۔ انشاء۔ صادق علی خان اختر۔ نظیر۔ شاہ نصیر وغیرہ نے اس قدیم رنگ کو متروک قرار دیکر اس مین رنگ انبساطی۔ اور تفریحی۔ ساقی و شراب مغنی و رباب وغیرہ کو بھی شامل کیا ہی اور ایوان شاعری مین ایک نئی تعمیر کا اضافہ فرمایا ہے میرے کہنے کی بات نہین ہو دیکھنے والے خود دیکھ لین کہ انشاء جرأت اور متقدمین کے دیوانون مین زمین و آسمان اور آفتاب و ماہتاب کا فرق نظر آتا ہی۔ یہ میرا دعوی نہین ہے کہ ان لوگون نے قدیم رنگ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ ہی دیا۔ نہین نہین ہرگز نہین وہ قدیم رنگ بھی قائم رہا اور اس مین کچھ جدید اضافون کے ساتھ اور اور بھی گلکاریان ہوتی رہین۔ برعکس اس کے یہ بھی نہین کہ گذشتہ طریقہ پر بھی متقدمین کے یہان انبساطی رنگ کا وجود نہین۔ بحث اکثریت پر ہوا کرتی ہی یہان بھی وہی بحث ہی۔

جرأت اور انشاء وغیرہ کا زمانہ اور شاہ نصیر کا دور ختم ہونے پر لکھنؤ اور دلی کی شاعری کے دو اسکول مستقل بن گئے۔ ناسخ اور آتش نے لکھنؤ کی دنیائے شاعری کو بدلا اور مومن۔ ذوق۔ غالب۔ آزردہ۔ شیفتہ وغیرہ نے دلی کی شاعری کو تغیر دیا۔ یہی وجہ ہی کہ شاہ نصیر کے بعد کے جتنے دلی والے شاعرون کے دیوان دیکھئے گا ایک کے یہان بھی درد اور میر تقی میر کا رنگ نہ پائیے گا بلکہ ایسا معلوم ہوگا جیسے ایک شخص یوپی سے چل کر سی پی کی سرحد مین پہونچ جائے اور وہان کچھ اِدھر کا اور کچھ اُدھر کا پائے۔

جب یہ سب حالات مسلم ہین تو ماننا پڑے گا کہ مرزا نے میر تقی میر کے اتباع سے بعد کو عمداً چشم پوشی کی اور اسی روش کو مطبوع طبع بنا لیا جیسا اُن کے معاصرین تھے اس کی دلیل یہی ہے کہ اُن کے کلام کا بیشتر حصہ ایسا ہے جو ہرگز میر کے کلام سے مشابہ نہین ہے۔

غرضکہ ایک قسم کے کلام کی تشریح تو یہ ہو جو اوپر ہو چکی۔ دوسری قسم وہ ہو جس مین شوکت الفاظ اور بلندی تخیل عمق مضامین ہو اور یہ حصۂ کلام دیوان غالب مین بہت زیادہ ہے اگرچہ قدرتی طور پر اس مین بھی دو صورتین پیدا ہو گئین۔ ایک صورت وہ ہو جسمین صفائی روانی چستی بندش کا زیادہ خیال کیا گیا ہو۔ اور معانی آفرینی سے زیادہ غرض نہین رکھی دوسری قسم وہ ہو جس مین معانی آفرینی شوکت الفاظ منطقی چاشنی حکیمانہ اور فلسفیانہ نکات اور کچھ نہ کچھ مراعات لفظی کا حصہ بھی موجود ہو یہ رنگ کلام بھی دیوان کا جزو غالب ہو۔ اور اس رنگ نے بھی غالب کو غالب بننے مین اچھی خاصی مدد دی ہے بلکہ یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوگا اگر مین کہہ دون کہ غالب کو صاحب طرز اسی رنگ نے بنایا۔ اگر تی زمانا لوگ یہ سمجھتے ہین کہ غالب کے قابل قدر اشعار وہ ہین جو میر تقی میر کے رنگ مین کہے گئے تو میرے نزدیک یہ کہنا صحیح نہین اور اس خیال کی کوئی اہمیت میرے دماغ مین نہین ہو کہ غالب کو غالب میر کے اتباع نے بنایا یہ اور بات ہو کہ وہ رنگ جو میر کے تتبع مین ہو بہت چوکھا ہو مگر اس بات کو کبھی نہ بھلانا چاہیئے کہ کسی کامل کا تتبع اور کسی صاحب طرز کا اتباع کسی کو صاحب طرز نہین بنا سکتا بلکہ موجد اور صاحب طرز کا خطاب وہی رنگ دلا سکتا ہے جو اپنا طبعزاد ہو۔ جیسا کہ غالب کے یہان اس کے ثبوت مین مین یہ اشعار پیش کر سکتا ہون۔

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اس نے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغان کیون ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہو نام وصال
کہ گر نہ ہو تو کہان جائین ہو تو کیونکر ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو

ہوا ہون عشق کی غارت گری سے شرمندہ
سوائے حسرت تعمیر گھر مین خاک نہین

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیمروز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے مین منہ چھپائے کیون

سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسش حال
کہ یہ کہے کہ سر رہگذر ہے کیا کہیے

حسن اور اسپہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیون

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لئے ہوے
ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا

رشک کہتا ہی کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہی کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے
دل بے دست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

سرمۂ مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

جاتی ہی کوئی کشمکش اندوہ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

ممکن ہی کہ میرے اس انتخاب سے اہل نظر مطمئن نہون مگر مین اسی قسم کے کلام کو غالب کا رنگ خاص سمجھتا ہون اس کے ماسوا وہ کلام ہی جس مین یا تو اشکال ہی اور یا تخئیل اس قدر پیچیدہ ہی کہ خود غالب بھی اب قبر سے اٹھکر آئین تو پہرون ان کو بھی اُسکے مضمون مین غور کی ضرورت پڑے اور دانتون مین انگلی دبائے دیر تک سوچتے رہین کہ یا خدایا یہ مین نے کیا کہا تھا اور یا پھر وہ اتنا سہل ہی جو غالب کے نام کے سامنے کچھ وزنی نہین معلوم ہوتا۔

مرزا کے کلام کا تیسرا حصہ وہ ہی جو اس وقت زیر بحث ہے اور جو بوجہ مشکل ہونے اور بوجہ خیالی ہونے کے اُنہون نے اپنے دیوان سے خارج کردیا آج اُس کے چند نمونے بطور باقیات الصالحات کے دیوان مین کہین کہین دکہائی دیجاتے ہین ورنہ اس کا اصل ذخیرہ اس مین نہین ہے -

بیشک دشبہ یہی وہ کلام ہی جس کی نسبت مرزا نے خود ایک خط مین یہ عبارت لکھی ہی "پندرہ برس کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس مین بڑا دیوان جمع ہوگیا تو اس دیوان کو دور کیا - اوراق یکقلم چاک کئے - دس پندرہ شعر واسطے نمونے کے دیوان حال مین رہنے دیے -"

یہین یہ بھی لکھنا ضروری ہی کہ مرزا کا عقیدہ تہا کہ شاعری کے معنی مضمون آفرینی کے ہین اگر شعر مین مضمون آفرینی یا کوئی نئی بات نہو تو شعر کہنا بیکار اور کوشش لاحاصل ہی اسی خیال کی بنا پر اُنہون نے بیدل اور شوکت و اسیر کا تتبع شروع کیا - یہ وہ لوگ ہین جنکے یہان مضمون آفرینی کے دریا بہہ رہے ہین - اور ہر مضمون کی تہ مین کوئی نہ کوئی ایسے بدیع معنی ہین کہ دیکھکر جی پھڑک اٹھتا ہی تتبع اور تقلید اس کے بغیر ممکن ہی نہین ہی کہ جس کا تتبع ہے اس کی روش کو ذہن نشین کرنے کے واسطے اس کے طرز کلام کو دیکھا جائے اور غور سے دیکھا

جاے - مرزانے بھی اول اول مین ان لوگون کے دواوین کا مطالعہ کیا ہوگا مگر مطالعہ کے لئے امعان نظر اور سمجھ کی پہلی شرط ہے مگر مرزا نے پندرہ برس کی عمر سے شاعری کی ابتدا کی اور سب سے پہلے اردو مین شعر کہنا شروع کئے - پھر یہ کون خیال کرسکتا ہے کہ انھون نے اُس سے زیادہ سمجھا ہوگا جیسا کہ ایک پندرہ برس کے لڑکے کو سمجھنا چاہیئے اور یہی وجہ تھی کہ انھون نے بیدل کے یہان سے وہ کلام قابل انتخاب اور قابل تقلید سمجھا جس مین انھون نے خیالی مضامین دیکھے - ورنہ کیا بیدل کے یہان ایسے شعر نہین ہین جن مین حقایق و معارف عبرت و نصیحت بھری ہوئی ہے جو بظاہر رنگینیون کا مجسم معلوم ہوتے ہین مگر بیرنگی کی تعلیم دیتے اور دل کو دنیا اور دنیا کے کاروبار سے اُچاٹ کر دیتے ہین - بہرصورت جیسا کہ خود مرزا نے گل رعنا کے دیباچہ مین لکھا ہے انھون نے اپنی شاعری کی ابتدا اُردو سے کی اور خیالی مضامین پر اپنے کمال کی بنا رکھدی -

اُن کو دو مشکلین پیش آئین ایک تو اُن اساتذہ کا تتبع جنھون نے اپنی پوری پوری عمرین مشق سخن مین صرف کردی تھین اور ایک ہی انداز مین کہتے کہتے پختہ مشقی کے نمونے بن گئے تھے دوسرے اسی انداز کلام اور ویسے ہی نازک مضامین کو اردو مین لانا جس سے قریب قریب اس وقت تک کے تمام ریختہ گو شعرا کے صفحات دواوین سراسر معرا اور خالی تھے تیسرے نازک خیالی پیدا کرنا کہ یہ بھی پہاڑ کاٹنے کے برابر ہے - برابر دس برس تک اس طرح کے شعر کہا کئے - ہوتے ہوتے اچھا خاصہ ذخیرۂ کلام موجود ہوگیا -

مرزا کی مشق سخن جاری تھی تو معاصرین کو اس کے سننے کا اتفاق ہونا ایک معمولی سی بات تھی - سب نے اُن کے اس رنگ کو دیکھا اور اندازہ کیا کہ یہ کیا کہتے ہین تو اپنی اپنی جگہ پر تو سب نے صدائے واویلا اور واویلا بلند کی مگر نازک بات کے سمجھنے کے لئے نازک سمجھ اور غور و تامل کی بھی ضرورت ہے تعمق نظر اور فکر و اندیشہ کی بھی احتیاج ہے اور یہ صورت عام جلسون اور مشاعرون مین مفقود ہے وہان تو یہ ہوتا ہے کہ پڑھئے اور آگے بڑھئے کوئی سمجھنے کی کوشش بھی کرے غور بھی کرے تو وقت کہان ہے اور فرصت کسے میسر ہے - یہی ہوا مرزا کے انداز کلام کو دیکھ کر نہ تو سب سمجھ ہی گئے کہ جو کچھ ہے وہ ہے جو اور کہین نہین نہ رہا سمجھنا اس کے لئے ذرا دشواری پیدا ہوئی نہ اتنا غور و فکر کرسکے نہ سمجھ سکے بعض نے صورت دیکھی آواز سنی اور خاموش ہوگئے بعض نے سرگوشیان شروع کردین - بعض مطلق العنانون نے یہ بھی کہدیا کہ ؎

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے ‏ ‏ مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے ‏ ‏ مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ مشاعروں میں صحبتوں میں جلسوں میں محفلوں میں مرزا کی مشکل گوئی کے چرچے ہونے لگے اور کہا جانے لگا کہ اچھا تو کہتے ہیں مگر بھئی بہت مشکل کہتے ہیں بعض نے دبی دبی زبان سے یہ بھی کہدیا کہ کیسا اچھا اور کیسا برا جو کہتے ہیں مہمل ہوتا ہے اور جو کچھ فرماتے ہیں بے معنی ہوتا ہے۔ مرزا کے کانوں تک بھی یہ آواز پہونچی بیچارے اپنی کاوش کی یہ داد پا کر کلیجہ تھام کر رہ گئے۔ جی میں آیا کہ لاؤ اس روش کو چھوڑ کر اسی شاہراہ پر چلیں جس پر یہ سب آنکھیں بند کئے چلے جا رہے ہیں۔ کچھ بھی ہو جہاں سب وہیں ہم۔ مگر انہوں نے خفتہ دارد کی صورت ہی مگر معنی فہم طبیعت اور جدت آفرین دماغ نے صلاح دی کہ دنیا کچھ کہے کہنے دو تم جو کچھ کر رہے ہو کئے جاؤ۔ ایک دن آئیگا کہ چلانے والے شرما کر آپ ہی خاموش ہو جائینگے اور تلافی مافات پر تُل جائینگے اسی ہنگامہ کشاکش میں یہ کہکر خاموش ہو گئے۔

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل ‏ ‏ سن سن کے اسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمایش ‏ ‏ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

اس پر بھی ناانصافوں کی شورش کچھ نہ ہوئی اور ناسمجھوں کا ماتم کم نہ ہوا تو مرزا کو پھر سوچنا پڑا کہ اس روش کو بدلنا چاہئے یا نہیں مگر غیور طبیعت نے ہاں سے نہیں نہ کی اور یہی صلاح دی کہ کہنے والوں اور تماشا دیکھنے والوں کی باتوں پر نہ جاؤ۔ جو جس کا جی چاہے کہنے دو ؎

ہفت اختر ونہ چرخ خود آخر بچہ کار اند

کو ذہن میں رکھو۔ مجبوراً ایک مرتبہ انہوں نے ذرا بلند آواز کے ساتھ پھر لوگوں کے سامنے یہ شعر کہکر پڑھ دیا کہ ؎

نہ ستایش کی تمنا نہ صلے کی پروا ‏ ‏ گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

یہ تو اتنا کہکر مستغنی ہو گئے مگر بات نہ دبی شدہ شدہ یہ خبر ان کے دلی دوستوں تک پہونچی۔ مولانا آزاد کا بیان ہے کہ مرزا خان عرف مرزا خانی کوتوال شہر اور مولوی فضل حق خیرآبادی نے بھی ان کی مہمل گوئی کے اتہامات سنے دونوں نے

وقت بے وقت ان کا کلام سنا اور بے تکلفی کی راہ سے یہ رائے دی کہ زمانہ ظاہر پرست حق ناشناس تو ضرور ہی ہم جانتے ہین کہ حق بجانب آپ ہی ہین جو کچھ کہتے ہین خوب کہتے ہین مگر کیا کیا جائے دنیا کی رسم یہی ہی کہ جدہر زمانہ پھرے اُدہر پھر جاؤ اکیلے رہ جاؤگے تو پس جاؤگے تلسی داس نے کہا ہے۔

تلسی اس سنسار مین رہیے سبھی ملائے　　ملنے کو مارے نہین اکل مارے گائے

مرزا صاحب نے جل کر کہا کہ یہ تو بتائیے کہ اب ہو کیا سکتا ہے معاملہ تو یہ ہے کہ جف القلم بما ہو کائن فی الازل۔ پورا دیوان تیار ہے اب اس کو کہان بدلتا پھرون جو کچھ کہا ہو ٹھیک ہو رہنے دیجئے۔ انہون نے کہا دیوان ہمین دو انتخاب کر دینگے اور ان پہولون مین سے وہی پھول نکال لین گے جن کو سونگھ کر سارا زمانہ مست ہو جا گا۔ مرزا نے بھی سوچا کہ کوئی یہ لوگ بدخواہ تو ہین نہین جو کچھ کہتے ہین بھلے کے لئے کہتے ہین اُن سے حجتین کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ چھاتی پر صبر کا پتھر رکھا۔ اور عمر بھر کی کائنات اُن کے حوالے کر دی دونون نے بیدردی کے ساتھ نازک نازک مضامین کے گلے پر انتخاب کی چھریان چلائین اور پھر ان کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد مرزا نے بھی غور کیا تو یہی رائے ہوئی کہ جو کچھ کہا ہی اس کا یہ نتیجہ ہو ا آئندہ اگر یہی کہے جائین گے تو معلوم نہین کیا ہوگا لہذا در مع الدہر کیف دار پر عمل کرنا چاہئے۔ مجبوراً رنگ کو بچاتے ہوئے عام روش سے دور رہ کر وہی کہنے لگے جو سب کہتے تھے مگر نزاکت خیال کو اس مین بھی ہاتھ سے نہین جانے دیا۔

مولانا حالی بھی اس روایت مین شریک ہین ان کا خیال ہی کہ صرف مولوی فضل حق کے کہنے سے مرزا نے روش قدیم کو متروک کر دیا۔

مرزا خانی ہون یا مولانا فضل حق میرا ہرگز یہ خیال نہین ہی کہ مرزا ایسے غیور طبع نے اپنے جگر پارون کو ان کے حوالہ کر کے اُن کی زندگی اور موت کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہوگا۔ غلط ہی اور بالکل غلط ہی یہ اور بات ہی کہ ان دونون نے صلاحین دی ہون اور مرزا نے ان کی دوستانہ صلاح کو مانا بھی ہو۔ مگر یہ انتخاب خود مرزا ہی نے کیا ہے جیسا کہ آگے اس عبارت سے ظاہر ہی جو مین اوپر نقل کر آیا ہون۔ اس کی وجہ یہ ہی۔ مرزا خانی کو نواب قتیل کے شاگرد تھے اور مرزا کو قتیل سے

کبھی عقیدت نہیں تھی بلکہ آخر میں تو وہ ان کو نہایت ہی برا سمجھتے تھے۔ ان کو کیا اپنا کلام دکھاتے اور کیا اُن سے اپنا انتخاب کراتے یہی وجہ ہے کہ مولانا حالی نے باوجود تقلید روایت آزاد کے مرزا خانی کے شریک اصلاح ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

رہے مولانا فضل حق خیرآبادی وہ فاضل بے عدیل تھے۔ عالم تھے۔ مولوی تھے۔ منطقی تھے۔ مرزا کے دوست بھی تھے۔ غرض سبھی کچھ تھے۔ مگر میں کبھی نہ مانوں گا کہ مرزا کے مشیر شعر و سخن تھے۔ اور مرزا ایسے سیدھے سادے اور بھولے تھے کہ چپکے سے اپنا دیوان اٹھا کے اُن کے حوالے کر دیا کہ جو تمھارا جی چاہے کرو جس شعر کو چاہو کاٹ کے پھینک دو اور جس کو چاہو رکھو۔ اردو میں تو مولوی فضل حق کے نام مرزا کا شاید کوئی خط ہی نہیں ہے فارسی میں کچھ خطوط پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک میں شاید کچھ شعر و شاعری کا بھی ذکر ہو ورنہ وہی رسمی دوستانہ خط ہیں اس خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کی رسم کے موافق مولانا فضل حق بھی فارسی ہی کے شیدا تھے۔ ایک مولوی سے بڑی مشکل کے ساتھ یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ اس زمانے میں اُردو کا آشنا زبردست ماہر ہو کہ مرزا ایسے شخص کے کلام کا انتخاب کرے اور کرے تو پھر مرزا بے چون و چرا اسے ایمان بھی لے آئیں ہرگز نہیں۔ ان ہذا لشئی عجیب۔ خدا معلوم نقاد کمال اس طرف سے کیوں آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ اس زمانہ کے مشہور استاد ذوق کو مرزا یہ کہتے ہیں کہ آنچہ اندر شعر فخر تست آن ننگ من است۔ مولانا آزاد وہ سے یہ فرماتے ہیں۔

مباش منکر غالب کہ در زمانۂ تست

نواب الٰہی بخش خان معروف ایسے شاعر کی طرف کبھی توجہ نہیں کرتے۔ جو اُن کے خسر بھی تھے بلحاظ سن اور مشق بھی ان سے زیادہ تھے۔ مومن سے ان کو ہم چشمی کا دعویٰ ہے۔ مگر یا اینہمہ وہ دو ایسے آدمیوں کو اپنا کلام حوالے کر دیتے ہیں جو نہ مشہور ہیں نہ شعر و سخن میں معروف ہیں نہ ادب اُردو میں اُن کا کوئی درجہ ہے۔

غور تو کیجئے یہ وہی مرزا غالب ہیں جنھوں نے کلکتہ میں ایک ترکیب کے لئے ہنگامہ برپا کر دیا تھا جنھوں نے برہان قاطع کے طرفداروں کا ناطقہ بند کر دیا تھا جنھوں نے آزاد اپنے باکمال سے ہمیشہ بحث کی کیا وہ پہلے ایسے بلندی اور ناتجربہ کار تھے کہ ان دو آزردہ کو اپنا کلام دکھایا جنھیں شعر کوئی میں کوئی ملکہ نہ تھا۔

بات یہ ہی کہ آزاد کا دوسری باتون کی طرح مرزا پر یہ بھی ایک رنگین اتہام ہی جس سے ان کے کلام کو مشکل اور بے معنی بتا کر ان پر یہ تہمت بھی لگائی ہو کہ یہ کا نتات انتخاب دوسرون کی ہو مرزا کا اس مین کچھ نہین انھین اپنے بُرے کے سمجھنے کی تمیز ہی نہ تھی۔

خود میرے والد مرزا غالب کے دیکھنے والون مین تھے اُن کے کمال سخن کے پورے رازدان تھے وہ جب آزاد کا یہ آبحیات والا لطیفہ دیکھتے تھے کہ مرزا نے مولوی فضل حق سے انتخاب کرایا تو غصہ کے مارے سرخ ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا بہتان باندھا ہے والد صاحب بیان کرتے تھے کہ مرزا اصلاح دیکر بعض شاگردون سے ایک ہندو مبتولی کی نسبت تو ضرور یہ کہتے تھے کہ ذرا اس کو بھی سُنا لینا - اور باقی کسیکو وہ کچھ نہین سمجھتے تھے صہبائی کو ملائے مکتبی - آزردہ کو ایک حکمران - ذوق کو بادشاہ کا استاد - مومن کو لڑاکو جانتے تھے - اور ذرا بھی ان کی پروا نہ تھی -

یہ بھی معلوم ہی کہ مرزا کا اصل وطن اکبر آباد تھا - اور دلی والے ہمیشہ اس بات کے منتظر رہتے تھے کہ ان کی زبان کی غلطیان پکڑیں اسی سے مرزا نہایت احتیاط کرتے تھے - اور بقول شخصے پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے - پھر بھلا خیال تو فرمایئے کہ ایک ٹالی کا رہنے والا عین شہر کی شخص کو کیونکر اپنا کلام دکھاتا اور کیا اُن سے انتخاب کراتا -

ہو یون کہ مرزا نے خود اپنے کلام کا انتخاب کیا - اور اس کی وجہ یہ ہی کہ رفتہ رفتہ اُن کو سمجھ آتی گئی تو انہون نے معلوم کر لیا کہ بیدل کا رنگ اُردو مین کہنا کچھ آسان کام نہین ہی اسی سے متاثر ہو کر انھون نے یہ کہا ؎

طرز بیدل مین ریختہ کہنا اسد اللہ خان قیامت ہے

اس کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ بیدل ہزار کچھ اچھا کہنے والے لوگون مین سہی پھر بھی ہندی نژاد ہین لہذا وہ اُن کو زبان کے بارہ مین غیر مستند جاننے لگے اور ظہوری - عرفی وغیرہ کا کلام ان کو پسند آگیا - چنانچہ انہون نے اُردو مین اُن لوگون کا تتبع کیا جیسا کہ کہتے ہین ؎

ہون ظہوری کے مقابل مین خفائی غالب میرے دعوے پہ یہ حجت ہی کہ مشہور نہین

ان لوگون کے یہان معاملہ بندی حسن بندش حسن بیان تخئیل کے ساتھ ہی واقعات اور معاملات کے علاوہ صرف خیالی شعر بہت کم ہین - لہذا ان کے اتباع مین مرزا کو ویسا ہی اُردو مین کہنا پڑا - وہی نازک خیالی ہی وہی بندشین وہی اچھوتے مضمون وہی

خیالات وہی رنگ وہی جوش - فرق ہو تو اتنا ہو کہ وہ زبان نہیں ہر باقی سب کچھ وہی ہو
لوگ کہتے ہیں کہ مرزا کا کلام مشکل ہو اور خود مرزا کو بھی اس کا اقرار تھا تو سوال یہ پیدا
ہوتا ہو کہ کیا مرزا نے خود وہی دشوار اور مشکل زبان میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا یا اور کوئی
بات تھی - میرے نزدیک یہ خیال وہم ہو - جو شخص ایسے ایسے نازک مضامین لکھنے کا
ارادہ کرے جن میں بیدلیت پیدا ہو میرے نزدیک وہ اس بات پر مجبور ہو کہ نئی نئی
ترکیبیں بھی لائے نئی بندشیں بھی ہوں - الفاظ بھی نامانوس ہوں - بیان میں کہیں
کہیں خلا بھی رہ جائے - اگر ایسا نہو تو ہرگز ہرگز وہ ان لوگوں کی تقلید نہیں کر سکتا جنکی
تقلید پر مرزا نے کمر باندھی تھی - وہ اگر دشوار نہ کہتے تو کیا کرتے - مجبور تھے اور قطعاً مجبور
تھے مضامین کا ذخار دریا ایک شعر میں لانا چاہتے ہیں پھر اس کا نتیجہ سوائے اس کے
کیا ہو کہ کچھ الفاظ بھی نئے پہلو سے آئیں مثال کے طور پر دیکھئے وہ کہنا چاہتے ہیں -
امید کی خاکبازی کچھ بھی نہیں اس کی ظاہری شان و شوکت ظاہری نام و نمود
پر نہ جاؤ یہ بچوں کا گھروندا ہو جس سے وہ کھیلتے ہیں اور جو دیکھنے میں سبھی کچھ معلوم ہوتا
ہے مگر اصل میں بیکار محض ہو - یہاں یعنی دنیا میں امید کا وجود ہی نہیں ہے دونوں
جہان یاس ہی یاس ہیں اچھا اگر یہ ہو تو پھر یہ دونوں جہان کیا چیز ہیں جواب یہ
ہو کہ یہ دونوں جہان جہان نہیں ہیں بلکہ یاس کے دونوں ہونٹ ہیں - دنیا یا زمین
نیچے کا ہونٹ ہو اور آسمان اوپر کا یہ دونوں ہونٹ ہنسی میں کھل گئے ہیں - پھر جب
یہ ہو تو معلوم ہوا کہ امید کچھ نہیں صرف یاس ہی یاس ہو جو ہماری امید دل پر ان
دونوں ہونٹوں کو کھول کر ہنس رہی ہو اتنا بڑا مضمون ہو اتنا زبردست خیالی فلسفہ
ہو اور وہ صرف ان دو مصرعوں میں ادا کرنا چاہتے ہیں -

نما کیا زئی امید کا دخانۂ طفلی   یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

جب یہ دشواریاں حائل ہوں تو کون سا شاعر ہو جو کچھ کا کچھ کہنے پر مجبور نہو جائے
اسی لئے انہوں نے خود انتخاب کیا اور ان تمام خیالی مضامین کو نکال کر دیوان میں
وہ شعر باقی رکھے جنمیں جذبات کی فراوانی ہو اب اس قسم کے چند شعر مروجہ دیوان میں پائے
جاتے ہیں اور مشکل شعر برائے نام نمونے کے طور پر چھوڑ دیئے ہیں اس پر مرزا نے ستم یہ کیا
کہ اپنے دیوان کے دیباچہ میں یہ بھی لکھدیا کہ ان کے سوا میرا کوئی شعر نہیں انکا یہ لکھنا

اس حیثیت سے صحیح تھا کہ وہ اپنی دانست مین وہ تمام دیوان تلف کر چکے تھے جو پہلے رنگ مین تھا مگر خوش قسمتی سے اب وہی دیوان پھر مل گیا ہو جو انھون نے تلف کر دیا تھا جن مین اُن کا وہ سرمایہ جمع ہو جس پر انھین اوائل عمری مین ناز تھا۔

مرزا کا یہ کلام اگرچہ ابتدا سے مشق کا کلام ہو۔ اگرچہ اس مین ثقیل الفاظ نامانوس ترکیبین پائی جاتی ہین اگرچہ اس کے اشعار بالکل فارسیت سے بھرے ہوے ہین۔ اگرچہ اس مین کا بیشتر حصہ مغلق ہو اگرچہ اس کے سمجھنے مین زیادہ سے زیادہ غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہو مگر کیا وہ اس قابل ہو کہ بالکل ناپید ہو جائے۔

میرے نزدیک تو یہ وہ کلام ہو جو مرزا کو عوام کی صف سے علیحدہ کر کے زمرۂ خواص مین لے آتا ہے اور اُن کی تخیل کی رفعت کا اندازہ کراتا ہو۔ اُن کی وسعت نظر کی شہادت دیتا ہے اگر اُس مین چند معمولی سقم۔ چند معمولی فرو گذاشتین ہین تو ہوا کرین اس سے اصل کمال کو کوئی نقصان نہین پہونچتا۔ پھولون کے گرداگرد اگر کانٹے لگا دیے جائین تو کوئی اندیشہ نہین پھر بھی اُن کی خوشبو دوش نسیم پر سوار ہونے کے قابل ہو اور پھر بھی ان کا رنگ چشم مشتاق مین جگہ پانے کے لائق ہو۔

مین وثوق اور کامل وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ غالب کے اس کلام مین وہ جوہر کمال نہان ہین جو ہندوستان کے کسی شاعر کے یہان نہین ہین اور وہ وہ خیالات ہین کہ اگر وہ جلال اسیر اور بیدل کے یہان ہوتے تو ان کے لئے سرمایۂ نازش ہوتے اور لوگ اُن کو سر آنکھون پر جگہ دیتے انھین مشکل شعرون مین وہ شعر بھی شامل ہوے ہین جو ان کے موجودہ دیوان سے کسی طرح کم نہین ہین نہ ان مین کوئی بندش کی خرابی ہو نہ تخییل مین کوئی نقص ہو نہ بیان مین کوئی عیب ہو۔ کڑی کمان کے تیرون کی طرح نکلے ہین اور نشانہ اتر پر جا بیٹھے ہین مگر خدا معلوم کیون انتخاب کی ردی مین لاکر عام نگاہون سے پوشیدہ کر دیے گئے ہین ان کا نہ شائع ہونا سخت کمی اور اُن کا مرزا کے نام سے منسوب نہ کرنا سخت حق تلفی ہو ذرا دیکھئے تو فرماتے ہین ؎

خورشید شبنم آشنا نہوا ورنہ مین اسد سرتاپا گزارش ذوق سجود تھا

مطلب یہ ہو کہ کوتاہی جو کچھ ہوئی ہو حسن کی جانب سے ہوئی ہو ورنہ میرے عشق مین کوئی کمی نہ تھی اور مین اسی طرح اس ذات مین جذب ہونے کے واسطے تیار تھا

جیسے کہ شبنم آفتاب مین جذب ہونے کے واسطے آمادہ ہو کیا کوئی کہہ سکتا ہو کہ اس شعر مین کوئی خرابی ہو اور اگر خرابی ہو تو پھر یہ شعر کیون اچھا ہو ؎

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم   ہم بھی ہین ایک عنایت کی نظر ہونے تک

مجنون کا دل خاک ہوگیا ہو اور مٹ گیا ہو اور اس قدر مٹا اور خاک ہوا ہو کہ اب اس کے ذرے بھی منتشر ہوگئے ہین اور تمام جنگل مین بکھرے پڑے ہین اور مجنون کے دل کا ہر ذرہ سویداے بیابان معلوم ہوتا ہے - اس خیال کو اس شعر مین ادا کیا ہو اور اس درد و اثر کے ساتھ ادا کیا ہو کہ سبحان اللہ ؎

کس قدر خاک ہوا ہو دل مجنون یا رب   نقش ہر ذرہ سویداے بیابان نکلا

اور لیجئے کہتے ہین کہ دم شماری میری فطرت مین تھی اور اضطراب میرے حصہ مین آیا تھا میرے اضطراب نے میری اس خصوصیت انتظار کو کبھی نظر انداز نہین کیا مین اگر خاک بھی ہوا تب بھی میری وہی خصوصیت قائم رہی - میری خاک شیشۂ ساعت کے کام آئی جس سے تعین وقت کا کام لیا جاتا ہو اور یہ خاصیت ہو اسی اضطراب دم شماری کی ؎

نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا   کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

ایک شخص آلام فراق مین مبتلا ہو کرب و غم سے عاجز ہو نہ کوئی اُسے پوچھتا ہو نہ وہ غریب اپنا حال کسی سے کہہ سکتا ہو عمر گذر جاتی ہو اور یہ تمنا یا یہ حسرت کبھی پوری نہین ہوتی اور اب وہ پوری داستان کو مختصر کرکے بس اتنا کہدیا کرتا ہو کہ میرا مختصر قصہ یہ ہو کہ عرض ستمہاے جدائی کا مین مشتاق ہون - اور کبھی موقعہ نہین ملتا - اس مضمون کو اس شعر مین ادا کرتے ہین ؎

اسد کا قصہ طولانی ہو لیکن مختصر یہ ہے   کہ حسرت کش رہا عرض ستمہاے جدائی کا

کہنے والے اگر اس کو برا کہین تو مہربانی کرکے اس شعر کو بھی نظر انداز کردین ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے   کہ حسرت سنج ہون عرض ستمہاے جدائی کا

ذرا اس حسرت کو ملاحظہ فرمایئے اس بے نوائی اس بے سروسامانی کو دیکھئے - اس مجبوری اور اس ناچاری پر نظر ڈالئے کہتے ہین ؎

ہمنے وحشت کدۂ بزم جہان مین جون شمع   شعلۂ عشق کو اپنا سروسامان سمجھا

یہ مضمون آفرینی اور اس کے ساتھ واقعات کی بندش کیونکر کہا جاے کہ قابل داد

نہین ہے ؎

مرا شمول ہر اک دل کے پیچ و تاب مین ہے — مین مدعا ہون تپش نامہ تمنا کا

ایک جگہ اپنے حزن و ملال کی ان سادے اور روان الفاظ مین تصویر کھینچتے ہین ؎

بصورت تکلف بمعنی تاسف — اسد مین تبسم ہون پژمردگان کا

یہ مضمون کہ وہ دل ناصبور جو پہلے صبور تھا اور اب اتنا مضطرب ہے کہ برق تپان بھی اس سے تپش کا سبق لیتی ہے اور اس سے نہین بلکہ اس کے نام سے درس تپش حاصل کرتی ہے یون ادا کرتے ہین ؎

درس تپش ہے برق کو اب اس کے نام سے — وہ دل ہے یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا

ذرا اس تشبیہ کو ملاحظہ فرمایئے شمع کو انگشت سے اور شعلہ کو سر انگشت حنائی سے اور غنچہ گل کو پروانہ سے تشبیہ دیکر کہتے ہین ؎

شمع رویون کی سر انگشت حنائی دیکھ کر — غنچہ گل پرفشان پروانہ آسا جل گیا

کیا یہ شعر محاکات کا بہترین نمونہ نہین ہے کیا یہ ایک مایوس عاشق کی تصویر سے کچھ کم ہے ؎

کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشہ میخانہ مین — دست بر سر سر بزانوے دل مایوس تھا

یاد ایام ماضی اور عیش رفتہ کی تصویر یون دکھاتے ہین ؎

اسد خاک در میخانہ اب سر پر اڑاتا ہون — گئے وہ دن کہ پانی جام مے کا تا بزانو تھا

معشوق کے تبختر کی تصویر کھینچتے ہین ؎

پھر وہ سوے چمن آتا ہے خدا خیر کرے — رنگ اڑتا ہے گلستان کے ہوا دارون کا

کیا روانی اور سادگی کا نمونہ اس سے بہتر بھی ہو سکتا ہے ؎

نہ فکر سلامت نہ بیم ملامت — ز خود رفتگی ہاے حیرت سلامت

دفور بلا ہے ہجوم وفا ہے — سلامت ملامت ملامت سلامت

تعلیم عبودیت اور تلقین آداب بندگی کے لئے اس سے اچھے شعر شاید کہین مشکل سے ملین گے۔

لے اسد بیجا ہے ناز سجدہ عرض نیاز — عالم تسلیم مین یہ دعوی آرائی عبث

بہت سے اساتذہ کی مندرجہ ذیل طرح مین غزلین ہین۔ خود مرزا کی غزل

بھی اس زمین مین موجود ہی اور کوئی شک نہین کہ وہ غزل ان کی فکر کا بہترین نتیجہ ہی مگر حیران ہون اور سخت حیران ہون کہ کیون ایسا شعر نظر انداز کر دیا گیا۔ جو غزل کی جان تھا ؎

تھا مین گلدستہ احباب کی بندش کی گیاہ　　　متفرق ہوے میرے رفقا میرے بعد

پند و نصائح اگر عبوست اور یبوست سے بھرے ہوے ہین تو وہ مشکل سے کسی دلپر اثر ڈال سکتے ہین مگر جب اس مین کسی قسم کی رنگینی شامل ہو جاتی ہی تو وہ ضرور ہی اثر کرتی ہین مرزا نے بھی اس شعر مین ایک سانپ کی تشبیہ سے کام لیکر کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ کہتے ہین کہ ؎

تو پست فطرت اور خیال بسا بلند　　　اے طفل خود معاملہ قد سے عصا بلند

ذرا دعائیہ رنگ ملاحظہ کیجئے۔ مناجات مین اگر وہی فقیرانہ صدا ہی تو اسکی رسائی ذہن تک ہو سکتی ہی جہان تک ان مشہور شعرون کی ؎

ملاقات دونون کی باہم کرہی　　　مری بار کیون دیر اتنی کرہی

ہے زیبا تجھے اکبری سروری　　　مری بار کیون دیر اتنی کرہی

مگر جب اسی مناجات مین خلوص۔ درد دل۔ عجز و نیاز۔ بیکسی بے بسی کی بھی شرکت ہو جاتی ہی اور اس کو ایک حقیقی شاعر ادا کر دیتا ہی تو وہ تغزل اور قصیدے اور مثنوی سب کی حدود سے آگے بڑھ جاتی ہی۔ مرزا بھی درد دل سے کہتے ہین ؎

ہزار آفت و یک جان بے نوائے اسد　　　خدا کیواسطے اے شاہ بیکسان فریاد

اس اثر اور اس درد کو ملاحظہ فرمایئے اسی کے ساتھ زبان کو بھی دیکھئے ؎

ظلم کرنا گدائے عاشق پر　　　نہین شاہان حسن کا دستور

دوستو مجھ ستم رسیدہ سے　　　دشمنی ہے وصال کا مذکور

زندگانی پہ اعتماد غلط　　　ہی کہان قیصر اور کہان فغفور

دل کو ایک موج لرزان اور فکر کو صہبائے آبگینہ گداز سے تشبیہ دیتے ہوے کہتے ہین ؎

ہجوم فکر سے دل مثل موج لرزے ہے　　　کہ شیشہ نازک و صہبائے آبگینہ گداز

مین حیران ہون کہ جو اس شعر کو ناپسند کرتے ہین وہ غالب کے دیوان مین شیعر

کیونکر دیکھ سکتے ہیں ؎

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق   لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر

یا یہ شعر ؎

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے میں ہے   آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے

آہ سے شکایت کرتے ہیں۔ یا آہ کی شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا سارا زور تیری ساری کائنات۔ تیری ساری قوت مجھی پر ختم ہو گئی کہ مجھے تو نے سر سے پاؤں تک پھونک دیا اور غیر کے گھر پر تیری ایک چنگاری بھی نہ پہنچی فرماتے ہیں ؎

تھی میرے ہی جلانے کو اے آہ شعلہ ریز   گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار حیف

کیا یہ شعر بھی اسی انداز کا نہیں ہے ؎

فلک سے دور رکھ اس سے مجھے کہ میں ہی نہیں   درازدستی قاتل کے امتحان کے لئے

ناتوانی اور کثرت گریہ کا یہ عالم کچھ کم درد انگیز نہیں ہوتا کہ ایک شخص روتے روتے اس قدر کمزور اور ناتوان ہو جائے کہ پلکوں کو بھی باہم نہ ملا سکے۔ مرزا اسی عالم کا اظہار کرتے اور کہتے ہیں۔

رونے سے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ ایکبار   مژگان کو دوں فشار پئے امتحان اشک

دنیا ایک ہوس گاہ ہے۔ ہر شخص اور ہر شے یہاں بقدر شوق گرفتار حرص ہے مگر یہی حرص اور یہی سامان نمائش اس کے واسطے تباہی کا باعث ہے اسی مضمون کو اس لطافت کے ساتھ ادا کیا ہے کہ اس میں لطافت کے ساتھ عبرت بھی پیدا ہو گئی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

برہم ہے بزم غنچہ بیک جنبش نشاط   کاشانہ بسکہ تنگ ہے غافل ہوا نہ مانگ

کہتے ہیں کہ میں لخت جگر کی عدم موجودگی کی حالت میں دل کی تسلی گل کو دیکھ کر لیا کرتا ہوں۔ ورنہ میرے لئے میرے لخت جگر ہی گل ہوتے ہیں۔ اب یہ زمانہ ایسا ہے کہ آنکھوں تک لخت جگر کی رسائی مشکل ہو گئی ہے۔ بڑی مصیبت ہے اگر اب بھی نگاہ آشنائے گل نہ ہو اور کہیں پھول دیکھنے کے لئے نہ ملیں۔

مژگاں تلک رسائی لخت جگر کہاں
اے وائے گر نگاہ نہ ہو آشنائے گل

دریا کی دل شکستگی کا اس صورت سے اظہار کیا ہے ؎

امواج کی جو یہ شکنین آشکار ہین ۔۔۔ ہے چشم اشک ریز سے دریا شکستہ دل

غرضکہ مرزا کے اس کلام مین اچھے شعر بھی اتنے ہین جو کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہین ہین خرابی صرف اتنی ہے کہ وہ اُن کو انتخاب کرکے نظر انداز کر چکے تھے ورنہ وہی تخئیل ہے وہی زور ہے وہی رنگ ہے جو عموماً اُن کے کلام مین پایا جاتا ہے اور قدرت کی طرف سے جس کے وہ تنہا مالک بنائے گئے ہین۔

رہا وہ حصہ کلام جس مین خیالات کی گہرائی نے پیچیدگیان پیدا کرکے عام نظرون سے اُن کے مفہومون کو پوشیدہ کر دیا ہے۔ وہ بھی کچھ کم نہین ہین میرے خیال مین وہ کلام مروجہ کلام سے کچھ زیادہ ہوگا۔ کیونکہ دس برس کی مشق کا سرمایہ تھا جو نظر انداز کر دیا گیا اور نمونے کے طور پر اس کا کچھ حصہ اس دیوان مین چھوڑ دیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دیوان غالب کی شرح لکھنے والون نے مشکل کلام کی بھی شرح لکھی ہے اور دوسرے کلام کے ساتھ ساتھ اُس کو بھی آنکھون سے لگانے کے قابل سمجھا ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ اب اس پورے کلام کو چھوڑ دیا جائے جس کا چھوٹا سا ایک ٹکڑا یہ کلام بھی ہے۔ لوگ یہ تو کہتے ہین کہ جب مرزا نے خود ہی اس کلام کو طبع ہونے اور منظر عام مین آنے کے قابل نہین سمجھا تو پھر کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اس کلام کو پبلک مین لائے اور شہرت کے پر لگا کر اڑائے مگر یہ کوئی نہین دیکھتا کہ ناسمجھون کی ریزہ سنجیون اور زمانہ کی کوتاہ فہمیون نے ان کو اس بات پر مجبور کیا ورنہ انہون نے تو یہ شعر کہے ہی تھے اور اس مین اپنا شباب کا زمانہ صرف کیا ہی تھا۔ میرے نزدیک تو انہون نے جب یہ شعر نکال دیئے ہین اسی پر ان کو افسوس ہوا ہے اور اسی کے لئے انہون نے یہ شعر کہا ہے کہ ؎

ہمارے شعر ہین اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر مین خاک نہین

ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شعر جن پر انتخاب کی چھری چلائی گئی وہ ابتدائے مشق کے تھے اور دیکھنے والون کی نظر مین صرف اس لئے ان کی کوئی وقعت اور کوئی اہمیت نہ تھی کہ وہ اُن کی سمجھ سے باہر یا بالاتر تھے مگر انصاف کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ

مرزا نے انہیں معانی کے دریا بہا دیے تھے اور ہر مصرع میں پرواز خیال کی انتہا دکھا دی تھی ہر لفظ گنجینۂ معنی تھا۔ اور ہر مفہوم سرمایۂ ناز شاعری تھا اسی قسم کے کلام کی طرف انکا اشارہ یہ تھا کہ ؎

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

ابتدائے شاعری کا وقت سہی۔ تو مشق کا عالم سہی مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ وہ اُن لوگوں کا اتباع تھا جن کا جواب دنیائے شعر میں مشکل سے ملے گا۔ بیشک تخیل کی حدیں اس عالم سے ملی ہوئی ہیں جہاں عام نظریں کبھی پہونچ ہی نہیں سکتیں میرے خیال میں وہ گمراہی بھی رہنمائی سے زیادہ درجہ رکھتی ہے اور وہ ابہام و اشکال بھی سہل ممتنع سے بڑھا ہوا ہے۔

بیدل شوکت اور جلال اسیر کے یہاں اول تو سب خیالی مضمون نہیں ہیں بہت سے مضامین حالی بھی اُن کے کلام کا جوہر ہیں اور اگر فرض کیجیے کہ تمام دنیا خیالی ہی ہے تب بھی تو یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ عام دنیا کی اس دنیا تک رسائی نہیں اور وہ سطح بلند پر آباد ہے جہاں بڑے بڑے نظر بازوں کی نظر نہیں پہونچتی۔ بیشک مرزا نے اُس کلام کو نظر اندازی کے قابل سمجھا مگر اسوقت کہ جب ہر طرف سے صدائے دار و گیر بلند ہوئی اور جب ہر سخن ناشناس داد بلا اور وا مصیبتا کہتا ہوا ادھر نے آتا۔ جب جگہ جگہ یہی ذکر ہونے لگا کہ مرزا مہمل گو ہیں مرزا مشکل گو ہیں۔ مرزا کے کلام میں معنی نہیں ہیں۔ مرزا نہیں سمجھ سکتے۔

نکالنے کو تو انہوں نے اپنے دیوان سے وہ کلام نکال ہی دیا مگر غور کیجیے کہ اگر وہ اس کو بے معنی اور مہمل جانتے تو اس قسم کے نمونے کیوں چھوڑ دیتے سعدی کی ایک حکایت ہے یہ نکلے تو انہوں نے بیٹھے ہی ہوں گے۔ آتش کشتن و اخگر گذاشتن و افعی کشتن و بچہ نگاہ داشتن کار خردمندان نیست والا مضمون کہ پھر جب تمام کا تمام کلام بدل ہی دیا تو آخر نمونے کی کیا ضرورت تھی۔

اسقدر لکھنے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ مرزا کا وہ کلام بے معنی نہیں ہے بلکہ اس میں تو مرزا نے اور بھی زیادہ خون جگر کھایا ہوا ہے اور عمیق خیالات ظاہر کیے ہیں۔

اگر یہ کلام پہلے سے دستیاب ہو جاتا تو میرے نزدیک سب سے پہلے اسی کی شرح کی ضرورت تھی اور شارحین کی طبع آزمائیوں کا سب سے زیادہ یہی محتاج تھا مگر اتفاق سے یہ غفلت اور لاعلمی کی مٹی میں دبا پڑا رہا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔

اب غالب کے اُس کلام کو جو میرے لئے زیر بحث ہو رہا ہے اچھا خاصہ ایک زمانہ گزر گیا مگر میرا جہاں تک خیال ہے اس وقت تک کسی نے اس طرف مطلق توجہ نہیں کی ہے بلکہ جو اٹھتا ہے یہی ارادہ کرتا ہوا اٹھتا ہے کہ غالب کے متداول دیوان کی اپنی سمجھ کے موافق ایک شرح لکھ ڈالوں حالانکہ یہ بات کچھ چھپی ہوئی نہیں ہے کہ اب اتنی شرحیں لکھی جا چکی ہیں کہ نہ شرح کی احتیاج ہے نہ تشریح کی اب غالب کے پرانے کلام میں نئے معنی پیدا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ حقیقی معنی پر پردہ ڈال کر کلام کو مہمل اور لایعنی کا خطاب دلایا جائے کیونکہ جہاں ایک کلام میں مختلف معنی کا پایا جانا اس کی فصاحت و بلاغت پر دال ہے وہیں یہ بھی ہے کہ اس کو مہمل ثابت کرنے میں بڑی مدد دیتا ہے اس واسطے کہ جہاں تک میرا تجربہ ہے شاعر کسی شعر میں دو تین سے زیادہ معنی نہیں پیدا کر سکتا اگر اسی سے ایک دو اور اچھے پہلو بھی پیدا ہو جائیں تو وہ اعجاز کلام اور فیضان سخن سے تعبیر کیا جائے گا شاعر کی کوئی خاص کوشش نہ مانی جائے گی اور اگر اس میں بہت سے مفہوم ادنیٰ ادنیٰ تقسیما کے ساتھ پیدا ہوتے ہوں تو قطعی طور پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ شاعر نے سمجھ کر وہ شعر نہیں کہا ہے یہی اور بالکل یہی آج کل غالب کے کلام میں کیا جا رہا ہے شرح کرنے والوں کی ٹولیاں کی ٹولیاں چلی آتی ہیں اور جو جس کی سمجھ میں آتا ہے کہتا ہے اور ایک ضخیم کتاب تیار کر کے رکھ دیتا ہے۔ دیکھنے والے سب کو دیکھ رہے ہیں اور سب کا نعرہ مستانہ سن رہے ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ سوا دو تین شرحوں کے باقی شرحیں ماسبق شرحوں کے لئے گراموفون اور صدائے بازگشت سے زیادہ نہیں مگر مجبوری ہے۔ ع

تقدیر جو دکھاوے وہ ناچار دیکھنا

میرا جہاں تک خیال ہے جناب سہا اور حضرت بیخود موہانی و بیخود دہلوی کی شرحیں اُس وقت تیار کی گئی ہیں جب نسخہ حمیدیہ چھپ چکا تھا اور غیر مطبوعہ

کلام بھی عام نظروں کے سامنے آگیا تھا مگر حضرت سہا کی شرح اور دیگر شرحون مین اس قدر فرق ہے جس قدر رئر فونوگراف اور گراموفون مین۔ باقی اللہ بس باقی ہوس۔ رہے حضرت مولانا بیخود موہانی اعلیٰ اللہ مقامہٗ اُنکی دنیا ہی جدا ہی پہلے سب شرحون کو جمع فرماتے ہین پھر اُن کی تشریح کرکے اُن کے عیوب واسقام سے اپنی رائے عالی کے مطابق دنیا کو آگاہ فرماتے ہین اور اُس کے بعد اپنی طلاقت لسانی کا ثبوت دیکر معانی کے ابواب جدیدہ کا افتتاح فرماکر ؎

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم

کی ایک آواز لگاتے ہوئے برق خاطف کی طرح گزر جاتے ہین۔ افسوس بلکہ سخت افسوس اس بات کا ہی کہ ابھی تک وہ شرح دنیا سے روپوش ہے اور بستہ کے سرخ یا سبز غلاف مین ملبوس طاق زینت پر رکھی ہوئی ہو ورنہ مین اسپر کچھ لکھتا پھر بھی مین نے اس کے بعض بعض وہ حصے دیکھے ہین جن سے اخبارات و رسائل کے کئی کئی صفحہ کالے ہوگئے ہین اسی بنا پر یہ چند فقرے بے اختیارانہ لکھ گیا ہون۔ ورنہ او داند و کار او۔ مارا چہ ازین قصہ کہ۔ مولانا بیخود دہلوی کی شرح کامل طور پر چونکہ مین نے نہین دیکھی مگر متعدد خبریں اس کے متعلق بھی سنی ہین کہ خوب خوب معانی آفرینی کی داد دی ہے۔

کوئی ان رہنمایان معانی اور حامیان زبان اُردو سے یہ پوچھنے والا نہین کہ حضرات یہ کیا ستم ہے کیا غضب ہے کیا ناانصافی ہے جس کی ضرورت نہین اس کے لئے تو معرکہ آرائی اور جادہ پیمائی قلم جاری ہے اور جس کی ضرورت ہے اس کی طرف توجہ بھی نہین۔ کیا خوب۔ با آن گرما گرمی یا باین سرد مہری

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

حقیقت یہ ہے کہ غالب کے مروجہ کلام کی رہنما تو کئی شرحین موجود تھین غالب کے اس کلام کو تو سننے والے اور اس کے معنی سمجھانے والے تو ہزارون آدمی ہندوستان مین موجود ہین ۔ اس لئے ان کی شرحین لکھنے مین نہ کوئی دقت پڑی نہ کسی کاوش کی ضرورت ہوئی۔ مگر وہ کلام جو نہ تو زبان زد ہو کر مقبول ہوا ہے اور نہ اس وقت تک کوئی اس کی شرح لکھی گئی ہے اُسپر قلم اٹھانا کوئی

آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لئے ہمت چاہیئے دل چاہیئے دماغ چاہیئے۔ معنی یاب طبیعت چاہیئے ذوق سلیم چاہیئے۔ یہاں کانا اور لے دوڑی سے کام نہیں چل سکتا۔ اور وہاں ہر بوالہوس نے "حسن پرستی شعار کی" کا منظر نظر نہیں آسکتا اس لئے بعض تو دیکھتے ہیں۔ رہ جاتے ہیں۔ بعض کی نظر خیرہ ہو جاتی ہے بعض کے ہاتھ سے کتاب چھوٹ پڑتی ہے بعض مہمل سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں بعض ادب سے خاموش ہو جاتے ہیں۔

مولانا بیخود تو خیر پھر بھی اپنی جگہ ہیں دیکھئے حضرت نظم طباطبائی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو جو ہندوستان میں دیوان غالب کے ایک بہترین شارح تسلیم کئے گئے اور جنہوں نے اپنی شرح میں شرح کیا تھا تنقید کی بھی جواہر ریزی فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ جابجا کلام مقبول و متداول پر نگاہ غائر ڈال کر حق اصلاح بھی ادا کیا تو پھر اس کلام میں تو ان کو اور بھی زیادہ مواقع تھے اور یہاں تو بقول سمجھے دریا بہا سکتے تھے پھر کیوں نہ ادھر توجہ فرمائی۔

میرے نزدیک کسی شاعر کو بڑے بڑے ماہرین شعر کے مقابلہ میں پیش کرنے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ خود اسی کے کلام کی تشریح و توضیح کر دی جائے۔ ڈاکٹر بجنوری مرحوم نے اپنے مقدمہ کلام غالب میں غالب کو کہیں نٹشے ٹھہرایا ہے کہیں اپنے زمانہ کا ورڈسورتھ اور شیلی بنایا ہے گو یہ بھی ایک قسم کی جدت ہے اور اس سے بھی غالب کی غالبیت کو چار چاند لگتے ہیں مگر کاش یہ کلام ان کے ہاتھ لگا ہوتا اور اس پر وہ حاشیہ آرائی کرتے تو یقیناً وہ اس کوشش و کاوش بیجا سے بہتر ہوتا جس پر انہوں نے اپنی تمام تر قوت بیان کو ختم کر دیا ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ مقدمہ کے لکھنے میں انہوں نے بے انتہا عرق ریزی کی ہے اور فلسفے کے دریا بہا دیئے ہیں۔ بہت سے اشعار کے معنی اس جدت و ندرت کے ساتھ بیان کئے ہیں کہ ہر ایک سننے والا ان کی داد دیئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا مگر افسوس ہے کہ اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہے کہ جو معنی بجنوری مرحوم نے سمجھے شاید غالب کا خیال بھی وہاں تک نہیں پہنچا تھا اور اسی طرح ان سے نا واقف تھے جیسا کہ آج ایسا ایسا آدمی جس نے اس مقدمہ کو نہ دیکھا ہو۔ بجنوری مرحوم کے سرمایۂ عمر اور ان کی سعی و کاوش یعنی ان کے مقدمہ کو جس دن میں نے دیکھا ان کے الفاظ سے نکلتے ہوئے جبروتی ترانے اور اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد کے قدوسی نغمے میرے کانوں تک پہنچے۔ دل کنگرہ قصر کسریٰ کی طرح ہلنے لگا ہاتھ بتان کعبہ کی طرح لرزنے لگے۔ سفیانات کا جادو

برق سرطور کی طرح چمکنے لگا اور میری موسیٰ نگاہی غش کھا کر گرنے کو تیار ہو گئی میرے ہوش و حواس پرواناہائے آتش بجان کی طرح تڑپنے لگے پہلے ہی صفحے کے الفاظ اور فقرے مجھے از خود رفتہ بنا گئے پھر بھی مین نے بقیہ صفحات الٹ پلٹ کر دیکھے۔ مگر سوائے اس کے کہ جو نبار دحست اپنی پوری روانی پر ہے۔ سوائے اس کے کہ چند دور از کار اور لایعنی دعوے ہین سوائے اس کے کہ غالب کی مضمون آفرینی کو سراپا فلسفہ بنا دیا ہے سوائے اس کے کہ یورپ کی چند معروف ہستیون سے غالب کا مقابلہ کیا ہے سوائے اس کے کہ انھین شعرون کی پھر شرح کر دی ہے جن کی شرح بارہا ہو چکی ہے مجھے ایک بات بھی ایسی نظر نہ پڑی جس کو دیکھ کر میری محدود معلومات اضافہ کا شکریہ ادا کرتی یا سامعہ کسی نئی بات کے سننے سے ممنون ہوتا اس مین شک نہین کہ وہ ادب کی ایک نئی دنیا پیش کرتے ہین مگر سب بیکار ہے کیونکہ جدید کلام کی نسبت ایک لفظ بھی ارشاد نہین فرماتے جو ہمین دہ مجبور ہین کیونکہ یہ کلام ہی ان تک نہین پہونچا تھا انھون نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک تبرک کے طور پر پیش کیا ہے جو کچھ دکھایا ہے وہ عجائبات روزگار سمجھکر دکھایا ہے باقی انھین نہ اس کی شرح سے بحث ہے نہ ان کے اس انداز بیان سے غرض ہے اسی طرح ترتیب کلام کا جو حال ہے وہ اس جدید ترتیب پر ہے اور جو کچھ ان کی کاشانہ ہے وہ ان چند نوٹون پر ختم ہو جاتی ہے جو جا بجا صفحات مین اس تشریح اور اس تفصیل کیواسطے لکھے گئے ہین کہ ان غزلون مین سے کوئی شعر مطبوعہ دیوان غالب مین نہین ہے یا یہ شعر پہلے اس طور پر کہا گیا تھا۔ اور بس یہین۔ ز اسی زمانہ مین یہ ارادہ کیا کہ اردو کے مروجہ دیوان غالب کی طرح اس کی بھی اگر شرح ہو جائے تو وہ صرف مفید مطلب ہی نہین بلکہ عجیب بھی ہوگی مگر اس ارادہ کا قوت سے فعل مین آنا اور اس خیال کا عملی جامہ پہننا کوئی آسان بات نہ تھی ایک دو کا دقت نہین بلکہ متعدد موانع موجود تھے۔ اشغال کی کثرت۔ فرصت کی کمی غور و فکر کے لئے موقعہ نہ ملتا۔ کلام کا غائر نظر سے مطالعہ کرکے قابل شرح شعرون کا انتخاب اس پر سب سے بڑی کمی اس بات کی کہ لکھ بھی لین اور شرح کر بھی ڈالین تو کون چھاپے گا اور کون خریدے گا یونہی ایک فرقہ ہے جو اس کلام کو دیکھکر چین بر جبین ہے اور اپنی معلومات کی بنا پر قیاسی بنیادین قائم کرکے کہتا پھرتا ہے کہ یہ کلام ہرگز غالب کا

کلام نہین ہے پھر بھلا اس کوشش اور سعی کو نظرِ استحسان سے کون دیکھے گا۔ اور کہان سے اس کے قدردان پیدا ہون گے۔

مندرجہ بالا موانع کے باوجود بھی مین نے ہمت نہین ہاری اور اس شغل کو جاری رکھا۔ اُن شعرون کو پڑھتا رہا اور وقت بے وقت اپنے ضروری وقت کو معانی کی گتھیان سلجھانے مین صرف کرتا رہا جب جب ممکن ہوا کاغذ پر بھی کچھ نہ کچھ لکھتا رہا۔

غالب کے انداز بیان۔ اُلجھی ہوئی ترکیبون نا مانوس بندشون نے میرا کافی وقت صرف کیا۔ ہوا یہ کہ بیشتر اشعار کے ایک وقت مین کچھ معنی سمجھے دوسرے وقت کچھ سمجھے اہل نظر سے محاکمہ اور فیصلہ کا خواستگار رہا۔ بہت سے فیصلے ہو گئے اور بہت سی جگہ رہنما اور رہبر بھی راہبر اور رہ نورد بنکر رہ گئے۔ اور ہان مین ہان ملانے کے سوا کے۔ نہ کوئی حتمی رائے دی اور نہ کوئی قطعی فیصلہ کیا ایسے شعرون مین مین نے یہ کیا کہ جو جو معنی میری سمجھ مین آئے وہ سب لکھدیے۔

اب مین مرزا کے اسی کلام پر مخصوص طور سے ایک دوسری نظر ڈالنا چاہتا ہون اور بتاتا ہون کہ اس مین کیا ہے اور اس کے ظاہری اجزائے ترکیبی مین کون کون سے عناصر کام کر رہے ہین۔

(۱) اگرچہ یہ کہنا کچھ کارآمد اور ضروری نہین ہو کہ ان کے اس کلام مین قریب قریب سبھی مروجہ بحور موجود ہین اور اس صورت سے عروض کی پوری پوری خانہ پُری ہو جاتی ہو۔ پھر بھی ان لوگون کی خاطر سے جن کو عروض و تقطیع کے جھگڑون اور زلزلون مین لطف آتا ہو یہ نہ بتانا ایک کمی کے طور پر محسوس کیا جائے گا۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہنا ہے کہ مرزا اُن شاعرون مین نہین تھے جو عروض دانی ہی کو کمال شاعری سمجھتے تھے انھون نے انہین بحرون کو اپنے دیوان مین جگہ دی جنکو لکھنے کے بعد بھی شاعر شاعر ہی معلوم ہوتا ہو وہ جانتے ہون یا نہ جانتے ہون اس سے بحث نہین ہو پھر بھی اس طرف ان کی توجہ منعطف نہین ہوئی ہو جن بحرون مین زحافون کی فراوانی نے آشوب مذاق برپا کر رکھا ہو۔

(۲) اُن کا یہ کلام بھی کئی حصون پر منقسم ہوتا ہے ایک وہ غزلین ہین جن مین کا

کوئی شعر مروجہ دیوان میں نہیں ہو۔ اور دوسرے یا دن تک انتخاب کے سیلاب میں غرق ہو گئی ہیں دوسرے وہ اشعار ہیں جو اسی موجودہ دیوان کی غزلوں میں سے چنکر جدا کر دیے گئے ہیں اس قسم کے اشعار کے دو حصے کئے جا سکتے ہیں ایک وہ جو بالکل نئے شعر ہیں ان میں خیال بھی نئے ہیں یا تین بھی جدا ہیں دوسرے وہ اشعار ہیں جو اسی دیوان کے اشعار کا نقش اول ہیں اور کچھ الفاظ کے تغیر اور تبدیل کے بعد ان کو متداول دیوان میں جگہ دیدی گئی ہے اور پھر ان میں بھی دو تقسیمیں ہیں ایک اس قسم کے شعر ہیں جو اصلاح کے بعد ایسے بدل گئے ہیں کہ پہچانے ہی نہیں جاتے دوسرے وہ ہیں جن کے خط و خال اب بھی نمایاں ہیں اور صرف چند الفاظ بدلے ہیں باقی وہی ہیں۔

(۳) بندش کی حیثیت سے بھی دو قسم کے شعر پائے جاتے ہیں یا سہل ہیں یا بعید الفہم ترکیبوں سے لبریز پھر سہل میں بھی اگرچہ سہل ممتنع شاذ و نادر ہیں مگر پھر بھی دو طرح کے ہیں یا تو ایسے ہیں کہ ان کی شرح کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پڑھئے اور سمجھ لیجئے اور یا ایسے کہ سہل تو ہیں مگر پھر بھی اُن کی شرح کی ضرورت ہو۔ بعید الفہم اشعار بھی دو قسموں پر تقسیم کر لیجئے یا وہ ہیں جو کوشش کرنے کے بعد سمجھ میں آ جاتے ہیں اور کسی نہ کسی صورت سے شارح کی محنت ٹھکانے لگ جاتی ہے اور وہ اُن کے معانی پر کچھ نہ کچھ رائے زنی کر سکتا ہے یا ایسے ہیں کہ ادراک کی قوت کو ٹھکرا دیتے ہیں ذہن کی رسائی کو عاجز کر دیتے ہیں۔ واہمہ اگر خلاقی کر کے کچھ اچھے بُرے معنی پیدا بھی کرتا ہو تو دماغ اُن سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اور اپنے پُر کرنے کے لئے ہل من مزید کی صدا آخر تک بلند کرتا رہتا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس ترکیب صوری کی آسانی کے لئے کچھ مثالیں پیش کر کے اپنے مذکورہ بالا دعوؤں کا ثبوت دیدوں۔ پہلے اُن بحروں کو دیکھئے جن کو بجنوری مرحوم نے از روئے اقلیدس خطوط منحنی اور دوائر سے مشابہ کر کے زفتان و خیزان کے نام سے یاد کیا ہے۔

کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجئے ہم نے مدعا پایا

اسی غزل مین اور بھی بہت سے اشعار غیر مطبوعہ ہین جن کا ایک شعر نقل کے لئے کافی ہے۔

ہے کہان تمنا کا دوسرا قدم یارب
ہمنے دشت امکان کو ایک نقش پا پایا

یا عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے   کہ اپنے سایہ سے سر پاؤن سے ہے دو قدم آگے

اس غزل کا اور کوئی شعر اشعار غیر مطبوعہ مین نہین ہے مگر ایسی ہی اور کئی غزلین موجود ہین جن مین سے ایک یہ ہے۔

نظر بنقص گدایان کمال بے ادبی ہے
کہ خار خشک کو بھی دعوئی چمن نسبی ہے

دونون بحرون مین فرق سہی مگر اپنی خمیدگی کے لحاظ سے دونون برابر ہین اور لیجئے میر کی مخصوص بحر ملاحظہ فرمایئے۔

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردون کو کیا رام کیا
رشتۂ چاک جیب دریدہ صرف قماش دام کیا

یہ بھی پوری غزل موجود ہے اور اسی قسم کی اور بحرین بھی پائی جاتی ہین مگر ڈاکٹر بجنوری مرحوم کا یہ دعوی کسی صورت سے صحیح نہین ہے کہ، کوئی آسان سے آسان اور مشکل سے مشکل بحر ایسی نہین جس مین مرزا نے کلام موزون نہ کیا ہو۔ یہ ناواقفی فن کی دلیل ہے یا خوش عقیدگی کی اس کا کوئی ثبوت اُن کے دیوان سے نہین ملتا۔ اور ایک مرزا غریب ہی کے دیوان کو کیون پیش نظر رکھا جائے مجھے کسی اُردو کہنے والے شاعر یا کسی فارسی کہنے والے کا دیوان اس معیار پر پورا اُترتا نظر نہین آتا۔ میری نظر مین اس فرض کو فارسی گویون مین شمس تبریز رحمتہ اللہ علیہ کے کلیات مین پورا کیا گیا ہے مگر وہان بھی خدا معلوم کتنی کمی رہ گئی ہے۔

(۲) اُن غزلون کو لیجیئے کہ جن کا کوئی شعر مروجہ دیوان مین نہین ہے تو وہ بہت کافی تعداد مین آپکو ملین گی۔ چنانچہ ان غزلون مین کا کوئی شعر دیوان مطبوعہ مین نہین ہے۔

شب کہ دل زخمی عرض دو جہان تیر آیا   نالہ بر خود غلط شوخی تاثیر آیا

سیر آنسوئے تماشا ہے طلبگاروں کا — خضر مشتاق ہے اس دشت کے آوارونکا
عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یاران غمگین کا — نظر آتا ہے موئے شیشہ رشتہ شمع بالین کا

وردِ اسمِ حق سے دیدار صنم حاصل ہوا
رشتہ تسبیح تار جادہ منزل ہوا

اس قسم کی غزلین قریب قریب سبھی ردیفون مین ہین اور اچھی خاصی تعداد مین ہین -

وہ اشعار بھی بہت سے ہین جو مطبوعہ دیوان کی غزلون مین سے چھنکر جدا کر دیے گئے ہین نمونہ کے لئے الف کی ردیف کی ابتدا سے دو تین غزلون کی تفصیل لکھتا ہون -

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

یہ پہلی ہی غزل ہے جسمین مطبوعہ پانچ شعر ہین مگر پانچ ہی غیر مطبوعہ ہین -
اس غزل مین سے

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا
تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا

مین مطبوعہ اشعار چار ہین مگر غیر مطبوعہ پانچ شعر اور ہین -
اس غزل مین سے

تیشے بغیر مر نسکا کوہ کن اسد
سرگشتہ خمار رسوم و قیود تھا

چھ شعر ملتے ہین مگر چھ غیر مطبوعہ بھی ہین - غرضکہ بہت سی غزلون مین یہی صورت ہے - وہ غیر مطبوعہ اشعار بھی بہت سے ہین جو بالکل نئے ہین ان کا نقل کرنا اس لئے فضول ہے کہ جب یہ بتا دیا گیا کہ بہت سی سالم غزلین غیر مطبوعہ ہین تو پھر اب ایسے اشعار کے شمار کرانے کی کیا ضرورت باقی رہی - ہان وہ اشعار جو مروجہ بہت سے شعرون کے نقش اول ہین لکھنے کی ضرورت ہے وہ بھی کثیر تعداد مین ہین مگر مین نمونتاً چند شعرون پر اکتفا کرتا ہون - یہ شعر

بسکہ ہون غالب اسیری مین بھی آتش زیر پا — موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

پہلے یون تھا۔

آتشین پا ہون گداز وحشت زندان نہ پوچھ
موے آتش دیدہ ہی ہر حلقہ یان زنجیر کا

یا یہ شعر

بوے گل۔ نالۂ دل۔ دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا وہ پریشان نکلا

اس کا پہلا مصرع پہلے یون تہا۔

عشرت ایجاد چہ بوے گل وکو دود چراغ
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

یہ تو ہو اُن اشعار کا حال جن مین کہین کہین پورے پورے مصرعون کو بدل دیا ہی اور کہین اس سے بھی زیادہ تصرف کیا ہی مگر اس سے بھی زیادہ وہ اشعار ہین جن مین صرف ایک ایک دو دو لفظ بدلے ہین اور باقی جیسے پہلے تھے ویسے ہی مروجہ دیوان مین ہین۔ اُن کی مثال کے لئے کہان تک اشعار پیش کئے جائین بہت سے ہین مگر وہ اشعار جن کے خط وخال بھی نہین پہچانے جاتے کم ہین۔ اور نہ پہچانے جانے کی خاص وجہ یہ ہے کہ اُن مین الفاظ کا تغیر معمولی نہین ہی بلکہ لفظ بھی بدل دیے ہین زمین شعر بھی بدل دی ہی کہین بحر بھی بدل دی ہی اور تھوڑا بہت خیال مین بھی تصرف کیا ہی مثال کے طور پر اس شعر کو لیجیے ؎

نہین ذریعۂ راحت جراحت پیکان
وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کہیے

پہلے یہ خیال اس صورت مین تہا۔

جس قدر جگر خون ہو کوچہ دادن دل ہی
زخم تیغ قاتل کو طرفہ دل کشا پایا

یا یہ شعر ؎

پرتو خور سے ہی شبنم کو فنا کی تعلیم
ہم بھی ہین ایک عنایت کی نظر ہونے تک

پہلے ایک جگہ اسی مضمون کو یون کہا تھا ؎

خود شبنم آشنا نہ ہوا ورنہ تھی اسد
سرتاپا گزارش ذوق سجود تھا

یا یہ دو شعر ؎

ثابت ہوا ہے گردنِ مینا پہ خونِ خلق — لرزے ہے موجِ مے تری رفتار دیکھ کر

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے مین ہے — آبگینہ تندیٔ صہبا سے پگھلا جائے ہے

پہلے شعر مین صرف لرزشِ موج کا خیال ہے اور دوسرے مین آبگینۂ صہبا گداز کا بیان ہے۔ مگر دونون کو ایک شعر مین پہلے یون کہا تھا۔

ہجومِ فکر سے دل مثلِ موج لرزے ہے
کہ شیشہ نازک و صہبائے آبگینہ گداز

بعض ایسے شعر بھی ہین جو کہے گئے ہین ایک دوسرے کی مدد سے اور یکے بعد دیگرے ہین مگر وہ دونون انتخاب ہو کر مطبوعہ دیوان مین آگئے ہین جیسے یہ شعر ؎

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی — ہیولیٰ برقِ خرمن کا ہے خونِ گرم دہقان کا

کارگاہِ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے — برقِ خرمنِ راحت خونِ گرمِ دہقان ہے

یا یہ شعر ؎

بیان کیا کیجیے بیدادِ کاوش ہائے مژگان کا — کہ ہر اک قطرۂ خون دانہ ہے تسبیحِ مرجان کا

ودیعت خانۂ بیدادِ کاوش ہائے مژگان ہون — نگینِ نامِ دلبر ہے مرا ہر قطرۂ خون تن مین

دونون شعر ظاہرا شاید کسیکو جدا معلوم ہون مگر معترض خون کے قطرون کی تشبیہ کو دیکھے گا تو اچھی طرح سمجھ لے گا کہ کاوشِ مژہ نے ایک کو نگین بنایا ہے اور ایک کو مرجان اور نگین و مرجان مین کچھ بڑا فرق نہین ہے۔ رہے وہ شعر جو سہل ہین اور ان کی شرح کی ضرورت نہین ہے ان کی مثال مین یہ اشعار پیش کیے جا سکتے ہین مگر اس قسم کے شعر صرف برائے نام ہین۔

ظلم کرنا گدائے عاشق پر — نہین شاہانِ حسن کا دستور

دوستو مجھ ستم رسیدہ سے — دشمنی ہے وصال کا مذکور

شیخ جی کعبہ کا جانا معلوم — آپ مسجد مین گدہا باندھتے ہین

پھر بجائے نامہ لگی ہے لبِ پیکِ نامہ رسان
قاتلِ تمکین سنج نے یون خاموشی کا پیغام کیا

اسی طرح ان اشعار کی تعداد بھی بہت کم سمجھنا چاہیے جو بے حد سہل ہین مثلاً

نہ پوچھ حال شب و روز ہجر کا غالب — خیال زلف و رخ دوست صبح و شام رہا

لگے نہ غیرسنگ سر یار کے دست نگارین نے — سجائے زخم گل برگوشہ دستار ہو پیدا

جاتا ہون جدہر سب کی اٹھے ہے اُدہر انگشت

یکدست جہان مجھ سے پھرا ہو مگر انگشت

بعید الفہم اشعار سے تو دیوان ہی بھرا ہوا ہے اُن کا گنا نا گنانا سب برابر ہے انہین سے اس قسم کے اشعار پیش کرنا بھی بے سود ہے جو کسی طرح سمجھ مین نہین آتے کیونکہ میرا عذر نافہمی اپنی کوتاہی ادراک کے مطابق ہوگا - یا اُن لوگون کے موافق کہ جن سے مین نے بعض اشعار کے معنی مین مشورہ کیا - سو اس کے لئے یہ تو ضروری ہی نہین کہ تمام دنیا مجھی سی ہو جائے ممکن ہے کہ اور لوگ سمجھ لین اور ان کی قوت ادراک وہان تک پہنچ سکے جہان تک مین نہین پہونچا -

معنوی حیثیت سے دیکھئے تو غیر مطبوعہ دیوان غالب مین بقول مصنف کے ایسے اشعار بہت زیادہ ہین جن کی بنیادین خیالی مضامین پر رکھی ہوئی ہین اور جو واقعات سے کوسون دور ہین مثال کے طور پر بعض اشعار ملاحظہ فرمایئے -

کہنا یہ ہو کہ لالہ کا پھول ایک مسافر ہے جس کو بہار فرصت ہستی کی کمی کا راز معلوم ہوا اور وہ دنیا کی بے بقائی کو خوب جانتا ہے اسواسطے وہ راہ مین کسی جگہ فروکش ہونا اور قیام کرنا بالکل بیکار اور غیر ضروری سمجھتا ہے - اور عیش و سرور کو صرف اتنا ہی مدنظر رکھتا ہو کہ محمل کے اوپر ہی ایک جام بادہ پی لیتا ہے اور رخصت ہو جاتا ہے محمل وہی شاخ ہے جس پر پھول کھلتا ہے اور جام بادہ پھول کے لئے خود اس کا وجود ہے - اس مضمون کو اس طرح کہا ہے -

ہوئی جس کو بہار فرصت ہستی سے آگاہی

برنگ لالہ جام بادہ بر محمل پسند آیا

یا وہی شعر جسکی شرح مین پہلے لکھ چکا ہون -

خاکبازی امید کارخانۂ طفلی

یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

راہ خوابیدہ یعنی وہ راستہ جو کم چلتا ہے ایک دن آگاہی کے لئے گردو نکش تھی مگر

میرا نقش قدم زمین کے لئے ایک سیلی استاد کا کام دے گیا۔

رہ خوابیدہ تھی گردنکش یک درس آگاہی
زمین کو سیلی استاد ہے نقش قدم میرا

فصل بہار کی تاثیر سے آتش کا رنگ بدل گیا ہو لہذا شمع اپنے پاؤں کا کانٹا چراغ گل لیکر ڈھونڈھ رہی ہے۔ چراغ گل اسی شعلہ کو کہا ہے جو شمع میں موجود ہوتا ہو۔

زبس آتش نے فصل رنگ میں رنگ دگر پایا
چراغ گل سے ڈھونڈے ہے چمن میں شمع خار اپنا

ہوائے صبح گل کی گریبان چاکی کے سبب سے پریشان ہو لہذا اگر تجکو بھی غمخواری کرکے میرا حال دریافت کرنا ہے تو وہاں زخم پیدا کرکے مجھ سے حال دریافت کرا سکے بغیر میرا دریافت حال ناممکن ہو کہتے ہیں کہ

ہوائے صبح یک عالم گریبان چاکی گل ہو
وہاں زخم پیدا کر اگر کھاتا ہے غم میرا

اسی قسم کے سیکڑوں اشعار ہیں جنکی بنا صرف خیال پر ہے انہیں میں بعض شعر واقعاتی بھی شامل ہیں مگر استعارے اور تشبیہیں اتنی بھری ہوئی ہیں کہ انہوں نے ہر شعر کو الجھا دیا ہے اسی استعارہ در استعارہ اور تشبیہ در تشبیہ کا یہ عالم ہو کہ شعر کے سلجھانے اور سمجھنے میں پوری پوری قوت صرف کرنا پڑتی ہے اسپر بھی جہاں نامانوس ترکیبوں کا جال بچھا دیا ہے وہاں تو شارح کا دماغ صید رم خوردہ بن جاتا ہے یا حلقوں میں پھنس کر رہ جاتا ہو اور گھنٹوں اس فکر میں رہنا پڑتا ہو کہ کس طرح اس دام خم بخم سے اپنے آپ کو نجات دی جائے۔ اور کیونکر ان الجھے ہوئے پھندوں سے نکلا جائے۔

بعض ترکیبیں ایسی بھی ہیں جو حرف مشدد کا کام دے رہی ہیں ادہر بھی انکے معنی لگتے ہیں اور ادہر بھی۔ یوں بھی معنی پیدا ہوتے ہیں اور یوں بھی وہاں بھی عجیب وغریب کشمکش کا عالم پیدا ہو جاتا ہے اور شارح کے واسطے مشکلات کے سیکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں۔ جہت ترجیح کو معین کرنا تو کجا معنی لکھنا اور کسی مطلب کا بیان کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ مثلاً

نہ بھولا اضطرابِ دم شماری انتظار اپنا
کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

اسکے دو معنی پیدا ہوتے ہیں یا میرا اضطرابِ دم شماری کبھی اپنے انتظار کو بھول سکا یا میرا انتظار اضطرابِ دم شماری کو نہیں بھولا۔ یا

بت پرستی ہے بہار نقشبندیہائے دہر
ہر صریرِ خامہ میں یک نالۂ ناقوس تھا

اس میں بھی دو صورتیں ہیں۔ بہار نقشبندیہائے دہر بت پرستی ہے یا بت پرستی سے بہار نقشبندی دہر پیدا ہوتی ہے۔ اس شعر میں اگرچہ مصرعِ ثانی ایک جہت معنی کو مرجح قرار دیدیتا ہے مگر ہر شعر اور ہر مصرع میں یہ صورت نہیں ہے اور انتخاب کی زحمت کی جائے تو اس قسم کے اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

یہ مشکلیں تھیں جو مرزا کے اس کلام غیر مطبوعہ کی شرح میں حائل تھیں۔ مگر پھر بھی۔ع

شوق در ہر دل کہ باشد رہبرش در کار نیست

میں برابر اس کی تگ و دو میں لگا رہا۔ اور مدتوں تک گاہ و بیگاہ اس سلسلہ کو جاری رکھا پھر بھی کوئی خاص ارادہ اس کے طبع کرنے کا نہ تھا مگر ع

[illegible] بیرون آید و کارے بکند

اتفاق وقت کہ میری لکھی ہوئی شرح دیوان غالب جو صدیق بکڈپو میں طبع ہوئی ہے ختم ہو گئی اور ارادہ ہوا کہ اس کو دوبارہ طبع کیا جائے۔ مولانا محمد صدیق صاحب مالک صدیق بکڈپو نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اس میں اگر غالب کے وہ اشعار بھی شامل کر دیے جائیں جو اگرچہ طبع ہو گئے ہیں مگر مطبوعہ دیوان میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے اب تک منظر عام پر نہیں آئے ہیں تو شرح مکمل ہو جائے۔ میں نے بھی اس رائے میں کوئی خرابی نہ دیکھتے ہوئے قبول کر لیا اور ارادہ کیا کہ بعض ایسے اشعار کا شرح میں اضافہ کر دیا جائے جو اس دیوان کے اشعار سے ملتے جلتے ہوں۔ اور جو بے تکلف کھپ جائیں۔ ارادہ ابھی معرض التوا میں تھا اور دماغ ہنوز اس فکر میں سرگرم کار تھا کہ مولانا کو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر

عظمت الہی سلونوی اڈیٹر اخبار قیامت کے پاس ایک بیاض ہے جو انکو بالکل غیر متوقع طور پر کسی جگہ سے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اس مین پندرہ بیس غزلین ایسی ہین جو اس دیوان مین بھی نہین ہین جو حمیدیہ نسخہ کے نام سے موسوم ہے مولانا نے نہایت عجلت کے ساتھ ڈاکٹر صاحب سے مل کر اس بات کو معلوم کر لیا کہ جو کچھ سنا ہے وہ صحیح ہے مین نے خود بھی اس بیاض کو ڈاکٹر صاحب کے پاس دیکھا تھا مگر کبھی اس کے حاصل کرنے کا اس واسطے خیال نہین آیا تھا کہ وہ خود اس کے طبع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور اس کا کبھی کبھی مجھ سے ذکر بھی کیا تھا۔ مگر مولانا صدیق صاحب نے کوشش بلیغ کر کے اس بیاض کو حاصل کر لیا۔ اور اب مین نے اپنے پہلے ارادہ کو بدل کر یہ ارادہ کیا کہ اس کلام غیر مطبوعہ کے ساتھ اس بیاض کی غزلون کو بھی شریک کر دیا جائے گا تو اُن کی شرح کی ایک خاصی ضخیم کتاب ہو جائے گی۔ اسی خیال پر کاربند ہو کر خدا کا نام لیکر مین نے شرح لکھنا شروع کر دی۔

شرح کس انداز پر لکھی ہے اس کی توضیح تو آخر مضمون مین لکھون گا پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بیاض کے متعلق مفصل طریق پر کچھ لکھ دیا جائے۔

یہ بیاض مکمل نہین معلوم ہوتی اس لئے کہ اس مین صرف ایک جزو ہے اسی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی ضخیم بیاض سے کسی صورت سے جدا ہو گیا ہے۔ اس کی دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ یہ جزو جزو اول ہے۔ بلکہ یہ ایک کشکول کا ابتدائی حصہ ہے کیونکہ اس مین غالب کے اشعار کے علاوہ دوسرے اساتذہ کے بھی بعض شعر ہین اور آخر مین کچھ نسخے کچھ تعویذ وغیرہ بھی ہین غزلون کی ترتیب بھی اس صورت سے ہے کہ اول مین مرزا کی غزلین ہین اور آخر مین دوسرے لوگون کی اُن مین بھی بعض غزلین ملی جلی ہین۔

یہ بیاض قدیم زمانہ کی روش کے مطابق تمام وکمال ایک ہی خط مین لکھی ہوئی ہے اور ایک ہی کاغذ و روشنائی ہے اسی وجہ سے یہ بات آسانی سے سمجھ مین آ جاتی ہے کہ کسی دوسری جگہ سے اس بیاض پر غزلین وغیرہ نقل کی ہین

میرے خیال مین کم از کم ساٹھ ستر برس ادھر کی نہین تو چالیس پچاس برس ادھر کی لکھی ہوئی ضرور ہو اس کا کاغذ وہی قدیم ہے۔ طرز تحریر جدید نہین تمام تر قدیم وضع پر ہین۔

آب رسیدہ ہو اور اسی وجہ سے بعض جگہ سیاہی پھیل گئی ہے اور بعض مصرعے نہین پڑھے جاتے۔ بوسیدہ تو نہین ہے مگر کرم خوردہ ہو۔ کہین کہین زمانہ کے امتداد کی وجہ سے اتنی فرسودہ ہو گئی ہو کہ بعض مصرعے غائب ہین یا نہین پڑھے جاتے۔ حاشیہ پر جو ہون کے دانتون کی دست درازیان بھی ہوئی ہین۔ اور اُن سے بھی اچھا خاصہ ایک گلکاری کا منظر پیش ہو گیا ہے۔

اس کے پہلے صفحہ پر ایک عبارت درج ہے۔ جو بجنسہ دوسری جگہ آپ ملاحظہ فرمائین گے۔ اس مین درج ہے کہ کوئی صاحب شاکر تھے ان کو مرزا نے وقت بے وقت رام پور مین یہ غزلین لکھوا ئین اور وہ ان کے پاس ہین ان کا خیال تہا کہ جب دیوان طبع ہوگا تو یہ غزلین بھی اس مین شریک کردی جاوین گی مگر نہ معلوم کیا اسباب پیش آئے کہ یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا اور وہ غزلین شریک دیوان نہ ہوئین۔

تعجب اس بات کا ہے کہ مرزا کے دوستون مین ایک شخص مولوی عبدالرزاق شاکر ضرور تھے مگر اور کوئی شاکر بظاہر ان کے دوست نہ تھے اور ان شاکر کا یہانتک آنا ذرا دشوار تہا۔ مگر یہ صرف میرا خیال ہے ممکن ہے کہ وہی شاکر کبھی رام پور آئے ہون کیونکہ لکھنے والے صاحب رام پوری نہین ہین بلکہ شاہجہان آبادی ہین۔ بہر صورت زمانہ کے امتداد نے اب اس بات پر ایک پردہ ڈال دیا ہو اور یہ معلوم ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے کہ بیاض کے جمع کرنے والے کون صاحب تھے مگر جہان تک میرا خیال ہے یہ بیاض اس اصلی بیاض کی نقل ہو اصل نہین ہو۔

اس بیاض مین اٹھائیس غزلین مرزا کی ہین اُن اٹھائیس مین دو غزلین وہ ہین جو مطبوعہ موجود ہین ایک یہ کہ

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہون مجکو غم کیا ہے

مگر یہ مطلع نہیں ہے بلکہ دوسرا یہ مطلع ہے ؎

رقیب پر ہو اگر لطف تو ستم کیا ہے
تمھاری طرز روش جانتے ہیں ہم کیا ہے

یہ غزل دیوان مطبوعہ میں موجود ہے دوسری غزل یہ ہو ؎

مین ہون مشتاق جفا مجھپہ جفا اور سہی
تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی

یہ غزل مطبوعہ دیوان غالب مین تو نہیں ہے مگر اردوے معلی مین موجود ہے اور نواب علاء الدین خان علائی تخلص کے لئے لکھی ہے۔ چنانچہ مقطع مین لکھتے ہین ؎

مجھ سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی
ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی

اس کے علاوہ چکنی ڈلی کی تعریف مین یہ قطعہ جو مرزا نے کسی دوست کی فرمایش سے کلکتہ مین لکھا تھا بھی موجود ہے۔

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے

یہ وہ غزلین ہین جو مطبوعہ موجود ہین اور اس بیاض مین بھی پائی جاتی ہین۔ یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ان غزلون کے اس بیاض مین موجود ہونے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے مگر اس خیال سے ایک قسم کی تسکین ہو جاتی ہے کہ ممکن ہے مرزا نے یادداشت کے طور پر لکھا دی ہون اور یہی سبب ہو کہ جس وجہ سے یہ اصل دیوان مین بھی موجود نہین ہین۔ ایک غزل کا ایک مطلع صرف بیاض مین ہے اور ایک نہین۔ کم کیا ہے اور ہم کیا ہے والی غزل کا یہ پہلا مطلع

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہون مجکو غم کیا ہے

ممکن ہے کہ یہ غزل مرزا کو یاد ہو اور انھون نے اپنی یاد کی بنا پر مطبوعہ دیوان مین لکھوا کر ایک مطلع اور زیادہ کہہ لیا ہو۔

باقی تمام غزلین وہ ہین کہ جن کا کوئی شعر نہ مطبوعہ دیوان غالب میں ہے اور نہ غیر مطبوعہ مین اور اس کے متعلق کہین سے کوئی پتہ چلتا ہے۔ البتہ شرح لکھتے وقت بعض اشعار کی نسبت بعض لوگون نے کہا کہ یہ ہم نے پہلے بھی سُنے تھے۔

مین نے اس بیاض کو بعض ادیبون کو دکھا کر چاہا کہ اُن کی راے بھی حاصل کر لی جاے اور اس لئے سب سے پہلے اپنے معزز اور معتمد دوست مولانا نیاز فتحپوری کی خدمت مین یہ بیاض پیش کی جس مین سے انہون نے اکثر غزلون کو بطور انتخاب چُن لیا اور رسالہ نگار ماہ فروری [illegible]ء مین اُسپر اپنی راے کا اس طرح اظہار فرماکر وہ انتخاب شائع کیا۔

"اس وقت غالب کے اُردو کلام کے دو مجموعے ملک مین نظر آتے ہین ایک وہ عام اور متداول نسخہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مولانا فضل حق خیرآبادی کے مشورے سے غالب نے مرتب کیا تھا اور جسمین سے زیادہ ثقیل اور دشوار اشعار نکال دیے تھے۔ دوسرا وہ جو نسخہ حمیدیہ کے نام سے معروف ہوا اور جس کو ڈاکٹر بجنوری مرحوم نے کتب خانہ بھوپال کے ایک قدیم نسخے کے موافق مرتب کیا اور انجمن ترقی اردو نے شائع کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نسخہ مین تمام وہ اشعار موجود ہین جنکے حذف کرنے کے بعد متداول نسخہ مرتب کیا گیا تھا۔

چونکہ کتب خانہ بھوپال کا نسخہ جس کے مطابق نسخہ حمیدیہ شائع کیا گیا ہے وہ ہے جسے خود غالب نے نواب بھوپال کے پاس خدمت و اصلاح کے بعد روانہ کیا تھا۔ اس لئے خیال کیا جاتا تھا کہ اب کوئی حصہ کلام غالب کا ایسا نہین ہے جو شائع ہونے سے رہ گیا ہو لیکن حال ہی مین ایک قلمی بیاض صدیق بکڈپو لکھنؤ کو ایسی دستیاب ہوئی ہے جس مین متعدد غزلین غالب کی ایسی درج ہین جو نہ متداول نسخے مین پائی جاتی ہین نہ نسخہ حمیدیہ مین۔ اب یہان دو سوال پیدا ہوتے ہین ایک یہ کہ یہ غزلین واقعی غالب کی ہین یا نہین اور دوسرا

یہ کہ اگر غالب ہی کی ہیں تو اس نسخے میں کیوں نہیں پائی جاتیں جو بھوپال بھیجا گیا تھا۔ ام اول کے متعلق گفتگو فضول ہے کیونکہ غالب کا رنگ سخن ایسا نہیں جو چھپا رہے اور حسب دستور دواوین قائم ہوسکیں رہ گیا امر ثانی سو یہ ہوسکتا ہے کہ بھوپال والے نسخہ کی ترتیب کے بعد غالب نے اور غزلیں کہی ہوں اور ان میں سے بعض کسی نے اس بیاض میں نقل کرلی ہوں۔ یا پھر یہ وہ غزلیں ہوں جو مختلف اوقات میں غالب نے بغیر مسودہ رکھے ہوئے کسی کو سنائی ہوں اور اس نے محفوظ کرلیا ہو۔

بہرحال بیاض زیر بحث میں جتنی غزلیں پائی جاتی ہیں وہ یقیناً غالب کی ہیں جیسا کہ اقتباس ذیل سے ظاہر ہوگا۔ معلوم ہوا ہے کہ صدیق بکڈپو ان کو معہ انکی شرح کے علیحدہ یا دیوان غالب کے ساتھ ہی شایع کرانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

نیاز

اسی طرح اپنے قابل دوست اور فاضل نقاد مولانا احمد صدیق صاحب مجنون گورکھپوری اڈیٹر ایوان کو بھی یہ بیاض میں نے دکھائی۔ انہوں نے بھی بعض غزلوں کا انتخاب شائع کرکے یہ رائے دی ہے۔ وہ رسالہ ایوان جنوری ۱۹۳۱ء میں تحریر فرماتے ہیں۔

غالب کا غیر مطبوعہ کلام

ابھی کچھ بہت عرصہ نہیں گزرا جب کہ چند گنی ہوئی غزلوں کو دیوان غالب کا نام دیا جاتا تھا اور غالب کے پوجنے والے انہیں کو غنیمت سمجھ رہے تھے اس کے بعد نسخہ حمیدیہ شائع ہوا اور لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ الہامی کتاب دراصل کتنی ضخیم اور کتنی ادق ہے۔ خیال کیا یقین تھا کہ غالب کا سارا سرمایۂ سخن اب اس سے زیادہ نہ ہوگا۔ میں نے بھی یہی سمجھ کر نسخہ حمیدیہ کا مطالعہ کیا تھا۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی

جبکہ مین ابھی پچھلے ہفتہ لکھنؤ گیا اور اپنے مکرم دوست جناب مولانا عبدالباری آسی کے پاس ایک قلمی بیاض دیکھی جس مین علاوہ اور شعرا کے غالب کی بھی چند غزلین ہین - اُن مین ایک یا دو تو ایسی ہین جو نسخہ حمیدیہ اور دیوان غالب متداولہ دونون مین موجود ہین باقی سب غیر مطبوعہ ہین - بیاض یقیناً اب سے چالیس پچاس سال پہلے کی لکھی ہوئی ہے - کوئی شاکر شاہجہان آبادی تھے جو غالب کے ہمعصر تھے - اور جس زمانہ مین غالب رام پور مین مقیم تھے یہ بھی وہین موجود تھے - یہ بیاض انھین شاکر شاہجہان آبادی کی بیاض کی نقل ہو - غالب نے وقتاً فوقتاً شاکر کو یہ غزلین لکھوائی تھین تاکہ جب غالب ان غزلون کو طلب کرین گے تو شاکر ان کو بھیجدین گے اور وہ دیوان مین شامل کر لی جا دین گی - لیکن معلوم ہوتا ہو کہ اس کی نوبت نہین آئی - اور یہ غزلین کسی نسخہ مین درج نہو سکین -

یہ غزلین واقعی غالب کی ہین یا نہین اس کا ثبوت یون تو ایک یہ بھی ہو کہ ان مین ایک یا دو غزلین ایسی بھی ہین جو غالب کے مطبوعہ دیوان مین موجود ہین لیکن اگر اس دلیل سے بر طرف ہو کر صرف رنگ کلام کو دیکھا جاسے تو بھی کہنا پڑتا ہو کہ یہ غزلین غالب کی ہین - وہی بندشس الفاظ وہی اختصار و بلاغت وہی دقت نظر وہی شاعرانہ جلال جس نے غالب کو غالب بنا دیا ہے - ان غزلون کی امتیازی شان ہو -

یہ غزلین قطعاً غالب کے درمیانی دور کی ہین - جب کہ انہین توازن اور اعتدال آچکا تھا - اور جبکہ اُن کے بھٹکنے مین دوسرون کو بھی مزا آنے لگا تھا - یعنی جبکہ اُن کی پیچیدہ خیالی اور مشکل بیانی مین سلاست اور شستگی رونما ہو چلی تھی - چار غزلین یہان درج کی جاتی ہین جن مین سے ایک مومن کی اس غزل کے ساتھ کی ہو

جس کا ایک مشہور شعر یہ ہے ؎

ایک ہم ہین کہ ہوے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے

کچھ عرصہ سے نکتہ چین اور عیب بین نگاہین غالب کو طرح طرح بے نقاب کرتی رہی ہین اور غالب کا بُت توڑنے کی مسلسل کوشش ہوتی رہی ہے لیکن غالب ابھی غالب ہی۔ اور اُس کا بُت اپنی جگہ اسی طرح قائم ہے اور پوجنے والے اُس کو اسی طرح پوجتے ہین امید ہی یہ غزلین بھی تبرکات غالب سمجھی جا دین گی اور اُس کی قدر کی جائے گی۔

مجنون گورکھپوری
۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء

ان دونون موقر اور با اثر ہستیون کی راے سے قطع نظر کرکے ان غزلون کو جب غالب کے رنگ خاص کی روشنی مین لایا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ غالب کے سوا کسی اور دماغ سے نکل ہی نہین سکتین۔ امتیاز کے لئے چند شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

مستقل مرکز غم پر بھی نہین تھے ورنہ
ہم کو اندازۂ آئین وفا ہوجاتا

عشق کی کشاکش ایک مستقل کشاکش ہے اس کے غم و مسرت کا کوئی اعتبار ہی نہین۔ امید کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے اور وہ دل مین لاکھون ارمانون ہزارون تمناؤن کے انبار لگا دیتی ہے اور اس کے بعد ہی یاس کا سیلاب آتا ہی وہ اُن تمام ارمانون کو خس و خاشاک ساحل کی طرح بہالے جاتا ہے اور پھر نہ معلوم کس کس طرح منتشر کردیتا ہے۔ اسی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوے شاعر نے کہا ہے کہ اگر ہم ہمیشہ غم ہی کے مرکز پر رہتے تب بھی اتنا غم نہ تھا۔ ہم کو کم کم اس سے یہ فائدہ ہوتا کہ ہم سمجھ لیتے کہ اس قدر غم اٹھانا ہین اور اتنی وفا کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر ستم یہ ہوا کہ ہم غم مین بھی ایک حالت پر نہین رہی کبھی رہ

غم کم ہوا اور کبھی زیادہ ہوا اور اس سے ہم کو یہ نقصان پہونچا کہ آئین وفا کا پورا پورا اندازہ نہ کر سکے۔ اللہ اکبر ذرا اس مایوسی آمیز تمنا کو دیکھیے کیا کوئی شخص غالب کے سوا ایسے شعر کہہ سکتا ہے۔

دشت وحشت میں نہ پایا کسی صورت سے سراغ

گرد جولان جنون تا کئے بکارا ہم کو

یہ نازک خیالی ممکن ہی نہیں کہ غالب کے سوا اور کسی کے یہان پائی جائے۔ ع

گرد جولان جنون تا کئے بکارا ہم کو

ایک ایسا مصرع ہے جس کو کڑی کمان کا تیر کہہ سکتے ہین جس پر سیکڑون مضمون آفرینیان اور شوکت الفاظ قربان ہین۔

قاعدہ ہے کہ گرد جولان جنون ساتھ ساتھ ہی رہتی ہے مگر اس جنون کے حدود کو دیکھئے جس مین وحشی کا پتہ گرد جولان جنون کو بھی نہ ملے۔

سایہ سان افتادگی تھی عجز بسمل کی دلیل

اے اسد زور آزما بازوے قاتل کیا ہوا

قاتل بے رحم نے جو تکلیف گوارا کی کہ ایک بسمل کے قتل کے لئے زور آزمائی کی یہ زیادتی اور فضول کام تھا اس کی افتادگی کو دیکھنا چاہئے تھا۔ اور اسی سے اس کے عجز کا پتہ چلانا چاہئے تھا۔ تاکہ اس کو اس زحمت بیجا کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

چونکہ شرح کرنے مین ایک تطویل لاطائل کا اندیشہ ہے اس لئے مین صرف ان اشعار کا انتخاب پیش کر کے اپنے اور ناظرین کے وقت کو بچانا چاہتا ہون۔ مگر اتنا ضرور رہے کہ مین اس مین یہ خیال رکھون گا کہ ہر قسم کے کلام کا نمونہ علیحدہ علیحدہ پیش کرون۔

ہر طرح جو نازش سرمایۂ کونین تھا

کیا بتاؤن ہم تو اتجھ سے کرو وہ دل کیا ہوا

نسیم مصر جب کنعان مین بوے پیرہن لائی
پے یعقوب ساتھ اپنے نوید جان و تن لائی
وقار ماتم شب زندہ دار ہجر رکھنا تھا
سپیدی صبح غم کی دوش پر رکھ کر کفن لائی
وفا دامن کش پیرایۂ ہستی ہے اے غالب
کہ پھر نزہت گہِ غربت سے تا حد وطن لائی

وہ رنگ ملاحظہ فرمایئے جو غالب کے لئے سرمایۂ نازش ہے -

نمایش پردہ دار طرز بیداد تغافل ہے
تسلی جان بلبل کے لئے خندیدن گل ہے
نمود عالم اسباب کیا ہے لفظ بے معنی
کہ ہستی کی طرح مجکو عدم مین بھی تامل ہے

اس شعر مین وہی پیش افتادہ بات ہے جو دیکھنے والون نے ہزارون شعرون مین دیکھی ہوگی - دنیا کی بے ثباتی کا ایک فلسفہ عام ہے جسے سب جانتے ہین مگر مرزا نے اپنا استدلال منطقی پیش کر کے اُسے بالکل الگ کر لیا ہے مطلب یہ ہے - دنیا کی نمایش ایسی ہے جیسے ایک لفظ ہو جس کے کوئی معنی نہین ہین - پھر جب کوئی معنی نہین ہین تو معلوم ہوا کہ وہ ایک لفظ بے معنی ہے پھر جب بے معنی ہے تو اصل مین کچھ بھی نہ رہا ایک نمایش ہی نمایش رہ گئی - پھر جب ایک چیز اصل ہی مین کچھ نہین ہے اور جب اس کی ہستی ہی نہین ہے تو پھر عدم کا جھگڑا کیا اب سمجھئے ۔ ع

کہ ہستی کی طرح مجکو عدم مین بھی تامل ہے

پہلے شعر مین خندۂ گل کو چراغ سے تشبیہ دیتے ہین اور اس صفائی سے تشبیہ دیتے ہین کہ ہر معمولی غور کرنے والا بھی یہ سمجھ لے گا کہ یہ غالب ہی کا رنگ ہے -

بد تر از ویرانہ ہے فصل خزان مین صحن باغ   خانۂ بلبل بغیر از خندۂ گل بے چراغ

یا یہ شعر ؎

ہان بغیر از خواب مرگ آسودگی ممکن نہین

رخت ہستی باندھ تا حاصل ہو دنیا سے فراغ

شور طوفان بلا ہی خندۂ بے اختیار

کیا ہو گل کی بے زبانی کیا ہو یہ لالہ کا داغ

صاف رنگ دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ غالب کے سہل ممتنع اشعار سے انکا درجہ کیا کم ہے ؎

درد ہو دل مین تو دوا کیجے

دل ہی جب درد ہو تو کیا کیجے

ہم کو فریاد کرنی آتی ہے

آپ سنتے نہین تو کیا کیجے

دشمنی ہو چکی بقدر وفا

اب حق دوستی ادا کیجے

بعض غزلین اس مین اُن زمینون مین بھی ہین جو مرزا کے معاصرین کے یہان پائی جاتی ہین۔ چنانچہ حکیم مومن خان صاحب کی یہ مشہور و معروف غزل ؎

ناوک انداز جدہر دیدۂ جانان ہونگے

نیم بسمل کئی ہون گے کئی بیجان ہونگے

حقیقت یہ ہے کہ مومن نے اس غزل مین بعض بعض شعر ہمت شکن کہہ ہین چنانچہ ان کا یہ مقطع ؎

عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن

آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

ایسا ہے کہ اس کا جواب ہونا دشوار ہی مگر مرزا نے بھی مقطع اپنے خاص انداز مین کہا ہی اور کیا خوب کہا ہے ؎

موت پھر زیست نہ ہو جائے یہ ڈر ہے غالب
وہ مری قبر پہ انگشت بدندان ہونگے

اور ایک شعر اپنے رنگ خاص مین کہا ہے ؎

حسن بے پروا گرفتار خود آرائی نہ ہو
گر کمین گاہ نظر مین دل تماشائی نہ ہو

اس قدر اشعار نمونہ کلام کے لئے کم نہین ہین کہ اور زیادہ زحمت کی جائے پوری کتاب ہے اُس مین تمام غزلین معہ شرح کے ہین۔ دیکھنے والے آپ ہی دیکھین گے اور اندازہ کرین گے مگر غالباً اس قدر کاوش کے بعد مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ غزلین یقیناً مرزا ہی کی ہین۔ جو ان کی اس زمانہ کی کاوش فکر کا نتیجہ ہین۔ جب وہ بیدل اور شوکت و جلال و اسیر کے رنگ کو چھوڑ چکے تھے اور ان کی قوت فکر سیدھی راہ پر آ گئی تھی۔ جب اُن کو خیالی مضامین کی جگہ واقعاتی اور جذباتی رنگ سے زیادہ لگاؤ ہو چلا تھا۔

یہ بات اب بھی رہی جاتی ہے کہ یہ غزلین کہان سے اور کیونکر بہم پہونچی ہین سو اس کے بارے مین جو کچھ مین پہلے لکھ چکا ہون وہ کافی ہے اور اصل تو یہ ہے کہ جب ہم سمجھ چکے ہین کہ یہ کلام مرزا کے کلام کے سوا اور کسی کا ہو ہی نہین سکتا تو پھر کسی اور کاوش کی ضرورت ہی کیا ہے کہین سے بہم پہونچا ہو اور کسی طرح پہونچا ہو۔ بہر صورت کلام اُن کا ہے۔ شاکر اُن کے دوست مولوی عبدالرزاق تھے۔ خدا معلوم یہ وہی ہین یا اور کوئی۔

اُن کی دو غزلین۔ ایک یہ کہ ؎

بتائین ہم تمھارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے

اور ایک یہ کہ ؏

یا مجھے شبنم گریان ہی بنایا ہوتا
ورنہ یارب گل خندان ہی بنایا ہوتا

اس بیاض مین پائی جاتی ہین مگر ان مین سے دوسری غزل نواب الہی بخش خان معروف کے نام سے بھی ملتی ہے اور پہلی غزل غالب کے نام سے کسی

رسالے مین شائع ہو چکی ہے۔ دوسری غزل کو مین کبھی درج نہ کرتا اگر وہ مجھے ایک اور بیاض مین بھی غالب کے نام سے نہ ملتی اگرچہ اس مین بھی آخر مین تخلص معروف ہی کا ہے مگر پیشانی پر مرزا کا نام ہے۔ اس مین بہادر شاہ کی غزل بھی ہو۔ ممکن ہو کہ مرزا نے اُسی رنگ مین یہ غزل کہی ہو۔ اور دانستہ دیوان مین نہ لکھی ہو۔ بہرحال یہ مرزا کے رنگ کے خلاف ہے۔ پہلی غزل ذوق کی نکالی ہوئی زمین مین ہو جو یہ ہو ؎

ترے کوچے کو ہم بیمارِ غم دارالشفا سمجھے

اگرچہ اس مین بھی مرزا کا رنگ نہین ہو مگر بہت ممکن ہو کہ مرزا نے ذوق کے رنگ مین کہہ کر ضائع کر دی ہو۔ اس مین صرف تشبیہات ہین اور کچھ نہین۔

میرے پاس جو دوسری بیاض ہو اور جس مین علاوہ ان دو غزلون کے دو غزلین اور بھی اس بیاض کی ملتی ہین وہ بیاض ساٹھ پینسٹھ برس کی لکھی ہوئی ہے۔ اور اس مین جا بجا تاریخین بھی ہین۔ اس مین غالب کے علاوہ دوسرے اساتذہ کی غزلین بھی ہین۔ متفرق لوگون نے اس کو لکھا ہو اور جا بجا تاریخہائے تحریر بھی اس مین درج ہین۔ مگر اس کے اصل جامع منشی عبدالغفار متخلص بہ اخگر الدنی ہین۔ جن کے اخلاف اب بھی قصبہ الدن مین موجود ہین۔ یہ بیاض بہت ہی قدیم ہے۔ دو غزلین مرزا کی ایسی اس مین اور بھی پائی جاتی ہین۔ جو اس بیاض مین بھی موجود ہین۔

مین نے ترتیب شرح مین کوئی خاص تفریق دونون کلامون مین نہین کی ہو۔ صرف یہ کافی سمجھا ہے کہ اس بیاض کی ہر غزل کے اول مین لفظ غیر مطبوعہ لکھدیا ہے اور اسی پر اکتفا کی ہے۔

شرح کے بارے مین مجھے یہ عرض کرنا باقی رہ گیا ہے کہ اُن دقتون کو جو مین اسی مقدمہ مین لکھ آیا ہون نظرانداز کرنے کے بعد بھی غالب کی غزلین ایسی نہین رہ جاتین کہ آسانی سے اُس پر خامہ فرسائی کی کسی کو ہمت ہو

انمین بھی غور و فکر کی سخت ضرورت ہے اور مین نے کافی محنت کے بعد معنی بیان کئے ہین۔ ہان دو باتین ضرور مد نظر رہی ہین۔ ایک یہ کہ بیکار کا طول نہو اور جو کچھ لکھنا ہے وہی لکھون معانی کو سعدان بن لند ہور کی داستان بنا کر وانظان نگویون کا پیرو نہ بنون۔ دوسرے اکثر ترکیبون کو اصلی صورت شرح مین اس لئے لے آیا ہون کہ ان کا ترجمہ کرنا اصل مطلب سے دور ہو جاتا ہے لہذا اس کا اظہار صرف اس غرض سے ضروری ہے کہ معترضین حضرات یہ فرمانے کی زحمت گوارا نہ فرمائین کہ نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔

مین نے اپنی سمجھ کے موافق اور اپنے ادراک کے مطابق معانی بیان کئے ہین مگر مین جانتا ہون کہ میرے کبھی فیصلے سے نقادون کی مطالب آفرین ذہنیت پر مہر خاموشی نہین لگ سکتی اور دوسرے معانی بیان کرنے کی گنجایش رہ جاتی ہے کیونکہ اس کلام سے نسبتاً کئی گنا وہ کلام آسان ہی جو مطبوعہ دیوان غالب مین ہے جب آج تک اُن کے معنی اور مطلب سے اہل ادب مطمئن نہین ہوئے اور روز نئی نئی کاوشین جدید شرحون کی تیاری مین پیش کی جا رہی ہین تو پھر اس کے مقابلہ پر یہ کلام تو سنگلاخ سے بھی زیادہ ہے اس سے کیونکر دنیا مطمئن ہوگی اور کیونکر صبر کے ساتھ اُن کو سُنے گی۔ کسی جدید تصنیف کا انعام اس زمانہ مین یہی ہے کہ لوگ اُسپر جی کھول کر اعتراض کرین اور غریب مصنف دم نہ مارے۔ پھر خلاف قانون قدرت میری شرح اور مین کیونکر ایسے اعتراضات سے بچ سکتے ہین۔ لہذا پہلے ہی اس کا شکریہ ادا کر کے اعتراضون کو تسلیم کئے لیتا ہون مگر گستاخی کی معافی چاہ کر اتنی گزارش ہے کہ اعتراض فرماتے وقت میری محنت پر نظر کرتے ہوئے ایک مرتبہ اور صرف ایک مرتبہ از راہ انصاف اُن مطالب کو بھی غور سے دیکھ لیا جائے جو مین نے عرض کئے ہین تو بعید از بندہ نوازی نہوگا۔ اس سے زیادہ کسی صلے کی تمنا نہین اسی لئے مین چاہتا ہون کہ ایک مرتبہ ترکیب کے ساتھ پھر اپنی شرح کا طریقہ تشریح اہل نظر کو سمجھا دون اس کے بعد اس مقدمہ کو ختم کر دون۔

(۱) کسی ایسی جگہ جہان مجھے معانی کے بیان کرنے اور شعر کے سمجھنے مین دقت واقع ہوئی ہے وہان مین نے اہل نظر سے اس کی تحقیق کی ہے۔ اس مین دو صورتین پیدا ہوئی ہین۔ یا اہل نظر حضرات میرے موافق ہوے ہین اور یا مخالف۔ اگر موافق ہوے ہین تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہین رہا ہے۔ مین نے وہ معنی لکھدیے ہین اور جہان مخالف ہوے ہین وہان دو صورتین مدنظر رہی ہین۔ کہین کہین اپنے خیال کے لکھنے کے بعد اُن حضرات کا خیال بھی ظاہر کردیا ہے اور دونون معنی اس صورت سے بیان کردیے ہین کہ یہ معنی بھی ہوسکتے ہین اور یہ بھی۔ بعض جگہ اُن کے خیال پر اور بعض جگہ اپنے خیال پر جہت ترجیح کو معین کردیا ہی مگر اس اشارہ سے اول سے آخر شرح تک احتراز کیا ہے کہ یہ معنی میرے ہین اور یہ فلان صاحب کے۔

(۲) جو معنی باوجود تحقیق و تفتیش کے بھی سمجھ مین نہین آئے وہان صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ معنی کچھ اچھی طرح سے ذہن نشین نہین ہونے یا شعر کا کچھ حاصل سمجھ مین نہین آتا۔

(۳) مرزا کے غیر مطبوعہ کل کلام کو اس شرح مین نہین لیا گیا ہو بلکہ اُسمین سے اشعار منتخب کرلئے گئے ہین۔ کل کلام کی شرح نہ لکھنے کی وجہ خاص مین دو باتین پیش کی جاسکتی ہین۔ بعض اشعار کی پیچیدگی ترکیب اور ژولیدگی بیان نے اُن کے حل کرنے کی ہمت ہی دبند ھنے دی نہذا ان کو نظرانداز کردیا۔ اور بعض اشعار ایسے تھے جنپر بار بار نگاہین ڈالین اور آخر مین حل ہو جانے کے بعد اُن سے کوئی نتیجہ خاص برآمد نہین ہوا۔ اور اُن کو شرح مین شامل کرنے کے لایق نہین سمجھا گیا بعض اشعار حل بھی ہوے اور اکثر ان مین سے ایسے بھی تھے کہ وہ داخل شرح کئے جاتے مگر معلوم ہوا کہ بالکل وہی شعر فارسی مین ہین یا ان مین فارسی اتنی شامل ہو کر اُردو مین لانے کی گنجایش ہی نہین ہے۔

(۴) قصائد غیر مطبوعہ کو جو بہت ہی کم تعداد مین ہین بالکل نہین لیا گیا اور اُنکی جانب توجہ نہ کرنے کی خاص وجہ یہ تھی کہ ان مین بیشتر وہی رنگ ہی جو قابل شمول نہین ہو اور اگر اتفاقیہ طور پر کچھ شعر ایسے ہین بھی جنپر اعتنا کی جاسکے تو وہ یون بیکار تھے

کہ شرح مین دو چار قصیدے بھی نہین کہ ان کے ساتھ یہ شعر بھی نبھ جائین بہرحال وہ نہین لئے گئے۔

(۵) باوجود اس کے کہ دو ایک غزلین ایسی ہین جنھین مین جانتا ہون کہ یہ دوسرے لوگون کے نام سے بھی ملتی ہین اور ان مین غالب مرحوم کا رنگ بھی نہین ہے پھر بھی چونکہ قدیمی اور قلمی دو بیاضون مین ان کو غالب ہی کے نام سے دیکھا گیا اس لئے خوش عقیدگی ان کے نظرانداز کرنے پر رضامند نہین ہوئی۔ اور مجبوری اُن کو بھی لکھ دیا گیا۔ اور یہ سمجھ لیا گیا کہ ممکن ہے یہ غزلین مرزا نے اپنی زندگی مین ان لوگون کو کہکر دیدی ہون۔ اُن کی زندگی تک اُن کی رہین اب وہ پھر بمصداق حق بحق دار رسید مرزا کی طرف پلٹ آئین۔

دو تین غزلین ایسی ہین جو قطعات مین شامل ہین دیوان مین نہین ہین اور جہان تک میرا قیاس ہے مرزا صاحب نے اپنے شکوہ کلام سے ان کو علیحدہ سمجھکر داخل دیوان نہین کیا۔ مگر مرزا کی نظر اور تھی اور میرا خیال اور۔ وہ مصنف تھے مین شارح ہون میرا تو یہ فرض تھا کہ اگر ایسا کلام جو مغلق بھی نہو۔ نظرانداز ہونے کے قابل بھی نہو۔ اس مین اگر عیب ہے تو بس اتنا ہو کہ وہ سادہ ہے اتنی معانی آفرینی نہو۔ اگر اور کہین سے تھوڑا بہت بھی دستیاب ہو جائے تو مین شامل شرح کردون۔

(۶) اکثر اشعار کی شرح مین یہ کوشش کی ہے کہ وہی الفاظ باقی رہین جو مرزا نے شعر مین رکھے ہین اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان الفاظ کے معنی بیان کئے جاتے ہین تو شعر بالکل کھنکھنا ہو کر رہ جاتا ہے اور اسی ایک لفظ کے معنی بیان کرنے سے ہرگز ہرگز شعر مین وہ جان نہین رہتی جو اُس لفظ کے ہونے مین ہے۔ مجبوراً اسی لفظ یا اسی ترکیب کو رکھنا پڑا ہے اور ایک ہی دائرے مین رہ کر معنی سمجھا دیے ہین اور جہان تشریح کی ہے وہان سیکڑون دشواریون کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مرزا کو لفظ کے چلنے اور ان کو برمحل صرف کرنے مین ایسا زبردست ملکہ قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا کہ وہ جس ایک لفظ کو چن کر رکھدیتے ہین اس پر گویا پوری عمارت شعر کی بنا ڈال دیتے ہین اگر اس کو نکال دیا جائے تو پورا شعر زیر و زبر ہو کر رہ جاتا ہے

اور باوجود تشریح کے شعر اور الجھ جاتا ہے۔ اس قسم کے اشعار مین پھر کر وہی لفظ رکھے ہین اور شرح مین بھی لوٹ پھیر کر انھین لفظون کو لایا گیا ہے۔ ناواقف اسپر عدم اعتنا کا الزام دے سکتے ہین مگر جاننے والے سمجھ لین گے کہ اس مین غریب شارح کا قصور نہین ہے۔

(۷) جو شعر پہلے دیوان کی مطبوعہ غزلون کے ہین اُن مین یہ بتانے کی ضرورت نہین سمجھی گئی ہے کہ یہ فلان غزل کے شعر ہین اس لئے کہ جو لوگ دیوان کے مطالعہ سے پورے طور پر بہرہ ور ہو چکے ہین وہ خود ہی سمجھ لین گے اور جو نہین جانتے اُن کو یہ بتانا ہی فضول اور بیکار تہا۔ وہ لاکھ تشریحون کے بعد بھی نہین سمجھ سکتے۔

(۸) بادی النظر مین بعض شعرون کی شرح الجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر اُن پر یہ حکم لگا دینا سراسر جلد بازی اور سراسر خلاف انصاف ہے کہ یہ غلط ہے یا یہ مہمل ہے۔ ٹھنڈے دل سے اسپر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے اختصار منظور تہا اس لئے صفحے کے صفحے رنگنے کے بجاے چند الفاظ مین اُن کے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ اور اسی قسم کی بعض باتین شرح مین ہین جن پر غور و انصاف کی سخت ضرورت ہے۔ ورنہ مہمل اور غلط کا حکم لگا دینا تو ہمیشہ آسان رہا ہے اور رہے گا۔

عبدالباری آسی
۵ مارچ ۱۹۳۱ء لکھنؤ


عبدالباری آسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشعار غیر مطبوعہ دیوان غالب

از غزل

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا

لذت ایجاد ناز افسونِ عرضِ ذوقِ قتل نعل آتش میں ہے تیغِ یار سے نخچیر کا

یار کے ایجاد ناز کی لذت۔ لذت نہیں بلکہ وہ ایک افسون ہے جس کی خاصیت ہے ہر عاشق عرض ذوق قتل پر مجبور ہو جاتا ہے۔ نعل در آتش بودن ایک فارسی کا محاورہ ہے جس کے معنی بے قرار ہونے کے ہیں اس لئے مصرعہ ثانی کے یہ معنی ہوئے کہ تیغ یار کو دیکھکر نخچیر (شکار) جان دینے کے لئے بے قرار ہو رہا ہے۔ غالباً اسی شعر کو دیکھکر دیوان [illegible] کہا گیا ہے ؎

جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

خشت پشت دست عجز و قالب آغوش وداع پُر ہوا ہے سیل سے پیمانہ کس تعمیر کا

ہر خشت ایک دست عجز کی پشت بنی ہوئی ہے۔ دست عجز دم [illegible] جو عاجز ہو چکا یا جو جنگ سے عاجز ہو کر روک لیا جائے اور قالب خشت معلوم ہوتا ہے کہ ایک آغوش وداع ہے یہ حالت دیکھکر حیرت سے پوچھتا ہے کہ کس تعمیر کو سیل نے برباد کر دیا ہے کہ سر [illegible]

سے یہ عالم ہے۔

وحشتِ خوابِ عدم شورِ تماشا ہے اسدؔ   جو مژہ جوہر نہیں آئینۂ تعبیر کا

ہر مژۂ چشم کو جوہر آئینہ تعبیر کا ہونا چاہیئے۔ جو مژہ (پلک) یہ صفت نہیں رکھتی وہ مژہ مژہ نہیں ہے۔ بلکہ خواب عدم کے لئے وحشت ہے اور تماشا کے لئے شور ہے یا یہ کہ شور تماشا خواب عدم کے لئے وحشت بنگیا ہے یہی سبب ہے کہ مژہ جوہر آئینہ تعبیر نہیں ہے۔

تغافل بدگمانی بلکہ میری سخت جانی سے   نگاہ بے حجاب ناز کو بیم گزند آیا

تغافل کی وجہ سے۔ بدگمانی کی وجہ نہیں نہیں ان سب کی وجہ سے نہیں بلکہ میری سخت جانی کی وجہ سے اس کی نگاہ بے حجاب ناز کو کسی نقصان پہونچنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مجھ تک نہ پہونچ سکی۔ بیم کو اس میں بہ تذکیر استعمال کیا ہے۔

فضائے خندۂ گل تنگ و ذوقِ عیش بے پروا   فراغت گاہ آغوشِ وداعِ دل پسند آیا

خندۂ گل کی فضا تنگ ہے اور عیش کا ذوق بے پروا ہے لہٰذا ان سب کا اثر یہ ہوا کہ ہم کو عالم آغوش و وداع دل پسند آگیا ہے۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ فضائے خندۂ گل تنگ ہے اور عیش کا ذوق کچھ اس کی پروا بھی نہیں کرتا۔ اس کو گل سے اگر کوئی بات پسند ہے تو یہ کہ وہ یعنی پھول آغوش و وداع دل کی فراغت گاہ میں آپہونچا ہے۔ پھول کی صورت موجود کو آغوش و وداع دل کہا ہو اور دل وداع شدہ وہ صورت گل جو حالت غنچگی میں تھی۔

ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی   برنگِ لالہ جامِ بادہ بر محمل پسند آیا

جس کو ہستی (زندگی) کی بہار فرصت کا وقوف ہو گیا یعنی جس نے یہ سمجھ لیا کہ بہار زندگی کی پائداری کتنی ہے تو عیش دنیا کو حالت رواروی میں تمام کر دیا۔ جیسے کہ لالہ جام بادہ محمل پر پی لیتا ہے۔ لالہ کے پھول کو جام بادہ سے اور شاخ گل لالہ کو محمل سے استعارہ کیا ہے لالہ کا محمل پر جام پیا بہت ہی نادر مضمون اور خیال ہے۔

سوادِ چشمِ بسمل انتخابِ نقطہ آرائی — خرامِ نازِ بے پروائی قاتل پسند آیا

بسمل کی آنکھ کی سیاہ پتلی نقطہ آرائی کا انتخاب ہے یعنی وہ نقطہ ہے جو انتخاب مین لگا دیا کرتے ہین اور یہ انتخاب کا نقطہ اس لئے ہے کہ وہ قاتل کی بے پروائی کو پسند کرتا ہے۔
رسم ہے کہ کتاب کے دیکھنے مین جو شعر یا عبارت وغیرہ پسند آتی ہے اسپر ایک نقطہ لگا دیتے ہین اور اس کو نقطۂ انتخاب کہتے ہین۔ ایک جگہ یون کہا ہے ؎

روانی ہائے موجِ خونِ بسمل سے ٹپکتا ہے
کہ لطفِ بے تحاشا رفتنِ قاتل پسند آیا

اسدؔ ہر جا سخن نے طرحِ باغِ تازہ ڈالی ہے — مجھے رنگِ بہارِ ایجادیِ بیدل پسند آیا

اے اسد ہر جگہ اس کی سخنوری نے ایک ہرا بھرا باغ لگا دیا ہے مجھکو بیدل کی بہارِ ایجادی کا رنگ پسند آ گیا ہے۔ یہ غزل بھی غالباً اس وقت کی ہے جب مرزا غالب بیدل و علی سرہندی وغیرہ کا اتباع کرتے تھے۔

عالم جہان بعرضِ بساطِ وجود تھا — جون صبح چاکِ جیب مجھے تار و پود تھا

دنیا بھر جس جگہ اپنے بساطِ وجود کو پیش کر رہی تھی یعنی روزِ ازل مین جب دنیا و اہلِ دنیا وجود مین آنے والے تھے میرا چاکِ گریبان اس وقت بھی صبح کی طرح تار تار تھا۔ یعنی جب کہ دنیا کا وجود بھی نہ تھا مین اس وقت بھی دیوانہ تھا۔

بازیٔ خورد فریب ہے اہلِ نظر کا ذوق — ہنگامہ گرمِ حیرتِ بود و نبود تھا

اہلِ نظر کے ذوق نے دنیا مین فریب سے بازی کھائی ہے کیونکہ ہنگامۂ دنیا گرم ہی اس لئے تھا کہ بود و نبود کی فکر مین ذوقِ اہلِ نظر مبتلا ہو رہا تھا۔ یعنی اپنی ہستی یا دنیا کی ہستی کو سوچ رہے تھے کہ آیا ہم ہین یا نہین۔ ایسا ہی کچھ ہے کہ ؎

ہان کھائیو مت فریبِ ہستی — ہرچند کہین کہ ہے نہین ہے

تنگیِ رفیقِ رہ تھی عدم یا وجود تھا　　میرا سفر بہ طالعِ چشمِ حسود تھا

خواہ میں راہ وجود کو طے کر رہا تھا - اور خواہ راہ عدم کو - دونوں حالتوں میں تنگی - تنگدلی میری رفیق راہ تھی اور میرے سفر کی یہ حالت چشم حسود کی سی حالت تھی کہ تنگی اُن کی ہر صورت میں رفیق ہے - حاسدوں کی تنگ چشمی مشہور و معروف ہے خود مرزا ایک جگہ لکھتے ہیں ؎

دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

تو یک جہاں قماشِ ہوس جمع کر کہ میں　　حیرت متاعِ عالمِ نقصان و سود تھا

ہوس کا اسباب تو ہی جمع کر یہ تجھی کو مبارک رہے کیونکہ میں جب سے عالم میں آیا حیرت مجھ پر مسلط رہی اسی لئے نقصان و سود کی تمیز میں حیران و سرگرداں رہا - اور مجھ سے کچھ بھی نہ ہو سکا -

گردشِ محیطِ ظلم رہا جس قدر فلک　　میں پائمالِ غمزۂ چشمِ کبود تھا

یعنی جب تک کہ آسمان ظلم کی گردش کا دائرہ کئے رہا اس وقت تک میں برابر چشم کبود کے غمزوں کا پامال رہا چشم کبود سے پامالی بہ لحاظ گردش فلک ہے -

پوچھا تھا گرچہ یار نے احوالِ دل مگر　　کس کو دماغِ منتِ گفت و شنود تھا

اگرچہ یار نے دل کا حال پوچھا تھا مگر ہم کو گفت و شنید کا دماغ ہی نہیں کہ حال بیان کرتے اور گفت و شنید کا احسان اٹھاتے -

خور شبنم آشنا نہ ہوا ورنہ میں اسد　　سر تا قدم گزارشِ ذوقِ سجود تھا

کیا کیا جائے آفتاب نے کبھی شبنم کی طرف توجہ ہی نہ کی ورنہ اے اسد میں سر تا پا ذوق سجود کی گزارش کئے ہوئے [illegible] ذوق [illegible] ہوا تھا

اس کو جذب کرتا ہے۔ ایک شعر بھی ایسا ہی کہہ رہا ہے ؎

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
ہم بھی ہیں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب   ہم نے دشت امکاں کو ایک نقش پا پایا

یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ تمنا یہاں آئی تھی اور اس جنگل سے گزر رہی تھی۔ مگر اے میرے خدا تمنا کا دوسرا قدم کہاں پڑا۔ کیونکہ یہ دشت امکان ایک نقش قدم ہے دشت امکان کو نقش قدم سے تشبیہ دی ہے یعنی یہ عالم تمنا کے قیام کی جگہ نہیں ہے۔ تمنا یہاں کی حالت سے گھبرا کر اتنی جلد یہاں سے گزر گئی کہ اس کا ایک قدم تو یہاں پڑا جو دشت امکان کی صورت میں ہے دوسرے قدم کا پتہ نہیں یا یہ کہ ہماری تمنا کے ایک نقش قدم نے پوری دشت امکان کو گھیر لیا دوسرا قدم خدا معلوم کہاں ڈالے

بے دماغ خجلت ہوں رشک امتحاں تا کے   ایک بیکسی تجھ کو عالم آشنا پایا

خجلت اور شرمندگی نے مجھے بیدماغ بنا دیا ہے کہاں تک امتحان کے رشک کو گوارا کروں اے بیکسی میں نے بارہا آزمایا۔ اور ایک تیری ذات کو دنیا کا آشنا پایا۔

خاکبازی امید کارخانۂ طفلی   یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

دنیا میں کوئی امید کرنا گویا ایک خاکبازی اور خاک سے کھیلنا ہے اور یہ سب بچوں کے گھروندے سے مشابہ ہے۔ کیونکہ یاس اہل امید کی امیدوں پر ہنس رہی ہے اور دونوں عالم میں اگر کسی کے دونوں ہونٹ ہنسی سے کھلے ہوئے ہیں تو وہ یاس کے لب ہیں۔

کیوں نہ وحشت غالب باج خواہ تسکیں ہو   کشتۂ تغافل کو خصم خونبہا پایا

غالب کی وحشت کیوں نہ تسکین کا خراج وصول کرے۔ کیونکہ وہ شخص جسے تغافل نے مار ڈالا ہے وہ خونبہا کا دشمن ہے۔

فکر نالے میں گویا حلقہ ہوں ز سر تا پا   عضو عضو جوں زنجیر یک دل صدا پایا

مین فکر نالہ مین گویا کہ سراپا حلقہ بن گیا ہون اور زنجیر کی طرح میرا ایک ایک عضو صدا دینے کے واسطے یکدل اور یک زبان ہے -

شب نظارہ پرور تھا خواب مین خیال اسکا　　صبح موجۂ گل کو نقش بوریا پایا

رات مین نے اس کو خواب مین دیکھا اور اس نے میری نظارہ پروری کی صبح اسکا یہ اثر تھا کہ میرا بوریا موجِ گل بن گیا تھا -

جسقدر جگر خون ہو کوچہ دادنِ دل ہے　　زخم تیغ قاتل کو طرفہ دل کشا پایا

یعنی جس قدر جگر خون ہو - وہ گویا دل کو راہ دینا اور دل کو راہین پیدا کرنا ہے وجہ یہ ہے کہ تیغ قاتل بڑی ہی دل کشا ہے -
تیغ قاتل کو دل کشا کہنا - یا زخم قاتل کو دل کشا باندھنا مرزا کا ایک اختراعی مضمون ہے جسکا انھون نے اپنے ایک رقعہ مین ذکر کیا ہے یہی مضمون اُردو مین اور یہی فارسی مین اور جگہ بھی کہا ہے جیسے کہ ؎

نہین ذریعہ راحت جراحت پیکان
وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کہیے

کارخانہ سے جنون کے بھی مین عُریان نکلا　　میری قسمت کا نہ اک آدھ گریبان نکلا

مین کارخانہ جنون سے ناکام واپس آیا اور اس کارخانہ مین بھی میری قسمت کا کوئی گریبان نہ نکلا - کارخانہ جنون مین بہت سے گریبانون کا ہونا لازمی تھا -

کچھ کھٹکتا تھا مرے سینہ مین لیکن آخر　　جسکو دل کہتے تھے سو تیر کا پیکان نکلا

یہ تو مجھے معلوم تھا کہ میرے سینہ مین کچھ کھٹکتا رہا ہے گر مین سمجھتا تھا کہ شاید یہ دل ہے اب آکر معلوم ہوا ہے کہ دل نہین ہے بلکہ وہ تیر کا پیکان ہے -

ساغر جلوہ سرشار ہے ہر ذرۂ خاک　　شوق دیدار بلا آئینہ سامان نکلا

خاک کا ہر ذرہ ایک ساغر جلوہ سرشار معلوم ہوتا ہے میرا شوق دیدار بھی بلا کا آئینہ سامان ہے یعنی دنیا کے ہر ذرہ کو اس نے آئینہ جمال دلبر بنا دیا ہے۔

کس قدر خاک ہوا ہے دل مجنون یارب نقش ہر ذرہ سویداے بیابان نکلا

اے میرے اسد آخر دل مجنون کس قدر خاک ہوا ہے کتنا خاک مین ملا ہے کہ ہر ذرہ کا نقش سویداے دل بیابان بن گیا ہو اور یہی نشان ہے خاک ہونے کا۔

شور رسوائی دل دیکھ کہ اک نالہ شوق لاکھ پردہ مین چھپا پھر وہی عریان نکلا

دل کی رسوائی کے شوق کو دیکھئے کہ ایک نالہ شوق لاکھ پردون مین چھپا اور مستور رہا۔ مگر پھر بھی اُس کی عریانی ظاہر ہو کر رہی اور جب نکلا تو عریان ہی نکلا۔

شوخی رنگ حنا خون وفا سے کب تک آخر اے عہد شکن تو بھی پشیمان نکلا

رنگ حنا کی شوخی خون وفا سے کہان تک قائم رہتی۔ آخر کار اے بد عہد تجھے بھی پشیمان ہونا پڑا۔

مین بھی معذور جنون ہون اسد خانہ خراب پیشوا لینے مجھے گھر سے بیابان نکلا

اے اسد خانہ خراب مین جنون سے معذور ہون میرا جنون از خود نہین ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بیابان میرے استقبال کے لئے اپنے گھر سے آیا۔ ایک شعر اسی رنگ کا دوسرے مضمون مین کہا ہے ؎

ما نبودیم بدین مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواہش آن کرد کہ گردد فن ما

نہوئی ہم سے رقم حیرت خط رخ یار صفحہ آئینہ ہوا آئینہ طوطی نہ ہوا

خط رخ یار کی حیرت ہم سے کسی طرح نہ لکھی جا سکی۔ صفحہ حیرت کی وجہ سے آئینہ بن گیا مگر آئینہ طوطی نہ ہو سکا۔ یعنی ہم جو حیران تھے کوئی بیان خط رخ کا نہ کر سکے۔

وسعتِ رحمتِ حق دیکھ کہ بخشا جاوے — مجھ سا کافر کہ جو ممنونِ معاصی نہ ہوا

ذرا اُس کریم کی رحمت کی وسعت تو دیکھو کہ اُس نے مجھ ایسے کافر کو بخش دیا کہ جو ازلی کافر تھا۔ صرف گناہوں کے احسان سے کافر نہ ہوا تھا یعنی ایسا کافر نہ تھا کہ گناہوں نے اُسے کافر کیا ہو۔ نہیں بلکہ ازلی اور فطری کافر تھا۔

شبِ اختر قدحِ عیش نے محمل باندھا — باریک قافلۂ آبلہ منزل باندھا

تاروں بھری رات میں قدحِ عیش نے محمل سفر تیار کیا یعنی دورِ جام چلا اور ایک قافلۂ آبلہ کے اپنی منزل تھا تو گویا قدح ایک ایسا مسافر ہے جو شبِ اختر میں اپنی منزل پر پہونچا ہے۔ اس طرح سے اس کی منزل شبِ اختر ہوئی۔ اور شبِ اختر جس میں ہزاروں چمکتے تارے ہیں آبلہ قافلہ آبلہ سے مشابہ ہے۔ تو اس صورت میں قدحِ عیش نے باریک قافلہ کو اپنی منزل سمجھا۔ باندھا دوسرے معنی میں سمجھا۔ یا فرض کیا کے معنی میں مستعمل ہے۔

حیف اے ننگِ تمنا کہ پئے عرضِ حیا — یک عرق آئینہ بر جبہۂ سائل باندھا

اے ننگِ تمنا نہایت افسوس کی بات ہے کہ تو نے حیا کے ظاہر کرنے کے لئے سائل کی پیشانی پر قطرۂ عرق ظاہر کرکے گویا ایک آئینہ لگا دیا ہے جس سے اس کی حالتِ شرم کا اظہار ہو رہا ہے۔ تمنا مخاطب ہے۔

دیدہ تا دل ہے یک آئینہ چراغاں کس نے — خلوتِ ناز پہ پیرایۂ محفل باندھا

آنکھ سے لیکر دل تک یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ جیسے آئینہ میں چراغاں کا جلوہ ہوتا ہو۔ نہیں معلوم کہ کس نے خلوتِ ناز کو (یعنی دیدہ و دل کو) لباسِ محفل سے آراستہ کردیا ہو۔ یعنی نہیں معلوم کہ کس نے خلوت کو جلوت بنا دیا ہے۔

ناامیدی نے بتقریبِ مضامینِ خمار — کوچۂ موج کو خمیازۂ ساحل باندھا

میری یاس نے خمار کی مضمون کی لکھتی ہوئی موج کی کوچہ کو سمجھا کہ یہ ساحل کا خمیازہ ہر کوچہ موج خود موج ہے میرے نزدیک مرزا نے پہلے یہ شعر کہا ہو اس کے بعد چونکہ اس مین کھٹکا سا تھی اس کو مختلف صورتون سے کہا ہے - وہ یہ ہین ؎

یارنے تشنگی شوق کے مضمون چاہے
ہم نے دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

نہ بندھے تشنگی ذوق کے مضمون غالب
گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

مطرب دل نے مرے تار نفس سے غالب
ساز پر رشتہ پے نغمہ بیدل باندھا

اے غالب میرے دل کے مطرب نے میرے تار نفس سے ساز نغمہ بیدل کے لئے رشتہ باندھا یعنی میرے دل نے رنگ بیدل مین نغمہ سرائی شروع کی -

شب کہ ذوق گفتگو سے تیرے دل بیتاب تھا
شوخی وحشت سے افسانہ فسون خواب تھا

رات کو تیرے ذوق گفتگو کی وجہ سے دل بیتاب ہو رہا تھا تو یہ حالت تھی کہ فسون خواب شوخی وحشت کی سبب سے افسانہ بن گیا تھا فسون خواب جسکا کام نیند لانا ہے وہ بھی ایک سراسر لاطائل اور بے اثر تھا یعنی فسون خواب سے بھی نیند نہ آسکتی تھی -

لے زمین سے آسمان تک فرش تھین بیتابیان
شوخی بارش سے مہ فوارہ سیلاب تھا

بیتابیان زمین سے لیکر آسمان تک فرش تھین اور چاند کی نور باری کی وجہ سے اس کی کرنین فوارہ سیلاب معلوم ہو رہی تھین یعنی چاند بیتابیون کا برسانے والا فوارہ معلوم ہوتا تھا

وان ہجوم نغمہ ہاے ساز عشرت تھا اسد
ناخن غم یان سر تار نفس مضراب تھا

بزم معشوق کی یہ حالت تھی کہ ساز عشرت سے نغمہ گونا گون نکل رہے تھے اور یہان ہم ناخن غم کو مضراب بنا کر اپنے نفس پر زخمہ زنی کر رہے تھے یعنی یہان غم ہمارا کام تمام کیئے دیتا تھا

دیکھتے تھے ہم بچشم خود وہ طوفان بلا
آسمان سفلہ جس مین یک کف سیلاب تھا

ہم اپنی آنکھ سے وہ طوفان بلا اُٹھتے دیکھ رہے تھے کہ آسمان بھی اُس میں ایک کف سیلاب معلوم ہوتا تھا۔ غالبًا اسی شعر کو ترمیم کرنے کے بعد مرزا نے یہ شعر کہا ہے جو اس قطعہ کا مقطع ہے ؎

مین نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اسکے سیل گریہ مین گردون کف سیلاب تھا

موج سے پیدا ہوئے پیراہن دریا مین خار　**گریہ وحشت بیقرار جلوہ مہتاب تھا**

میرے گریہ سے دریا بنا اور اُس مین موج پیدا ہوئی جو ہم صورت خار اور نشان بیقراری تھی اس لیے کہ میرا گریہ سے وحشت نے بے قرار کر رکھا تھا وہ جلوہ مہتاب یعنی چاند کے لیے بیتاب تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ پیراہن دریا مین خار پیدا ہو گئے۔ یہ ظاہر ہے کہ چاندنی سے دریا مین تموج ہوا کرتا ہے۔ اور دیوانہ کو چاند کی وجہ سے وحشت ہوتی ہے۔

بیخبر مت کہہ ہمین بیدرد خود بینی سے پوچھ　**قلزم ذوق نظر مین آئینہ پایاب تھا**

او بیدرد تو ہم کو بیخبر کیون کہتا ہو ذرا اپنی خود بینی سے ہمارا حال پوچھ کیونکہ جب تو آئینہ دیکھ رہا تھا اُس وقت ہمارے قلزم ذوق نظر کے سامنے آئینہ کوئی حقیقت نہین رکھتا تھا اور ہم تیری خود بینی کو دیکھ رہے تھے۔

بیدلی ہاے اسد افسردگی آہنگ تر　**یاد آیامے کہ ذوق صحبت احباب تھا**

اسد کی بیدلی کا اب یہ عالم ہے کہ افسردگی کا اور زیادہ ارادہ رکھتی ہے۔ ہائے وہ بھی کیا زمانہ تھا جبکہ اُسے احباب کی صحبت اور ہم نشینی کا شوق تھا۔

نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا　**کہ آخر شیشہ ساعت کے کام آیا غبار اپنا**

میرا انتظار اپنے اضطراب دم شماری کو فنا کے بعد بھی نہ بھولا۔ کیونکہ مین غبار ہو گیا تب بھی میرا غبار شیشہ ساعت کے کام آیا۔ شیشہ ساعت پہلے زمانہ مین مروج تھا وہ ایسا شیشہ کا ظرف ہوتا تھا کہ اس کے پیندے مین ایک ہلکا سا سوراخ کر دیتے تھے اور اس مین

باریک بالو بھرتے تھے پھر وہ بالو رفتہ رفتہ ایک وقت معینہ تک اس سوراخ سے نکلتا اور ظرف خالی ہو جاتا تھا۔ اسی سے وقت کا حساب ہوتا تھا۔

زبس آتش نے فصل رنگ مین رنگ دگر پایا   چراغ گل سے ڈھونڈے ہے چمن مین شمع خار اپنا

فصل گل مین آتش کی صورت اور ہو گئی ہے اور رنگ بدل گیا ہے۔ گل دراصل گل نہین بلکہ شمع چراغ گل لیکر اپنے خار کو ڈھونڈھ رہی ہے۔ خار شمع رشتہ شمع سے مراد ہے یا یہ کہ شمع اپنے پاؤن کا کانٹا چراغ گل لیکر ڈھونڈھ رہی ہے۔

اسیر بے زبان ہون کاشکے صیاد بے پروا   بدام جوہر آئینہ ہو جائے شکار اپنا

مین ایک بے زبان قیدی ہون کاش کہ میرا بے پروا صیاد کبھی جوہر آئینہ کے جال مین پھنس کر میرا شکار ہو جائے یعنی وہ کبھی آئینہ دیکھے اور مین اس کو دیکھ سکون یعنی مین ایک ایسا اسیر ہون جو جوہر آئینہ کے مانند اسیر بھی ہے بے زبان بھی ہے کاش وہ کبھی آئینہ دیکھے کہ میرا شکار ہو۔

دریغ اے ناتوانی ورنہ ہم ضبط آشنایان نے   طلسم رنگ مین باندھا تھا عہد استوار اپنا

ہم ضبط کے خوگر ہین اور ہم نے عہد کر لیا تھا کہ اپنا حال نہ کھلنے دین گے اور اسی سے ہم اپنے رنگ کو برقرار رکھتے تھے اور یہ گویا ایک طلسم تھا جس مین ہمارا عہد استوار بندھا ہوا تھا مگر اے ناتوانی افسوس ہے کہ تو نے اس طلسم کو توڑ دیا۔ یعنی ناتوانی کی وجہ سے رنگ اڑ گیا۔ اور دنیا پر حال کھل گیا۔

اگر آسودگی ہے مدعائے رنج بیتابی   نثار گردش پیمانۂ مے روزگار اپنا

اگر رنج بیتابی کا مدعا آسودگی ہے تو ہم باز آئے ہم گردش پیمانہ مے پر اپنی زندگی نثار کرتے ہین۔ ایسی آسودگی ہم نہین چاہتے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہین اور میرے نزدیک یہ پہلے معانی سے زیادہ اچھے ہین کہ پیمانہ کی گردش اور رنج بیتابی کا نتیجہ آسودگی ہے تو ہم اس کے قربان۔

رہ خوابیدہ تھی گردنکش یک درس آگاہی　　زمین کو سیلیٔ استاد ہے نقش قدم میرا

رہ خوابیدہ - راہ خوابیدہ - راہ خفتہ بسبب راہ دور و دراز کے معنی مین آتے ہین - معنی یہ ہین کہ راہ دور و دراز ایک درس آگاہی سے بہت مغرور تھی مگر میرے نقش قدم نے اس کے اس غرور کو توڑ دیا اور سیلیٔ استاد کا کام دیکر اس کو بیدار کر دیا -

سراغ آوارہ عرض دو عالم شور محشر ہون　　پر افشان ہے غبار آنسوے صحرا عدم میرا

مین سراغ کے لئے آوارہ ہوا ہون اور چاہتا ہون کہ اپنا وہ شور محشر جسے دونون جہان کا شور محشر کہہ سکتے ہین عرض کرون اس لئے میرا غبار آنسوے صحراے عدم پر افشان ہو رہا ہے یعنی اڑتا پھر رہا ہے -

نہ ہو وحشت کش درس سراب سطر آگاہی　　مین گرد راہ ہون بے مدعا ہے پیچ و خم میرا

سطر آگاہی در اصل ایک سراب ہے اس کے درس کے لئے کیون وحشی بنا جاتا ہے اس فکر کو چھوڑ مجھے گرد راہ سمجھ میرے پیچ و خم کے کوئی معنی نہ نکال اس کے کوئی معنی نہین ہین اور اس پیچ و خم کا کوئی مدعا نہین ہے - مین گرد راہ ہون میرا مدعا کیا ہو سکتا ہے -

ہواے صبح یک عالم گریبان چاکی گل ہے　　دہان زخم پیدا کر اگر کھاتا ہے غم میرا

صبح کی ہوا گویا گل کے واسطے یک عالم گریبان چاکی کا سامان ہے لہذا اس ہوا خواہی سے میرا بھی کوئی کام نہین نکل سکتا اگر تجھکو میرا غم کھانا ہے تو دہان زخم پیدا کر -

دوسرے معنی یہ ہین کہ صبح عالم ہوا خواہی گل سے اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ گل اپنا گریبان چاک کر لیتا ہے - میری ہوا خواہی کا ارادہ ہے تو پہلے دہان زخم پیدا کر لو -

دہان زخم پیدا کرنے کا مضمون مرزا نے ایک جگہ یون کہا ہو ؎

جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہ سخن وا کرے کوئی

اسد وحشت پرست گوشۂ تنہائی دل ہو — برنگ موج مے خمیازۂ ساغر ہی رم میرا

اس شعر کے مصرعہ اول میں - ہو - جو آخر مصرعہ میں واقع ہو - کی بجائے - ہوں زیادہ مناسب ہو جس کے معنی یہ ہوں گے کہ اے اسد میں گوشۂ تنہائی کا وحشت پرست ہوں موج مے کی طرح خمیازۂ ساغر تک ہی میرا رم ختم ہو جاتا ہو - یا خمیازۂ ساغر ہی میرا رم ہو - یعنی میں حالت وحشت میں بھی گوشۂ تنہائی دل سے باہر نہیں جاتا -

بعجز آباد وہم مدعا تسلیم شوخی ہے — تغافل کو نہ کر مصروف تمکین آزمائی کا

عجز آباد (وہ جگہ جہاں عاجزی ہی عاجزی ہو) میں کسی شوخی کا تسلیم کر لینا ہی وہم مدعا ہو - لہذا تو جو بربنائے شوخی ہم سے تغافل کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے کیونکہ ہم تو حصول مدعا کا اس سے وہم ہوتا ہے جو تیرے مقصد کے خلاف ہے - یوں بھی کہ مرزا نے اس شعر کی شرح میں یہ شعر کہا ہے

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

ہوس گستاخی آئینہ تکلیف نظربازی — بجیب آرزو پنہاں ہو حاصل دلربائی کا

لے ہوس گستاخی آئینہ (ہوس گستاخی ترکیب مقلوب یعنی گستاخی ہوس) آئینہ سے تکلیف نظربازی جیب آرزو میں حاصل دلربائی پوشیدہ ہو - یعنی وہ آئینہ دیکھے گا - اور یہی آئینہ دیکھنا اس کی دلربائی کا خلاصہ ہو - یا یہ کہ لے ہوس گستاخی آئینہ اسے نظربازی کی تکلیف دے - کیونکہ ابھی اس کا حاصل دلربائی جیب آرزو میں پوشیدہ ہے

جہاں مٹ جائے سعی دید خضر آباد آسائش — بجیب ہر نگہ پنہاں ہے حاصل رہنمائی کا

منزل عشق میں جس جگہ سالک کو خضر آباد آسائش کے دیکھنے کی تمنا باقی نہ رہے اور یہ آرزو فنا ہو جائے اس جگہ وہ اس مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے کہ اس کی ہر نگاہ میں حاصل رہنمائی پوشیدہ ہوتا ہے - یعنی ہر نگاہ رہنما بن جاتی ہے -

نظر بازی طلسم وحشت آباد پرستان ہے رہا بیگانۂ تاثیر افسون آشنائی کا

نظر بازی کا مطلب یہاں تلاش اور نظر دوڑانا لیا جائے گا۔ کہتا ہے کہ نظر بازی ایک طلسم ہے جو پرستان کے وحشت آباد میں بنا ہوا ہے یعنی نظر بازی محض بیکار اور فضول ہے آجکل افسون آشنائی میں کوئی تاثیر نہیں کتنا ہی تلاش کرو آشنا نہیں ملتا بلکہ نظر بازی اور الٹا طلسم وحشت آباد پرستان کا کام کرتی ہے۔

نہ پایا دردمند دوری یاران یکدل نے سواد خط پیشانی سے نسخہ مومیائی کا

وہ شخص جو یاران یکدل کی دوری سے دردمند تھا اس نے اپنے خط پیشانی کے سواد سے کوئی مومیائی کا نسخہ نہ پایا۔ یعنی ہر چند تلاش کیا مگر تقدیر کے نوشتہ نے اس کا درد دور نہ ہونے دیا۔

اسد یہ عجز و بے سامانی فرعون توام ہے جسے تو بندگی کہتا ہے دعویٰ ہے خدائی کا

اے اسد یہ عجز جسے تو عجز کہتا ہے یہ بے سامانی فرعون کا مرادف ہے۔ تیری بندگی بندگی نہیں بلکہ حقیقتاً خدائی کا دعویٰ ہے ؎

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

اسد کا قصہ طولانی ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ حسرت کش رہا عرض ستمہائے جدائی کا

اسد کا قصہ تو بہت طول طویل ہے مگر اب کون اس کو دہرائے مختصر سی بات یہ ہے کہ اسکو ستمہائے جدائی کے بیان کرنے کی بڑی حسرت رہی۔ یہ شعر گویا اس کے صاف کرنے کے لئے کہا ہے ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے
کہ حسرت سنج ہوں عرض ستمہائے جدائی کا

ہم نے وحشت کدۂ بزم جہان مین جون شمع — شعلۂ عشق کو اپنا سر و سامان سمجھا

ہم نے دنیا کے وحشت کدہ کی محفل مین ہمیشہ شمع کی طرح اپنا سر و سامان شعلۂ عشق کو خیال کیا ہو یعنی ہمارا سر و سامان شعلہ تھا اور اسی سے اندازہ کیجیے کہ کتنا بدنصیب ہو وہ شخص جس کا سر و سامان صرف شعلہ ہو جو بنا سے بربادی ہے۔

کس کا خیال آئینہ انتظار تھا — ہر برگ گل کے پردے مین دل بیقرار تھا

گل کے لئے کس کا خیال آئینہ انتظار بنا ہوا تھا کہ ہر برگ گل کے پردے مین ایک دل بیقرار کا پتہ چلتا تھا جنبش برگ گل کو دل بے قرار کہا گیا ہے۔ نہایت لطیف شعر ہے۔

کس کا جنون دید تمنا شکار تھا — آئینہ خانہ وادی جوہر غبار تھا

یہ آخر کس کا جنون دید تھا کہ تمنا کو شکار کر رہا تھا جس کی وجہ سے آئینہ خانہ ایک ایسا وادی[لہ] معلوم ہوتا تھا کہ جس مین جوہر کا غبار اڑ رہا تھا۔

جون غنچہ و گل آفت فال نظر نہ پوچھ — پیکان سے تیرے جلوۂ زخم آشکار تھا

ہماری فال نظر کی آفت کچھ ہم سے نہ پوچھ جیسے ہی تیرے پیکان کی طرف دیکھا ہم کو خوف پیدا ہو گیا ہو کہ زخم کھائین گے کیونکہ غنچۂ و گل کی طرح تیرے پیکان سے بھی جلوۂ زخم آشکارا ہو رہا تھا۔ یا یہ کہ جیسے غنچۂ و گل پر فال نظر سے آفت آئی اسی طرح ہمین خوف ہے کہ ہم بھی کہین زخمی نہ ہون۔

دیکھی وفائے فرصت رنج و نشاط دہر — خمیازہ یک درازی عمر خمار تھا

دنیا کے رنج و راحت کی فرصت اور مدت ہم نے دیکھ رکھی ہے۔ خمیازہ گویا ایک خمار کی درازی عمر تھا یعنی نہ یہاں کے رنج کو قیام ہو نہ راحت کو۔

صبح قیامت ایک دم گرگ تھی اسد — جس دشت مین وہ شوخ دو عالم شکار تھا

لہ وادی کو مونث بھی لکھتے ہین مگر میری زبان پر مذکر ہے۔ شارح

وہ شوخ جو دو عالم کو شکار کرنے والا تھا جس جنگل مین گیا وہان صبح قیامت بھی دُم گرگ (صبح کاذب) بن گئی۔ دُم گرگ محض رعایت لفظی کے لیے لایا گیا ہے ورنہ اصل معنی صبح کاذب کے ہین جس سے یہان کوئی عمدہ حاصل پیدا نہین ہوتا۔

زبس خون گشتۂ رشک وفا تھا وہم بسمل کا   چرایا زخمہاے دل نے پانی تیغ قاتل کا

چونکہ بسمل کا وہم خون گشتۂ رشک وفا تھا اس لئے دل کے زخمون نے تیغ قاتل کا پانی چرا لیا۔ ظاہر اسواے مناسبت الفاظ کے کوئی حاصل اس شعر کا معلوم نہین ہوتا۔

نگاہ چشم حاسد وام لے لے ذوق خود بینی   تماشائی ہون وحدت خانہ آئینہ دل کا

اے میرے خود بینی کے ذوق تو کسی حاسد کی نگاہ قرض لے لے کیونکہ حاسد تجز اپنے اور کسیکو دیکھ ہی نہین سکتا۔ اس سے میرا ذوق خود بینی مکمل ہو جاے گا کیونکہ مین آجکل آئینہ دل کے وحدت خانہ کی سیر کر رہا ہون۔

سراسر تاختن کو شش جہت یک عرصہ جولان تھا   ہوا واماندگی سے رہروان کی فرق منزل کا

سراسر تاختن یعنی متواتر دوڑنے کے لئے شش جہت صرف ایک میدان جولان تھا۔ مگر چونکہ لوگ تھک کر رہ گئے اس واسطے فرق منزل نمایان ہو گیا۔

مجھے راہ سخن مین خوف گمراہی نہین غالب   عصاے خضر صحراے سخن ہے خامہ بیدل کا

اے غالب مجھے راہ سخن مین گمراہی کا خوف نہین ہے کیونکہ مین تابع بیدل ہون اور میرے لئے خامہ بیدل صحراے سخن کے لئے عصا کا کام دیتا ہے۔

لب خشک در تشنگی مردگان کا   زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

مین اُن لوگون کا لب خشک ہون جو پیاسے مر گئے ہین مین ان لوگون کی زیارت گاہ ہون جو دل آزردہ ہو گئے ہین۔

شگفتن کمین دار تقریب جوئی — تصور ہون بموجب آزردگان کا

شگفتگی برابر تقریب جوئی کی گھات مین لگی رہتی ہے کہ کسی تقریب سے مجھ تک پہونچ سکے مگر وہ کوئی تقریب نہین پاتی کیونکہ مین اُن لوگون کا تصور ہون جو بے سبب اور بلاوجہ رنجیدہ ہین۔

غریب بدرجستہ بازگشتن — سخن ہون سخن بر لب آوردگان کا

مین ایک مسافر ہون مگر ایسا مسافر جو واپس آنے کی حدود سے نکل گیا ہے گویا مین بات کہنے والون کی وہ بات ہون جو لب تک آچکی ہے اور ظاہر ہے کہ لب تک آئی ہوئی بات واپس نہین ہوسکتی۔

سراپا یک آئینہ دار شکستن — ارادہ ہون یک عالم افسردگان کا

سر سے پاؤن تک شکستگی کا آئینہ دار ہون۔ گویا مین ان لوگون کا ارادہ ہون جو یک عالم افسردہ اور آزردہ ہین۔

ہمہ ناامیدی ہمہ بدگمانی — مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

مین سراپا ناامیدی اور سراپا بدگمانی بنا ہون یا گویا ان لوگون کا دل ہون جو فریب وفا کھائے ہوئے ہین۔

بصورت تکلف بمعنی تاسف — اسد مین تبسم ہون پژمردگان کا

ظاہراً پر تکلف ہون لیکن دراصل مین مجسم تاسف ہون۔ مین پژمردہ لوگون کا تبسم ہون کہ وہ اگر تکلفاً کبھی ہنستے ہین تو اس ہنسی مین بھی ایک جہان درد پوشیدہ ہوتا ہے۔

ضعف جنون کو وقت تپش در بھی دور تھا — اک گھر مین مختصر سا بیابان ضرور تھا

میرے جنون کے ضعف کو تپش کے وقت در بھی دور معلوم ہوتا تھا اسلئے لازم تھا کہ

گھر کے اندر ایک بیابان بھی ہوتا۔

اے وائے غفلت نگہ شوق ورنہ یان — ہر پارہ سنگ لخت دل کوہ طور تھا

نگاہ شوق نے غفلت کی جس کا افسوس ہو ورنہ حقیقت یہ ہو کہ دنیا کا ہر سنگریزہ دل کوہ طور کا ٹکڑا تھا یعنی ہر ذرہ مین نور معرفت چمک رہا تھا۔

درس تپش ہی برق کو اب اُسکے نام سے — وہ دل ہی یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا

بجلی اب اس کے نام سے تعلیم تپش حاصل کرتی ہے ہائے یہ میرا دل وہی دل ہی جس کو مین صبور کہتا تھا۔ یا وہ زمانہ تھا یا یہ عالم ہی۔

شاید کہ مرگیا ترے رخسار دیکھکر — پیمانہ رات ماہ کا لبریز نور تھا

معلوم ہوتا ہی کہ تیرے رخسار دیکھ کر رات ماہ نے جان دیدی اس لئے کہ اس کا پیمانہ نور سے لبریز معلوم ہوتا تھا۔ پیمانہ لبریز ہونا موت کا کنایہ ہے۔

جنت ہی تیرے تیغ کے کشتون کی منتظر — جوہر سواد جلوۂ مژگان حور تھا

معلوم ہوتا ہے کہ جنت تیرے تلوار کے قتیلون کا انتظار کر رہی ہی اس لئے کہ جوہر تیغ مین جلوہ مژگان حور کا سواد نظر آرہا تھا۔ اسی سے جنت کے انتظار کا اندازہ ہوتا ہی۔

ہر رنگ مین جلا اسدِ فتنہ انتظار — پروانۂ تجلی شمع ظہور تھا

اسد وہ اسد جسے فتنہ انتظار نے تباہ کر دیا تھا ہر رنگ مین جلا کیونکہ وہ پروانہ تجلی شمع ظہور تھا۔ ایک جگہ صرف شمع کو کہا ہے ؎

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ مین جلتی ہی سحر ہونے تک

بہارِ رنگ خون گل ہی ساماں اشکباری کا — جنون برق نشتر ہی رگ ابر بہاری کا

خون گل سے جو رنگ کی بہار پیدا ہوئی ہے وہ اشکباری کا سامان ہی جنون برق ابر بہار کے لئے نشتر ہے یعنی برق جو بہار رنگ کو دیکھ کر مجنون ہو گئی ہے اور تڑپ رہی ہو وہ جنون رنگ ابر کے لئے نشتر کا کام دے گا اور اب جلد سے جلد برق کے حال پر وہ اشک بہانے لگے گی۔

برائے حل مشکل ہون زپا فتادہ حسرت   بندھا ہی عقدۂ خاطر سے پیمان خاکساری کا

مین مشکل کے آسان ہونے کے واسطے پڑا ہون اور میری حسرت نے مجھے گرا دیا ہے اب نہ مشکل حل ہوتی ہے اور نہ مین اٹھتا ہون۔ گویا میرے عقدہ خاطر سے میری خاکساری کا عہد ہو گیا ہے کہ نہ یہ عقدہ کبھی حل ہو اور نہ مین خاکساری چھوڑون۔

طاؤس در رکاب ہی ہر ذرہ آہ کا   یارب نفس غبار ہی کس جلوہ گاہ کا

میری آہ کا ہر ذرہ اپنے جلو مین ایک طاؤس لئے ہوے ہے یعنی ہر آہ مین رنگینیان ہین اے میرے خدا آخر میرا نفس میری سانس کس جلوہ گاہ کا غبار ہی جس سے آہون مین بھی یہ رنگینی پیدا ہو گئی ہو۔

ہر گام آبلے سے ہے دل در تہ قدم   کیا بیم اہل درد کو سختیٔ راہ کا

پاے پر آبلہ کی حالت مین اہل درد سفر کر رہے ہین اور اس حالت مین ہر قدم گویا آبلون کی وجہ سے دل کے اوپر پڑ رہا ہے بس یہ خوف ہی کہ دلون کو روندنا پڑتا ہے ورنہ اہل درد کو سختی راہ کا کیا خوف ہو سکتا ہے۔ اس مین ہر آبلہ کو دل فرض کیا گیا ہے۔

غزلت گزین بزم ہین واماندگان دید   مینا سے مے ہے آبلہ پائے نگاہ کا

جو لوگ بزم مین غزلت گزین ہو گئے وہ واماندگان دید یعنی محروم دید ہین اس لئے کہ ان کے پاے نگاہ مین مینا ے مے سے آبلے پڑے ہین یعنی وہ انھین ہین نہین جانے دیتا

جیب نیاز عشق نشاندار ناز ہے   آئینہ ہون شکستن طرف کلاہ کا

عشق کے گریبان نیاز سے حسن کے ناز کا پتہ چلتا ہے مین اس کی شکستگی گوشہ کلاہ کا آئینہ بن گیا ہون یعنی میری حالت نیاز سے اس کی ناز حسن کا پتہ ملتا ہے اور میرے حال تباہ سے اس کی بیرحمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

خود پرستی سے رہے باہم گر نا آشنا　　　بیکسی میری شریک آئینہ تیرا آشنا

ہم دونون خود پرستی کی وجہ سے ایک دوسرے کے آشنا نہ ہو سکے میرے حال کی شریک بے کسی رہی اس واسطے مین خود پرست رہا اور تو آئینہ پر جان دیتا رہا اس واسطے تو خود بین رہا۔ غرضکہ خود بینی نے یہ تفرقہ ڈالا۔

بے دماغی شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہین　　　یار تیرا جام مے خمیازہ میرا آشنا

بد دماغی ایک دوسرے کے رشک کی شکوہ سنج نہین ہوتی۔ تمھارا رفیق جام مے ہے اور خمیازہ یعنی انتظار شراب مین انگڑائیان لینا میرا انیس ہے۔ بس چلئے دونون برابر ہوگئے۔ نہ تقین فرصت نہ ہمین۔

جوہر آئینہ جز رمز سر مژگان نہین　　　آشنا کی ہمدگر سمجھے ہے ایما آشنا

جوہر آئینہ کوئی چیز نہین ہو یہ میرے معشوق کے سر مژگان کے رموز ہین۔ آشنا کے اشارے آشنا ہی خوب سمجھتا ہے وہ آئینہ آشنا ہو لہذا اس کی مژگان کے اشارے آشنا خوب سمجھ رہا ہے۔

ربط یک شیرازۂ وحشت ہین اجزائے بہار　　　سبزہ بیگانہ صبا آوارہ گل نا آشنا

بہار اجزائے وحشت کے شیرازہ کا ربط ہے۔ یعنی بہار کی وجہ سے چند اجزائے وحشت جمع ہوگئے ہین کیونکہ سبزہ بیگانہ ہے۔ صبا آوارہ ہے۔ گل نا آشنا ہے۔ بقول سعدیؒ ؎

چار طبع مخالف و سرکش
چند روزے بوند باہم خوش

سبزہ بیگانہ سبزہ خود رو کو کہتے ہین۔ صبا کو آوارہ مضطرب لکھتے ہین۔ پھول نا آشنا ہے۔

نشہ میں گم کردہ راہ آیا وہ مست فتنہ خو ۔ آج رنگ رفتہ دور گردش ساغر ہوا

وہ مست فتنہ خو راہ بھول کر نشہ میں آج میری بزم میں آگیا اور اسی کی وجہ سے میرا وہ رنگ جو مدتوں سے اڑ گیا تھا آج دور گردش ساغر بن گیا یعنی دور ساغر میں ایک رنگ سا پیدا ہو گیا۔

زہد گردیدن ہے گرد خانہ ہائے منعمان ۔ دانہ تسبیح سے میں مہرہ در ششدر ہوا

زہد کے معنی صرف یہ ہیں کہ چند منعموں کے گھروں کے گرد گھوما کریں۔ جب سے میں نے تسبیح سنبھالی ہے اس وقت سے وہ مہرہ بن گیا ہوں جو ششدر میں پھنس جاتا ہے۔ واضح ہو کہ مہرہ جب ششدر میں پھنس جاتا ہے تو رہائی غیر ممکن ہو جاتی ہے اور وہ پھر نکل نہیں سکتا ہے مگر اس وقت کہ حریف خود اس کو نکال دے۔

اے بہ ضبط حال نا افسردگان جوش جنون ۔ نشہ مے ہے اگر یک پردہ نازک تر ہوا

اے وہ شخص کہ تو ہم افسردہ لوگوں کا حال ضبط کر رہا ہے یعنی اس کو لکھ رہا ہے یا دیکھ رہا ہے تجھے کچھ معلوم بھی ہے جنون وہ چیز ہے کہ اگر ہلکا سا ہوا اور اس کا اک نازک پردہ پڑا ہو تو وہ نشہ مے ہے یعنی بہت لطیف اور عمدہ چیز ہے یا اس میں بھی وہ خواص موجود ہیں جو نشہ مے میں ہوا کرتے ہیں۔

اس چمن میں ریشہ واری جس نے سر کھینچا اسد ۔ تر زبان لطف جام ساقی کوثر ہوا

اے اسد اس چمن میں یعنی دنیا میں یا باغ شعر میں جس نے ریشہ نخل کی طرح وسعت پیدا کی وہ ساقی کوثر کی تعریف پر ضرور آمادہ ہوا۔ یا ساقی کوثر کا فیض اس کو ضرور پہونچا۔

دود میرا سنبلستان سے کرے ہے ہمسری ۔ بسکہ شوق آتش گل سے سراپا جل گیا

چونکہ مجھے شوق آتش گل نے جلایا تھا اس واسطے میرا دھواں سنبلستان کی طرح نکلتا ہے اور یہ اثر ہے اسی جلنے کا۔

شمع رویان کے سر انگشت حنائی دیکھ کر ۔ غنچہ گل پر فشان پروانہ آسا جل گیا

شمع رویوں (معشوقوں) کی مہندی لگی انگلیوں کی پور دیکھ کر غنچۂ گل رشک سے پروانہ کی طرح پروں کو پھڑپھڑاتا ہوا جل گیا۔ پروانہ کو غنچہ سے اس لحاظ سے تشبیہ دی گئی کہ دونوں میں تشبیہ کی وجہ پر موجود ہیں۔ غنچہ کے پر وہی اس کی پتیاں ہیں جو اس میں موجود ہیں۔

تا کجا افسوس گرمی ہائے صحبت اے خیال دل ز آتش خیزی داغ تمنا جل گیا

اے خیال تو اس گرمی صحبت کا کہاں تک افسوس کیا کرے گا میرا دل داغہائے تمنا کی آتش خیزی سے خاک ہو کر رہ گیا ہے۔

ہے اسد بیگانۂ افسردگی اے بیکسی دل ز انداز تپاک اہل دنیا جل گیا

اسد افسردگی سے بیگانہ ہے یعنی اس میں افسردگی نہیں ہے۔ اے بیکسی اس کے دل کو تپاک اہل دنیا نے جلا دیا ہے۔ اسی شعر کو صاف کر کے یوں کہا گیا ہے لہذا جو اس کی شرح ہو وہی اس کی ہے

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھ کر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

جان دادگاں کا حوصلہ فرصت گداز ہے یاں عرصۂ تپیدن بسمل نہیں رہا

جو لوگ کہ جان دے رہے ہیں اُن کا حوصلہ یہی ہے کہ ان کے زمانہ فرصت کو فنا کر رہا ہے اسی لئے اس میدان میں تپید بسمل کا عرصہ نہیں رہا یعنی جو جاندادہ ہیں اُن کے حوصلہ نے انھیں تڑپنے کی بھی مہلت نہیں دی اور دم بھر میں ختم کر دیا۔

اے آہ میری خاطر وابستہ کے سوا دنیا میں کوئی عقدہ مشکل نہیں رہا

اے آہ دنیا میں ایک میرا دل ہی ایسا ہے کہ اس میں کشادگی پیدا نہیں ہوئی ورنہ کوئی عقدہ ایسا نہیں جو حل نہ ہوا ہو اور اس میں کشادگی اور وا شدگی کی صورت نہ پیدا ہوئی ہو۔

ہر چند میں ہوں طوطی شیریں سخن ولے آئینہ آہ میرے مقابل نہیں رہا

یعنی مین اگرچہ طوطی شیرین سخن ہون مگر وہ طوطی کہ اسکے سامنے کبھی آئینہ نہین رہا کہ وہ کچھ باتین کرتا مطلب یہ ہی کہ مین کامل ہون مگر مجھے اپنے کمالات دکھانے کا کبھی کوئی موقعہ نہین ملا۔

اندازِ نالہ یاد ہین سب مجکو پر اسد　　جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

انداز نالہ سب مجکو یاد ہین مگر سب بیکار ہین اس واسطے کہ مجھے جس دل پر ناز تہا اب وہ دل ہی نہین۔

خلوتِ آبلۂ پا مین ہے جولان میرا　　خون ہی دل تنگئ وحشت سے بیابان میرا

میرا جولان جنون خلوت آبلۂ پا کے لئے محدود ہو کر رہ گیا ہے اور گویا میرا بیابان میری تنگئ وحشت سے خون ہوگیا ہی یعنی وہ بیابان جو میرے جولان وحشت کے لئے مخصوص تہا وہ اب آبلہ پا مین آگیا ہے۔ اور ظاہر ہی کہ آبلہ پا مین سوائے خون کے اور کچھ بھی نہین ہے یہ صرف ایک خیالی مضمون ہی۔

ذوقِ سرشار سے بے پردہ ہی طوفان میرا　　موج خمیازہ ہی ہر زخم نمایان میرا

اپنے ذوق سرشار یعنی تمامتر جوش سے میرے دل کا طوفان بالکل بے حجاب ہوگیا ہے اور میرا ہر زخم نمایان اس طوفان کی ایک موج خمیازہ ہی گویا طوفان دلی موج سے انگڑائیان لے رہا ہے اور اپنے ذوق سرشار کی وجہ سے بالکل عریان نظر آتا ہی۔

بوئے یوسف مجھے گلزار سے آتی تھی اسد　　دے نے برباد کیا پیرہنستان میرا

گلزار سے مجھے اپنے یوسف کی بو آتی تھی مگر افسوس ہے کہ اے اسد خزان نے اس کو برباد کردیا۔ گلزار ایک پیرہنستان تھا اور یہ مشہور ہے کہ پیرہن یوسف کی حضرت یعقوب نے دور سے بو سونگھی تھی۔

بت پرستی ہی بہار نقشبندیہائے دہر　　ہر صریر خامہ مین اک نالۂ ناقوس تھا

زمانہ کی نقش بندی گویا کہ بت پرستی ہے اور حالت نقاشی مین گردش تعلیم سی جو آواز نکلتی ہے وہ گویا صدائے ناقوس ہی۔

کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشۂ میخانہ مین　　دست بر سر سر بزانوے دل مایوس تھا

ہم نے کل اسد کو اس حالت مین گوشۂ میخانہ مین دیکھا کہ افسوس اور تحسر سے دست بر سر اور سر بزانو تھا۔ یہ شعر ایک تصویر ہی نہ معلوم کیونکر انتخاب کی زد مین آگیا۔

نہین ہی بازگشت سیل غیر از جانب دریا　　ہمیشہ دیدہ گریان کو آب فتنہ در جو تھا

رو کی بازگشت ہمیشہ دریا کی طرف ہوا کرتی ہے اور اکثر دریا ہی سے سیلاب آتا بھی ہے اسی وجہ سے کہتا ہے میری چشم گریان گویا ایک دریا ہے جس سے ہمیشہ سیلاب اٹھتا ہے اور اسی کی طرف پلٹ جاتا ہی اور یہ سلسلہ جاری ہی۔

رہا نظارہ وقت بے نقابیہا بخود لرزان　　سرشک آگین مژہ سے دست از جان شستہ ابرو تھا

میرا نظارہ بحالت بے نقابی بھی لرزتا رہا اور اس کی طرف دیکھ نہ سکا گویا کہ سرشک آلودہ پلکون سے میرا ابرو دست از جان شستہ تھا۔

رکھا غفلت نے دور افتادۂ ذوق فنا ورنہ　　اشارت فہم کو ہر ناخن بریدہ ابرو تھا

ہماری غفلت نے ہم کو ذوق فنا سے دور رکھا ورنہ دنیا مین جو ناخن بریدہ تہا وہ اشارہ سمجھنے والے کے لئے ایک ابرو کا کام دے رہا تھا جو فنا ہونے کے لئے اشارے کر رہا تھا۔

اسد خاک در میخانہ اب سر پر اڑاتا ہون　　گئے وہ دن کہ پانی جام مے کا تا بزانو تھا

اے اسد اب میخانہ کے دروازے کی خاک اڑاتا ہون یعنی بدنصیبی اور کربت کا زمانہ ہی وہ زمانہ گیا جبکہ جام مے کا پانی میرے زانو تک چڑھا ہوا تھا۔ یعنی وہ زمانہ رخصت ہو گیا جب عشرت و فراغت حاصل تھی۔

بحسرت گاہ ناز کشتۂ جان بخشی خوبان　　خضر کو چشمۂ آب بقا سے تر جبین پایا

معشوقون کی جان بخشی کے کشتون کی حسرت گاہ ناز مین خضر کو چشمۂ آب بقا سے شرمندگی حاصل ہو رہی ہے یعنی وہ لوگ جو معشوقون کی انداز مسیحائی پر مرتے ہین اُن کی حسرت گاہ ناز اس چشمۂ آب حیات سے اچھی ہے جو حضرت خضر کو حاصل ہے

اسد کو پیچ و تاب طبع برق آہنگ مسکن سے حصار شعلۂ جوالہ مین عزلت گزین پایا

اسد کو وہ پیچ و تاب طبع ہے کہ برق مین مسکن بنانے کا ارادہ رکھتا ہے اسی سبب سے وہ شعلۂ جوالہ کے قلعہ مین گوشہ نشین رہتا ہے یعنی اپنی طبیعت کے پیچ و تاب سے ہمیشہ سوز غم مین مبتلا رہتا ہے۔

کرے گر فکر تعمیر خرابی ہائے دل گردون نہ نکلے خشت مثل استخوان بیرون قالب سے

اگر آسمان کہین یہ ارادہ کرے کہ ویران دلون کو تعمیر کرون تو یقینی نہین اینٹ سانچے سے باہر نہ نکلے جس طرح کہ ہڈی قالب جسم سے علیحدہ نہین نکلتی۔

عیادت ہائے طعن آلود یاران زہر قاتل ہے رفوئے زخم کرتی ہے بنوک نیش عقرب سے

میرے احباب جو میری عیادت کے لئے آتے ہین اور مجھے مطعون کرتے ہین یا ان کی عیادت مین جو ایک قسم کی منافقت شامل ہے وہ زہر قاتل کا کام کرتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے وہ عیادت زخم کا رفو تو کرتی ہے مگر بچھو کے ڈنک کی نوک سے رفو کرتی ہے جو اور زیادہ باعث اذیت ہے

اسد کو بت پرستی سے غرض درد آشنائی ہے نہان ہین نالۂ ناقوس مین در پردہ یا رب ہا

اسد جو بت پرستی کرتا ہے اس بت پرستی سے اس کا مقصود یہ ہے کہ وہ درد آشنا ہو جائے اس کے نالۂ ناقوس مین شور یا رب مخفی ہے۔ درد و غم مین اکثر یا رب یا اللہ وغیرہ اور اسی قسم کے کلمے منہ سے نکل جاتے ہین۔

بہ رہن شرم ہے با وصف شہرت اہتمام اسکا نگین مین جون شرار سنگ ناپیدا ہے نام اسکا

اس کا اہتمام اس کی غم خواری با وجود شہرت کے ہنوز پردۂ شرم میں ہے اور اس طرح اس کا نام نگینہ میں ناپید اور مخفی ہے جیسے کہ آگ پتھر میں ہوا کرتی ہے۔

سر کار تواضع تا خم گیسو سانیدن بسان شانہ زینت پیرہو دست سلام اسکا

اس کی تواضع کا سر و کار بس اتنا ہی ہے کہ وہ دیکھنے والے کو خم گیسو تک پہنچا دے بس اسی قدر اس کا کام ہے تو اس کے معنی یہ ہوے کہ وہ سلام کے لئے جب ہاتھ اٹھاتا ہے تو ہاتھ جو گیسو تک پہونچتا ہے وہ شانہ کی طرح زینت ریزی کرتا ہے یعنی خم گیسو کی اطلاع دیکر دنیا کو اور فریفتگی پر آمادہ کرتا ہے۔

مسی آلودہ ہو مہر نوازشنامہ پیدا ہے کہ داغ آرزوے بوسہ لایا ہو پیام اسکا

اس کے نوازشنامہ کی مہر مسی آلودہ ہو رہی ہے اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کا خط داغ آرزوے بوسہ کا پیغام لایا ہے۔ چونکہ مہر بھی داغ سے مشابہ ہوتی ہے اس واسطے یہ اشارہ پیدا ہوتا ہے مسی چونکہ ہونٹوں پر لگائی جاتی ہے اس سے بوسہ کا اشارہ مفہوم ہوتا ہے گو صورت داغ میں۔

بہ امید نگاہ خاص ہوں محمل کش حسرت مبادا ہو عنان گیر تغافل لطف عام اسکا

میں ایک نگاہ خاص کی امید پر محمل حسرت کھینچ رہا ہوں یعنی حسرتیں کر رہا ہوں کہیں ایسا نہو کہ اس کا لطف عام اس کو تغافل پر آمادہ کر دے یعنی وہ یہ سمجھے کہ سب میں یہ بھی شریک ہے پھر نگاہ خاص کی احتیاج کیا ہے۔ عنان گیر اور محمل کش حسرت دونوں الفاظ مناسب ہیں۔

لڑا دے گر وہ بزم مے کشی میں مہر و شفقت کو بھرے پیمانۂ صد زندگانی ایک جام اسکا

اگر شراب نوشی کی محفل میں وہ مہربانی اور مہر دونوں کو لڑا دے۔ یعنی دونوں سے کام لے تو بلا شک اس کا ایک جام زندگی کے سو پیمانے بھر دے یعنی

اُس کی ایک مہربانی سو قہر پیدا کرے۔

اسد سودائے سرسبزی سے ہے تسلیم رنگیں تر — کہ کشت خشک اس کا ابر بے پروا خرام اس کا

اے اسد سرسبزی کے خیال سے تسلیم کا شیوہ بہت بہتر ہے اور حصول مقصد کی تمنا سے نا امیدی اور ناکامی کا طریقہ اچھا ہے کیونکہ اس حالت میں دونوں کا تقابل ہو جائے گا ادہر اس کا کھیت خشک ہوگا اور ادہر اس کا ابر بے پروا خرام ہوگا۔ نہ اس کو اس کی خواہش ہوگی اور نہ اس کو اس کی تمنا ہوگی۔

یاد روزے کہ نفس در گرد یارب تھا — نالۂ دل بکمر دامن قطع شب تھا

وہ بھی کیا دن تھے کہ جب ہماری ہر سانس پہ یارب یارب کا ہنگامہ بپا رہتا تھا۔ یعنی غم سے ہر وقت یارب تو ہے یارب تو ہے کہا کرتے تھے اور ہمارے دل کا نالہ وہ دامن بنا ہوا تھا جو مسافر کمر سے باندھ لیتے ہیں۔ گویا ہماری رات ہمارے لئے ایک ناپیداکنار جنگل تھی اور ہم اس کے قطع کرنے کے لئے نالہ کا دامن کمر سے باندھے ہوئے تھے اور اس وسیع صحرا میں رہنوردی کر رہے تھے۔

بہ تحیر کدۂ فرصت آرائش وصل — دل شب آئینہ دار تپش کوکب تھا

آرائش وصل کی فرصت گویا ایک حیرت کدہ تھی جس میں رات کا دل تاروں کے تڑپنے کا آئینہ دار تھا۔ تاروں کی تڑپ وہی حالت جو ان میں ہر دیکھنے والے کو معلوم ہوا کرتی ہے۔

بہ تمنا کدۂ حسرت ذوق دیدار — دیدہ کو خون ہوئے تماشائے چمن مطلب تھا

حسرت ذوق دیدار کے تمنا خانہ میں آنکھ کو خون ہونا منظور تھا گر مقصد یہی تھا کہ چمن کا تماشہ کرے۔ اس صورت میں چاہے کچھ بھی سر پہ گزر جائے۔

پردۂ دردِ دل آئینہ صد رنگ نشاط بخیۂ زخم جگر خندۂ زیر لب تھا

درد دل ایک پردہ تھا جو خوشی کے سو رنگوں کا آئینہ دار بنا ہوا تھا اور زخم جگر کا بخیہ خندۂ زیر لبی کا کام دیتا تھا۔

تالہا حاصل اندیشہ کہ چون کشت سپند دل ناسوختہ آتش کدۂ صد تب تھا

میری فکر اور میرے اندیشہ کا ماحصل نالہ تھا۔ کیونکہ کالے دانے کے کھیت کی طرح میرا دل ناسوختہ سیکڑوں تب و تاب کا مخزن تھا گویا وہ ایک آتش کدہ تھا۔

مطلب یہ ہوکہ میری ہر فکر کا حاصل نالہ ہے جیسے کہ سپند کا کھیت کہ گو وہ جلا نہیں ہے۔ مگر اس کا حاصل یہی ہے کہ اس کا ہر دانہ جلایا جاسے یہ ظاہر ہے کہ کالا دانہ دفع نظر بد کے لئے جلاتے ہین۔

عشق مین ہم نے ہی ابرام سے پرہیز کیا ورنہ جو چاہئے اسباب تمناسب تھا

یعنی ہمین نے عشق مین ضد اور ابرام سے ہمیشہ پرہیز کیا ورنہ جو چاہئے وہ اسباب تمناسب موجود تھا اور کرتے تو ابرام کر سکتے تھے۔

آخر کار گرفتار سر زلف ہوا دل دیوانہ کہ وارستہ ہر مذہب تھا

صاف شعر ہے کہ میرا دل دیوانہ کسی مذہب اور ملت کی پروا نہ کرتا تھا اور آزاد تھا مگر آخر کار اس کو گرفتار زلف ہونا پڑا۔

شوق سامان فضولی ہے وگرنہ غالب ہم مین سرمایۂ ایجاد تمنا کب تھا

شوق کی وجہ سے یہ تمام سامان فضول جمع ہوتے ہین اور یہ ہم کو پریشان کرتا ہے ورنہ اسے غالب اصل واقعہ یہ ہے کہ ہم مین کبھی ایجاد تمنا کا مادہ تھا ہی نہین یہ جو کچھ فضولیات ہین سب شوق کی بدولت ظہور مین آتی ہین۔

شب کہ دل گرم خیال جلوہ جانانہ تھا رنگ روئے شمع برق خرمن پروانہ تھا

کل رات کو جب دل جلوۂ معشوق کے خیال میں سرگرم تھا اس وقت شمع کا رنگ رو خرمن پروانہ کے لئے برق خرمن بنا ہوا تھا - اس سے دو مطلب نکل سکتے ہیں ایک یہ کہ خیال جلوہ ایک برق خاطف تھا اور میرا دل خرمن پروانہ بنا ہوا تھا - دوسرے یہ کہ میرے اس خیال کا اثر سب پر محیط تھا اور اسی وجہ سے رنگ روئے شمع خرمن پروانہ کے لئے برق بن گیا تھا -

شب کہ باندھا خواب میں آنیکا غافل نے جتا — وہ فسون وعدہ میرے واسطے افسانہ تھا

رات جو اس غافل نے خواب میں آنے کا عہد کیا تھا وہ ایک افسون تھا اور اس نے میرے حق میں افسانے کا کام دیا تھا - یعنی اس کا وعدہ سنتے ہی مجھے نیند آگئی

دود کو آج اسکے ماتم میں سیہ پوشی ہوئی — وہ دل سوزاں کہ کل تک شمع ماتم خانہ تھا

آج دھواں اس دل کے ماتم میں سیہ پوش ہو رہا ہے جو دل سوزاں کل تک شمع ماتم خانہ بنا ہوا تھا - یہ شعر گویا اس شعر کی شرح میں کہا گیا ہے ؎

شمع جلتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے
شعلۂ حسن سیہ پوش ہوا میرے بعد

ساتھ جنبش کے بیک خاستن طے ہو گیا — تو کہے صحرا غبار دامن دیوانہ تھا

ادھر میں نے جنبش کی اور اٹھا اور ادھر صحرائے زیست یا صحرائے وحشت یا مطلق صحرا کی تمام مسافت طے ہو گئی گویا کہ صحرا صحرا نہ تھا بلکہ دامن دیوانہ کا ایک غبار تھا جو ایک ذرا سی جنبش میں ختم اور طے ہو گیا ؎

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکاں کھلا
جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

دیکھ اسکے ساعد سیمین و دست پر نگار — شاخ گل جلتی تھی مثل شمع گل پروانہ تھا

اس کے ساعد سیمین اور دست رنگین کو دیکھ کر رشک سے شاخ گل شمع کی مانند جل رہی

تھی اور گل شکل پروانہ بنا ہوا تھا۔ جیسے ساعد سیمین کو شاخ گل سے اور دست نگارین کو گل سے تشبیہ دی ہے اسی طرح شاخ گل کو شمع اور گل کو پروانہ شمع سے تشبیہ دی گئی ہے شاخ گل مین وجہ شبہ دراز ہی اور پھول ہین جو شمع مین بھی موجود ہین بوجہ شعلہ اور گل شمع کے پروانہ مین اور گل مین وجہ شبہ پتیان ہین چونکہ پروانہ مین پر اور پھولون مین پتیان ہین اس لئے تشبیہ دی گئی ہے۔

بسکہ جوش گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا   چاک موج سیل تا پیراہن دیوانہ تھا

چونکہ دیوانہ کے جوش گریہ کی وجہ سے ویرانہ زیر و زبر ہو رہا تھا اس لئے سیلاب کی موج کا چاک گریبان دیوانہ کے پیراہن تک پہونچ گیا تھا۔ یعنی اس قدر رویا تھا کہ سیل اشک تا بہ زانو پہونچ گئی تھی۔

وصل مین بخت سیہ نے سنبلستان گل کیا   رنگ شب تہ بندی دود چراغ خانہ تھا

شب وصل مین میرے بخت کی رسائی نے سنبلستان پیدا کر دیا تھا اسی کی وجہ سے رنگ چراغ خانہ کی تہ بندی معلوم ہوتا تھا گویا رنگ شب رنگ شب نہ تھا بلکہ وہ پھیلا ہوا دھوان تھا۔ جو شمع خانہ یا چراغ خانہ کی وجہ سے پریشان ہوا۔

موسم گل مین مے گلگون حلال میکشان   عقد وصل دخت رز انگور کا ہر دانہ تھا

موسم گل مین مے گلگون میکشون کے لئے حلال ہے کیونکہ یہ حلال زادی ہے اسلئے انگور کا ہر دانہ گویا کہ دختر رز کا عقد تھا پھر جب عقد ہو گیا تھا تو اس سے جو چیز پیدا ہوئی وہ یقیناً حلال ہے میر صاحب کا ایک شعر ہے ؎

یہ دختر رز حرام زادی مردار
مینا بازار کی ہے رہنے والی

انتظار جلوۂ کاکل مین ہر شمشاد باغ   صورت مژگان عاشق صرف عرض شانہ تھا

اس جلوۂ کاکل کے انتظار مین باغ کا ہر شمشاد عاشق کے مژگان کی طرح شانہ بننے کی تمنا

مین محو تھا یعنی چاہتا تھا کہ شانہ بن جاؤن اور اُس کے جلوہ کاکل تک رسائی ہو۔

حیرت اپنی نالۂ بیدار سے غفلت بنی　　راہ خوابیدہ کو غوغائے جرس افسانہ تھا

میری حیرت میرے اس نالہ کی وجہ سے جس مین درد شامل نہ تھا غفلت کی صورت مین آگئی یعنی اس کی گرانی بڑھ گئی گویا غوغاے جرس نے راہ خفتہ کے حق مین افسانہ کا کام دیا اور اس خواب کو اور سنگین بنا دیا مطلب یہ ہو کہ نالہ بھی مفید مطلب نہوا بلکہ اور ضد بن گیا۔

کو بہ قت قتل حق آشنائی اے نگاہ　　خنجر زہراب دادہ سبزہ بیگانہ تھا

اے نگاہ تو نے جو مجھے قتل کیا یہ تو خوب کیا لیکن یہ تو بتا کہ وہ حق آشنائی کہان ہی جو مجھ مین اور تجھ مین تھا کیونکہ تو نے مجھے زہراب دادہ خنجر سے قتل کیا اور خنجر مشابہ تھا سبزۂ بیگانہ سے تو گویا از راہ بیگانگی قتل کیا لہذا مجھے یہ کہنے اور پوچھنے کا حق ہے کہ وہ حقوق آشنائی کیا ہوے۔

جوش بے کیفیتی ہی اضطراب آبا اسد　　ورنہ بسمل کا تڑپنا لغزش مستانہ تھا

چونکہ اس مین بے کیفیتی ہی یعنی اس مین کوئی کیفیت نہین ہی اس واسطے باعث اضطراب ہے ورنہ دراصل بسمل کا تڑپنا لغزش مستانہ ہوتا۔ یعنی اس مین اگر کوئی خاص کیفیت ہوتی تو یہ بڑی لطیف چیز تھی۔

شکوۂ یاران غبار دل مین پنہان کردیا　　غالب ایسے گنج کو شایان یہی ویرانہ تھا

یارون کا شکوہ دل کے غبار مین پوشیدہ کر لیا ہو۔ اے غالب واقعی یہ ایک خزانہ تھا اور دراصل اس کو ایسے ہی ویرانے کی ضرورت بھی تھی۔

اے اسد رویا جو دشت غم مین مین حیرت زدہ　　آئینہ خانہ ہجوم اشک سے ویرانہ تھا

اے اسد مین حیرت زدہ جو دشت غم مین رو دیا تو ہجوم اشک کی وجہ سے ویرانہ ایک آئینہ خانہ

بن گیا۔ پانی کی سطح کو آئینہ خانہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ بہترین اور مکمل تشبیہ ہے۔

فسانِ تیغ نازِ قاتلان سنگِ جراحت ہے
دل گرم تپش قاصد ہے پیغام تسلی کا

سنگ فسان وہ پتھر جسپر دھار رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قاتلوں کی تیغ ناز کا سنگ فسان عاشق کیلئے سنگ جراحت کا کام دیتا ہے سنگ جراحت کی خاصیت ہے کہ وہ زخم کو خشک کرتا اور بھرتا ہے۔ اور دل گرم تپش گویا ایک قاصد ہے جو گرم روی سے چل رہا ہے اور پیغام تسکین لارہا ہے۔

یک گام بیخودی سے لوٹیں بہار صحرا
آغوش نقش پا میں کیجیے فشار صحرا

ایک قدم حالت بیخودی میں چل کر صحرا کی بہار لوٹیں اور آغوش نقش پا میں پورے صحرا کو لیکر دبا دیں۔

اے آبلہ کرم کر یاں رنجہ اک قدم کر
اے نورِ چشم وحشت اے یادگار صحرا

اے آبلے اے نور چشم وحشت اے یادگار صحرا۔ جنون آمیرے قدم میں آ اور قدم رنجہ کر کے مجھے ممنون منت کر۔

دیوانگی اسد کی حسرت کش طرب ہے
در سر ہوائے گلشن در دل غبار صحرا

اسد کی دیوانگی کو طرب اور خوشی کی حسرت اور تمنا ہے اس کے سر میں گلشن کی ہوا ہے اور دل میں صحرا کا غبار یعنی خواہش بھری ہوئی ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ آزادانہ صحرا گردی کرے جو اس کی عین خوشی اور مسرت ہے۔

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردوں کو کیا رام کیا
رشتۂ چاک جیب دریدہ صرف قماش دام کیا

ہمارا صیاد خود وحشی بنا اور اس نے ہم وحشیوں کو اپنا مطیع بنا لیا۔ چونکہ وہ وحشی تھا لہذا اس نے گرفتار کرنے کی ترکیب بھی ایسی ہی سوچی کر چاک جیب دریدہ کا رشتہ

پوشاک دام مین صرف کیا۔

عکس رخ افروختہ تھا تصویر بہ پشت آئینہ

شوخ نے وقت حسن طرازی تمکین سے آرام کیا

اُس کا دمکتا ہوا اور روشن رخسارہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پشت آئینہ پر تصویر معلوم ہوتی ہے گویا اس شوخ نے اپنی حسن طرازی کے وقت تمکین کو چھوڑ دیا تھا۔

مہر بجائے نامہ لگائی بر لب پیک نامہ رسان

قاتل تمکین سنج نے یون خاموشی کا پیغام دیا

میرے قاصد کو اُس نے خط تو نہ دیا مگر اس کے لب پر مہر لگا دی قاتل تمکین سنج نے اس اشارے سے گویا کہ خاموش رہنے کا پیغام بھیجا ہے۔

شام فراق یار مین جوش خیرہ سری سے ہم نے اسد

ماہ کو در تسبیح کواکب جائے نشین امام کیا

اے اسد ہم شام فراق یار مین اختر شماری کرتے وقت اپنی خیرہ سری کے جوش مین یہ سمجھے کہ تسبیح پڑھ رہے ہین اور اس تسبیح مین چاند امام ہے باقی اور ستارے دانے ہین

عیادت سے اسد مین بیشتر بیمار رہتا ہون سبب ہے ناخن دخل عزیزان سینہ خستن کا

اے اسد مین اپنے اُن عزیزون سے جو میری عیادت کے لئے آتے رہتے ہین اور بھی زیادہ بیمار رہتا ہون تو یا دخل عزیزان ایک ناخن ہے جو بہت زیادہ میری سینہ خراشی کرتا ہے۔

عشق تبرسا بچہ و ناز شہادت مت پوچھ کہ کلہ گوشہ بہ پرواز پر تیسر آیا

ایک ترسا بچہ کا عشق اور اسیر شہادت کا ناز کیا اس افتخار کی حالت پوچھتا ہو۔ یون سمجھ کہ گوشۂ کلاہ پرواز پر تیر کی بلندی پر جا پہونچا۔ یعنی انتہائی سربلندی حاصل ہوئی۔

اے خوشا ذوقِ تمنائے شہادت کہ اسدؔ　　بے تکلف بسجودِ خمِ شمشیر آیا

اے اسد تمنائے جوشِ شہادت کا مجکو کتنا ذوق وشوق تہا کہ بے تکلف خم شمشیر کے سجدہ کرنے کے لئے آگیا۔

سیر آنسوئے تماشا ہے طلب گارون کا　　خضر مشتاق ہو اس دشت کے آوارون کا

تیرے طلب گارون کا مقام سیر وہ ہو جو آنسوئے تماشا آباد ہو۔ خضر اُس جنگل کے آوارون کی ملاقات کا مشتاق اور آرزومند ہے۔ سیر آنسوئے تماشا کیسی ہی ترکیب اور ویسی ہی تخئیل ہے جیسے کہ عدم سے پرے۔

داد خواہ تپش و مہر خموشی بر لب　　کاغذ سرمہ ہے جامہ ترے بیمارون کا

تپش کی داد خواہی کرنا چاہتے ہین اور حالت یہ ہے کہ خموشی کی مُہر لب پر لگی ہوئی ہے کچھ کہہ سکتے نہین ہین تو اس حالت مین اُن کا جامہ کاغذی جو داد خواہی کا نشان ہے گویا کاغذ سرمہ بن گیا ہو اور یہ ظاہر ہے کہ سرمہ خاموش کر دیتا ہو۔

وحشت نالہ بہ واماندگی وحشت ہے　　جرس قافلہ یان دل ہو گرانبارون کا

چونکہ وحشت واماندہ ہوگئی ہو اس لئے اب نالہ کی وحشت اُسپر سوار ہے گویا گرانبارون کا دل جرس قافلہ ہو کر وہ واماندگی وحشت نالہ مین گرفتار رہتے ہین۔

پھر وہ سوئے چمن آتا ہے خدا خیر کرے　　رنگ اُڑتا ہو گلستان کے ہوادارون کا

وہ ظالم پھر چمن کی طرف آرہا ہے۔ خدا معلوم اب کیا گل کھلائے گا۔ بہیر خواہان گلشن کا رنگ اڑا جاتا ہو کہ دیکھئے اب کیا ہوگا۔

جا بجا پاس نہین دل نگرانی غافل　　چشم اُمید ہو روزن تری دیوارون کا

اے غافل دل نگرانی کی ضرورت ہے وہ جلوہ ہے کچھ یابوس نہیں ہر کیونکہ تیری دیوار کا روزن تک چشم بینا کا کام کرتا ہے اس طرح سے میرا انتظار یابوس جلوہ نہیں ہے۔

اسد اے ہرزہ درا نالہ بہ غوغا تا چند   حوصلہ تنگ کرے بے سبب آزاروں کا

اے ہرزہ درا (بیہودہ گو) اسد یہ نالہ کرکے تو کیوں شور مچا رہا ہے اور کیوں غوغا کرکے ان لوگوں کا جو بے سبب آزار ہیں حوصلہ تنگ کئے دیتا ہے۔

عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یاران غمگیں کا   نظر آتا ہے مو شیشہ رشتہ شمع بالیں کا

میری عیادت کرنے سے میرے یاران غمگین کا چونکہ بہت زیادہ دل ٹوٹا اور دل شیشہ کی مانند ہوتا ہے تو اب شمع بالین کا رشتہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے شیشہ میں بال پڑ گیا ہو۔

بجائے غنچہ و گل ہے ہجوم خار و خس یاں تک   کہ ہے بخیہ دامن ہوا ہے خندہ گلچین کا

فی زمانا غنچہ و گل کی جگہ کوڑے کباڑ اور خار و خس کا ہجوم یہاں تک ہے کہ گلچین کا خندہ بخیۂ دامن کے کام آ رہا ہے یعنی دامن میں گل و غنچہ کی جگہ اس کا خندہ ہے یعنی دامن خالی گلچین کا پھیلنے لگا ہے۔

نصیب آستین ہے حاصل روئے عرق آگین   چنی ہے کہکشان خرمن مہ سے خوشۂ پروین کا

اس کے روئے عرق آگین کا عرق آستین کو نصیب ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کہکشان خرمن ماہ سے پروین کے خوشے چن رہا ہو۔

اس شعر میں تین تشبیہیں ہیں۔ خرمن ماہ سے روئے یار کو اور کہکشان سے آستین اور پروین سے قطرہ ہائے عرق کو تشبیہ دی ہے۔ خرمن ماہ مسلمات شعرا سے ہے پروین ستارہا سے معروف جو چھ کی تعداد میں آسمان پر نمودار ہوتے ہیں۔

اسد ارباب فطرت قدر دان لفظ و معنی ہیں   سخن کا بندہ ہوں لیکن نہیں مشتاق تحسین کا

اے اسد اہل دنیا الفاظ و معنی کے قدر دان ہیں شعر و شاعری کا تو دل سے غلام ہوں مگر

تمکنت اور غرور کا مشتاق نہیں ہوں اور یہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

وردِ اسمِ حق سے دیدارِ صنم حاصل ہوا　　　رشتۂ تسبیح تارِ جادۂ منزل ہوا

خدا کے نام کے ورد سے ہمکو بتوں کا دیدار حاصل ہو گیا اس ورد خوانی کے عالم میں جو تسبیح پڑھی اس کا تاگا ہمارے واسطے جادۂ منزل بن گیا۔

محتسب سے تنگ ہے از بسکہ کارِ میکشاں　　　رز میں جو انگور نکلا عقدۂ مشکل ہوا

چونکہ محتسب کی ذات سے میکشوں کا کام بہت تنگ ہے اس لئے درخت انگور میں جو انگور پیدا ہوا وہ ایک عقدۂ مشکل بن کر رہ گیا یہ ظاہر ہے کہ انگور کو عقدۂ مشکل کہنا کسقدر لطیف ہے۔

وقتِ شب اس شمع رو کے شعلۂ آواز پر　　　گوشِ نسرین عارضاں پروانۂ محفل ہوا

کل رات اس شمع رو کی آواز کے شعلہ پر ان معشوقوں کا عارض جو نسرین کی طرح گوش رکھنے والے ہیں پروانۂ محفل بن گیا یعنی اس کی آواز سن کر بڑے بڑے حسین قربان ہو گئے۔

عیب کا دریافت کرنا ہے ہنرمندی اسد　　　نقص پر اپنے ہوا جو مطلع کامل ہوا

اے اسد عیب کا دریافت کر لینا بھی ہنر ہے یہ سمجھ لے کہ جو شخص اپنے نقص پر اور اپنے عیب پر مطلع ہو گیا۔ وہ شخص بڑا کامل ہو گیا۔

ہے تنگی سے زوالِ ہمتِ درماندہ حوصلۂ پا　　　جو اشک گرا خاک میں ہے آبلۂ پا

درماندگی اور کاہلی نے ہمیشہ قدموں کے حوصلۂ پا کو پست کر دیا ہے اور اب یہ حالت ہے کہ جو آنسو آنکھ سے گرتا ہے وہ پاؤں کا ایک آبلہ بن جاتا ہے اور برابر ہمت پست ہوتی چلی جاتی ہے۔

منزل آتی ہے تہِ صحرائے طلب دور　　　جو خط ہے کفِ پا پہ سو ہے سلسلۂ پا

ہستی کی منزل سے صحرائے طلب بہت دور ہے لیکن تجھ کو کف پا کے اوپر جو خط ہے وہ پاؤں کے لئے ایک زنجیر ہے کہ چلنے سے روکتا ہے۔

دیدار طلب ہے دل وامانده كه آخر ۔۔۔ نوک سر مژگان سے رقم ہو گلۂ پا

میرے تھکے ہوئے اور وامانده دل کو دیدار کی خواہش ہے میں چاہتا ہوں کہ آخر کار میری شکستہ پائی کا گلہ میری نوک مژگان سے لکھا جائے تاکہ ادا فہم لوگ اس اشارے کو سمجھ لیں اور معلوم کر سکیں کہ میرے دل میں کیا حسرتیں تھیں۔ اس قسم کے شعر متقدمین بہت کہتے تھے چنانچہ مرزا ہی کے دو شعر یہ ہیں ؎

مدفن عاشق سے اُگتی ہے جو سوسن تا حشر ۔۔۔ کہتی ہے یارب ہلاک حسرت پابوس تھا
آنکھ کی تصویر سرنامہ پہ کھینچی ہے کہ تا ۔۔۔ تجھ پہ کھل جائے کہ مجھ کو حسرت دیدار ہے

آیا نہ بیابان طلب کام و زبان تک ۔۔۔ تبخالۂ لب ہو نہ سکا آبلۂ پا

میری طلب کا بیابان جو میرے دل میں پوشیدہ ہے وہ ہمیشہ دل ہی میں مستور اور منزوی رہتا ہے کبھی دل سے زبان تک نہیں آتا یعنی اس کا گلہ یا بیان کبھی میری زبان تک نہیں آتا جیسے کبھی پاؤں کا آبلہ تبخالۂ لب نہیں بنتا ہے۔

فریاد سے پیدا ہے اسد گرمیٔ وحشت ۔۔۔ تبخالۂ لب ہے جرس آبلۂ پا

اے اسد میری گرمی وحشت میری فریاد سے ظاہر ہو رہی ہے جس سے میرے لبوں پہ چھالے پڑ گئے ہیں گویا کہ میرے لبوں کے چھالے آبلہ پا کے جرس ہیں کہ ان سے ان کی گرمی کا حال کھلتا ہے۔

بسکہ عاجز نارسائی سے کبوتر ہو گیا ۔۔۔ صفحۂ نامہ غلاف بالش پر ہو گیا

چونکہ میرا کبوتر نامہ بر رسائی منزل مقصود سے عاجز ہو کر گر پڑا تو وہی خط کا کاغذ جو اس کے پاس تھا اس کے تکیہ پر کے لئے غلاف بن گیا۔ اور اب وہ صرف ایک بالش پر کی صورت رکھتا ہے۔

صورت دیبا تپش سے میر غرق خون ہے آج   خار پیراہن رگ نشتر کو نشتر ہو گیا

صورت دیبا وہ صورتیں یا نقوش جو کپڑوں پر بناتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میرے لباس کے کپڑوں پر جو پھول پتیاں بنی ہیں وہ میری تڑپ سے تمام خون میں ڈوبی ہوئی ہیں گویا کہ میرا خار پیراہن یعنی میری بیتابی رگ نشتر (تیلی) کے لئے نشتر بن گئی ہیں۔

بسکہ آئینے نے پایا گرمی رخ سے گداز   دامن تمثال مثل برگ گل تر ہو گیا

آئینہ میں محبوب کی تصویر تھی جس کی گرمی رخسار نے آئینہ کو پگھلا دیا اور اس گداز سے تصویر کا دامن اس طرح بھیگ گیا جیسے پھول کی پتیاں تر ہو جاتی ہیں۔

شعلہ رخسار تحیر سے تری رفتار کے   خار شمع آئینہ آتش میں جوہر ہو گیا

اے شعلہ رخسار تیری رفتار کے تحیر سے خار شمع یعنی شمع کی بتی یا رشتہ شمع آئینہ آتش کے لئے جوہر بن گیا ہے گویا تیرے شعلہ رخسار کا یہ اثر ہے کہ شمع کا خار آئینہ آتش یعنی آتش میں جوہر بن گیا ہے۔

بسکہ وقت گریہ نکلا تیرہ کاری کا غبار   دامن آلودہ عصیان گران تر ہو گیا

ندامت عصیان سے گریہ کرنے کے وقت جو تیرہ کاری کا غبار دل سے نکلا اس سے اس دامن میں جو عصیان کی وجہ سے صرف تر تھا۔ اب اور بھی گرانی پیدا ہو گئی پہلے صرف تری اور نمی تھی اب گرانی بھی پیدا ہو گئی اور یہ شعر صادق ہو گیا ؎

روئے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے
دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

حیرت اندازِ رہبری عنانگیر ہے اسد   نقش پائے خضر یاں سد سکندر ہو گیا

رہبر یا رہنما کے انداز کی حیرت میری عنانگیر ہے یعنی مجھے روک رہی ہے نقش پائے خضر میرے واسطے سد سکندر کا کام دے رہا ہے اور میں چلنے سے عاجز ہوں۔

گرفتاری میں فرمان خط تقدیر ہے پیدا — کہ طوق قمری از ہر حلقۂ زنجیر ہے پیدا

گرفتار ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ گرفتاری فرمان خط تقدیر سے ہوئی ہے اور یہ ہر حلقۂ زنجیر سے قمری کے طوق کی تصویر نظر آتی ہے یعنی زنجیر کی خلقت اور آفرینش ہی اسبات پر مبنی تھی کہ قمری کو گرفتار کرے اور قمری کا طوق بنے۔

زمین کو صفحۂ گلشن بنایا خون چکانی نے — چمن بالیدنی ہا از رم نخچیر ہے پیدا

شکار زخم خوردہ جو رم کر رہا اور بھاگ رہا ہے اس سے خون ٹپکتا جا رہا ہے اور یہی خون کے قطرے جو ٹپکتے جا رہے ہیں وہ گل کی صورت ہیں ان سے زمین صفحۂ گلشن بنتی جاتی ہے تو گویا رم نخچیر نشو ونمائے چمن کا ترجمان ہے اور اسی سے نشو ونمائے چمن کا حال معلوم ہوتا ہے۔

مگر وہ شوخ ہے طوفان طراز شوق خونریزی — کہ در بحر کمان بالیدہ موج تیر ہے پیدا

شاید وہ شوخ خونریزی کے شوق کا طوفان اٹھا رہا ہے کہ کمان کے دریا میں موج تیر میں برابر تلاطم اور بالیدگی پیدا ہوتی جاتی ہے

نہیں ہے کف لب نازک پہ فرط نشہ سے — لطافت ہائے جوش حسن کا سر شیر ہے پیدا

اس کے لب نازک پہ جوش نشہ سے یہ جو کف آرہے ہیں ان کو کف نہ سمجھنا چاہئے بلکہ حسن کے جوش کی لطافت سے یہ بالائی کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔

عروج نا امیدی چشم زخم چرخ کیا جانے — بہار بے خزاں از آہ بے تاثیر ہے پیدا

چشم زخم چرخ کو نا امیدی کے عروج کا حال کیا معلوم۔ وہ کیا جانے کہ نا امیدی کا عروج کیونکر ہوتا ہے۔ اگر بہار بے خزاں دیکھنا ہے تو ہماری آہ بے تاثیر کو دیکھے۔

اسد بس شوق سے ترتیش فرسا ہوں روز میں — جراحت ہائے دل سے جوہر شمشیر ہے پیدا

اے اسد جس شوق سے ذرے روزن میں تپان رہتے ہین بالکل اسی طرح میرے زخموں میں جوہر شمشیر تپان رہتا ہے۔

ہوا نہ مجھ سے بجز درد حاصل صیاد　　بسان اشک گرفتار چشم دام رہا

صیاد نے مجھے گرفتار تو ضرور کیا مگر میری گرفتاری سے اس کو کچھ حاصل نہیں ہوا بلکہ مین دام کی آنکھ (چشم دام حلقۂ دام) مین آنسو کی صورت سے رہا جس کا حاصل سوا درد کے اور کچھ ہو ہی نہین سکتا۔

دل و جگر تف فرقت سے جل کے خاک ہوئے　　ولے ہنوز خیال وصال خام رہا

میرا دل اور میرا جگر فرقت کی آگ سے جل کر خاک ہو گئے مگر پھر بھی خیال وصال جو ایک خیال خام تھا وہ اسی صورت سے آج بھی خیال خام ہے۔

دہان تنگ مجھے کس کا یاد آیا تھا　　کہ شب خیال مین بوسون کا اژدحام رہا

نہ معلوم مجھے کس کا دہان تنگ یاد آیا تھا کہ رات خواب مین بوسون کا اژدحام میرے لبون پر رہا اور شب بھر بوسے لیا کیا۔

نہ پوچھ حال شب و روز ہجر کا غالب　　خیال زلف و رخ دوست صبح و شام رہا

اے غالب کیا پوچھتا ہے کہ جدائی مین میرے شب و روز کیونکر گزرے سچ تو یہ ہے کہ اس کے زلف و رخسار کا خیال دن رات مجھے رہا کیا۔ رخ کو صبح اور زلف کو شام سے تشبیہ دینا مسلمات سے ہے۔

سحر گر باغ مین وہ حیرت گلزار ہو پیدا　　اڑے رنگ گل اور آئینہ دیوار ہو پیدا

صبح کے وقت اگر باغ مین وہ حیرت گلزار (معشوق) پہنچ جائے تو گل کا رنگ اڑ کر ایک آئینہ دیوار بن جائے یعنی اس کے جانے کا یہ اثر ہو کہ باغ مین حیرانی ہی حیرانی کا دور دورہ رہے۔

لگے گر سنگ سر پہ یار کے دست نگاریں   بجائے زخم گل ہو گوشۂ دستار سے پیدا

اگر یار کے دست نگاریں سے سر پر پتھر لگے تو زخم کی بجائے گوشۂ دستار کے اوپر پھول پیدا ہونے لگے یعنی پتھر لگنے سے پیدا ہونا چاہیے زخم مگر اس کے دست نگاریں کا یہ اثر ہو کہ وہ زخم پھول کی صورت میں نمودار ہو

کروں گر عرض سنگینی کہسار اپنی بیتابی   رگ ہر سنگ سے نبض دل بیمار ہو پیدا

اگر کوہ کی سنگینی سے میں اپنی بیتابی کا اظہار کروں تو پتھر سے ایک ایک نبض دل بیمار پیدا ہو جائے۔ رگ سنگ سے مراد وہ لکیریں جو پتھر پر نمودار ہوتی ہیں بہت ہی عمدہ شعر کہا ہے اگرچہ مراعات لفظی کا اشارہ ہے مگر مراعات اس طرح سے آ جائیں تو حسن شعر ہیں ورنہ کچھ نہیں۔

بہ سنگ شیشہ توڑوں ساقیا پیمانۂ پیماں   اگر ابر سیہ کہسار سے ہو پیدا

اے ساقی میں اپنے عہد و پیمان کا پیمانہ ابھی سنگ شیشہ سے (شیشہ کے سنگ کھا گیا) توڑتا ہوں اگر ابر سیہ کہسار کی طرف سے دیوانوں کی طرح جھومتا ہوا آئے۔

اسد مایوس مت ہو گرچہ رونے میں اثر کم ہے   کہ غالب گریۂ بیدار زاری کی بسیار ہو پیدا

اے اسد ناامید نہ ہو اگرچہ رونے میں اثر کم ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ بہت سے رونے کے بعد اثر پیدا ہو جائے اس میں غالب کا لفظ ممکن کے واسطے لایا ہے۔ مگر ظاہری ...

آفت آہنگ ہے کچھ نالۂ بلبل ورنہ   پھول ہنس ہنس کے گلستان میں فنا ہو جاتا

آفت آہنگ۔ وہ نقصان رسیدہ جس سے آفت و مصیبت عیاں ہوں مطلب یہ ہے کہ ابھی خیریت ہے کہ بلبل کے نالوں سے کچھ آفت و مصیبت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور گل ان کو دیکھ کر یا سن کر کچھ نہ کچھ عبرت کرتا ہے ورنہ پھول کے نداز سے معلوم ہوتا

کہ اگر اس کی خوشی پر نازِ بلبل کے ملال کا اثر پڑ جاتا تو وہ ہنسی ہنس کر فنا ہو جاتا یعنی دنیا میں صرف خوشی ہی سے کام نہیں چلتا بلکہ ملال بھی ایک گونہ کام کرتا ہے۔

کاش ناقدر نہ ہوتا ترا اندازِ خرام　　　میں غبارِ سرِ دامانِ فنا ہو جاتا

تیرا اندازِ خرام ناقدر ہے اور اگر کاش یہ ناقدر نہ ہوتا تو میں دامانِ فنا کا غبار ہو جاتا یعنی فنا ہو جاتا۔ مطلب یہ کہ اگر اس بات کی امید ہوتی کہ تیرا خرامِ ناز کبھی میرے پامال کر دینے کی طرف راغب ہوگا تو میں فنا ہو جاتا۔ مگر یہ بھی امید نہیں ہے اس لئے میں ابتک خاکِ سرِ دامانِ فنا نہیں ہوا۔

یک شب فرصتِ ہستی ہے اک آئینۂ غم　　　رنگِ گل کاش گلستاں کی ہوا ہو جاتا

رنگِ گل کو شاعر کے نزدیک صرف ایک شب کی فرصت ہے اور ایسا ہی اکثر ہوتا بھی ہے کہ پھول شام کو کھلتے اور صبح کو مرجھا جاتے ہیں اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ یہ یک شبہ ہستی کی فرصت فرصت نہیں ہے بلکہ غم کا ایک آئینہ ہے اس سے تو یہی اچھا تھا کہ رنگِ گل گلستاں کی ہوا ہوتا۔ ہوا میں کچھ قیام تو ہے رنگِ گل کو اتنا بھی قیام نہیں یا یہ کہ اگر رنگِ گل ہوا ہوتا تو یہ اتنے افسوس کی صورت نہ تھی اس میں تو گویا قیام کی صورت ہی نہیں ہے اور یہ یک شبیہ صورتِ قیام تو اور بھی باعثِ زحمت و تکلیف ہے۔

مستقل مرکزِ غم پہ بھی نہیں تھے ورنہ　　　ہم کو اندازۂ آئینِ وفا ہو جاتا

مصیبت یہ ہے کہ ہم ہمیشہ غم میں بھی مبتلا نہیں رہتے اگر ایسا ہوتا تو کم سے کم ہم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آئینِ وفا کیا ہے اور کس قدر غم و رنج اس میں اٹھانا پڑتا ہے مگر افسوس کہ ایسا بھی نہیں ہے۔

دستِ وحشت ہے مرا خشتِ بدیوارِ فنا　　　گر فنا بھی میں نہ ہوتا تو فنا ہو جاتا

میرا دستِ وحشت فنا کی دیوار کی ایک اینٹ ہے یعنی میری تعمیر ہی فنا پر مبنی ہے لہذا اگر میں فنا بھی نہ ہوتا تب بھی فنا ہونا لازمی تھا۔ وہ چیز جس کی تعمیر ہی فنا کے سبب

ہو وہ اگر ظاہری طور پر فنا کبھی نہ ہو تب بھی اس کو فنا ہی سمجھنا چاہیئے۔

حسرت اندوزئی ارباب حقیقت مت پوچھ　　جلوہ اک روز تو آئینہ نما ہو جاتا

جو لوگ اپنے آپ کو ارباب حقیقت کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیا اُن کی حسرت اندوزی کا حال پوچھتا ہے وہ لوگ بالکل محروم ہیں کاش جلوہ حقیقت ایک روز تو دیکھ سکتے مگر افسوس کہ ان کو تو کبھی جلوہ دیکھنا نصیب ہوا ہی نہیں ہو۔

غزل مندرجہ ذیل اگرچہ دو مختلف قدیم بیاضوں میں مرزا غالب ہی کے نام سے ملتی ہے مگر جہاں تک میرا خیال ہے یہ غزل میں نے کہیں کسی اور کے نام سے بھی دیکھی ہو اور حقیقتہً یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ اس میں مرزا غالب کا رنگ بالکل نہیں ملتا شاہ ظفر کے رنگ سے ملتی جلتی ہے جس کی ایک خوش عقیدہ یہی تعبیر کر سکتا ہے کہ شاید مرزا نے کبھی بادشاہ کی فرمایش سے یہ غزل لکھی ہو۔ اور وہ انھیں کے پاس رہ گئی ہو اور انھیں کے نام سے لوگوں نے سنی ہو بہر حال غزل یہ ہو۔ اگر حقیقتاً یہ غزل مرزا غالب ہی کی ہے تو کمال ہے ان لوگوں کو خصوصیت سے داد دینی چاہیئے جو کہتے ہیں کہ مرزا اس رنگ پر قادر نہیں تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے در اصل اپنے واسطے ایک جداگانہ روش نکال لی تھی اور اسپر مضبوطی کے ساتھ قائم تھے۔

یا مجھے شبنم گریاں ہی بنایا ہوتا　　ورنہ یارب گل خنداں ہی بنایا ہوتا

اے خدا یا تو نے مجھے شبنم گریاں بنایا ہوتا اور اگر ایسا نہیں منظور تھا تو گل خنداں بنایا ہوتا۔

بہر صورت میری یہ صورت ہوا ہے کہ نہ گل خنداں ہوں اور نہ شبنم گریاں ہوں میرے لیے باعث زحمت ہے۔

داغ پر داغ اگر دیکے جلانا تھا مجھے　　یک قلم سرو چراغاں ہی بنایا ہوتا

جیسے کہ مجھے اب داغ پر داغ دیکر جلایا جا رہا ہو اگر یہی صورت منظور تھی تو اس سے بہتر یہ تھا کہ مجھے سرو چراغان بنا دیتا۔ سرو چراغان پھر بھی ایک زینت کی چیز تو ہے اور میں تو کچھ بھی نہیں۔

ان کو مطلب تھا اگر میری پریشانی سے　　سر بسر زلف پریشان ہی بنایا ہوتا

اگر ان کو یہی منظور تھا کہ میں پریشان رہوں تو کاش زلف پریشان بنا دیتے کہ میری پریشانی کچھ اُن سے نسبت تو رکھتی۔

مجکو دنیا میں سیہ بخت اگر رکھنا تھا　　رنگ خال رخ خوبان ہی بنایا ہوتا

اگر مجکو سیہ بخت ہی رکھنا تھا تو معشوقوں کے خال کا رنگ بنانا چاہیئے تھا کہ کچھ فائدہ ہوتا۔ اور میں بھی محظوظ ہوتا یا میری قدر ہوتی۔

تھا جو حیران مجھے اس شکل سے رکھنا منظور　　صاف آئینہ حیران ہی بنایا ہوتا

اگر حیران ہی رکھنا تھا تو کیا ضرورت تھی کہ یوں حیران رکھا گیا ایک آئینہ بنا دیا ہوتا کہ کسی بزم عشرت میں پہونچتا یا معشوقوں کے ہاتھوں تک رسائی ہوتی۔

گر خوشی تیری یہی تھی کہ نالان ہوؤے　　تو مجھے بلبل بستان ہی بنایا ہوتا

اگر تیری یہی خوشی تھی کہ میں نالان رہوں تو مجھے بلبل چمن بنا دیا ہوتا۔

ایک عالم کی جو آنکھوں سے گرایا جون اشک　　کاش کہ گوہر غلطان ہی بنایا ہوتا

اگر عالم کی نظر سے گرانا منظور تھا تو اشک نہ بناتا۔ اشک کی صورت کی دوسری چیز بھی ہوتی ہے یعنی گوہر غلطان بنا دیا ہوتا تاکہ سینوں تک رسائی ہو جاتی۔

چاک زخم گل سے ہو رنگ تبسم بھی عیان　　بلبلوں کی سعی ناکارہ کا حاصل کیا ہوا

زخم گل کے چاک سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بلبل کے جذب دل کا اثر پڑا ہے

اس لئے مطمئن ہین مگر کیا وہ لوگ یہ نہین سمجھ سکتے کہ یہی چیز جسے چاک زخم سمجھا ہے یہ تبسم سے بھی ملتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ سراسر تبسم ہی ہو۔ ایسی حالت مین کوئی بتائے کہ بلبلون کی سعی ناکارہ کا کیا فائدہ ہوا۔

عمر سب بتخانے مین نذر پرستش ہو گئی　　　اب ہوا بھی تو خیال حق و باطل کیا ہوا

اس شعر کی شرح گویا حکیم مومن مرحوم نے کی ہے جو بہت مشہور و معروف ہے۔

عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن
آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہون گے

مگر مرزا صاحب یہ فرماتے ہین کہ تمام عمر تو بتخانے مین گزار دی اب اگر حق و باطل کا خیال کیا بھی تو کیا خیال کیا اور اس خیال سے فائدہ کیا ہوا۔

سایہ سان افتادگی تھی عجز بسمل کی دلیل　　　اے اسد زور آزما بازوے قاتل کیا ہوا

بسمل کی سایہ کی مانند افتادگی اُس کی عاجزی کی دلیل تھی پھر آخر یہ کیا سبب ہے کہ اسیر بازوے قاتل نے بھی زور آزمائی کی بظاہر کوئی وجہ نہین تھی۔

نازش سرمایۂ عالم تھا نظر دن مین ہی　　　ہمنوا آخر مرے پہلو سے وہ دل کیا ہوا

تمام دنیا مین اگر میرے لئے باعث نازش اور وجہ افتخار کوئی چیز تھی تو وہ ایک میرا دل تھا جو اب میرے پاس نہین ہے اے ہمنشین تُو مجھے بتا کہ آخر میرا دل کیا ہو گیا اسی مضمون کو دوسری مرتبہ صاف کر کے یون کہا ہے۔

ہر طرح جو نازش سرمایۂ کونین تھا　　　کیا بتاؤن ہمنوا تجھ سے کہ وہ دل کیا ہوا

یعنی مجھے جس پر ہر طرح افتخار اور ناز تھا اب اے ہمنشین کیا بیان کرون کہ اُس دل خون شدہ کی کیا حالت ہوئی اور وہ کیا ہو گیا۔

شب کہ سرگرم فغان تھا دل نالان میرا　　　جلتی تھی دیکھ کے غم شمع فروزان میرا

رات کو میں حالت کرب و اضطراب میں نالے کر رہا تھا اور بیتاب تھا تو میرے نالوں اور غموں کو دیکھ کر شمع فروزان بھی غموں سے جل رہی تھی۔ اس زمین میں مرزا کے معاصرین میں سے بھی بعض لوگوں کی غزلیں موجود ہیں چنانچہ نواب مصطفےٰ خان شیفتہ کی غزل کا یہ مطلع ہے ؎

صبح ہوتے ہی گیا گھر مہ تابان میرا
پنجۂ خور نے کیا چاک گریبان میرا

وحشی سوختہ اختر ہوں مرا حال نہ پوچھ دور بھاگے ہے مجھے دیکھ بیابان میرا

میں ایک بد نصیب وحشی ہوں میری حالت کیا پوچھتا ہے وحشی کا گھر بیابان میں ہوتا ہے مگر میری سوختہ اختری اور وحشت کی وجہ سے میرا بیابان بھی مجھے دیکھ کے دور بھاگتا ہے۔ اس سے زیادہ کیا تکلیف ہو سکتی ہے اور اس سے بڑھ کر وحشت کی اور کیا تاثیر ہو سکتی ہے۔

غیر تو اپنی جگہ ہیں جو کبھی میں چاہوں خود مجھے بھی ہو نہ اندازہ حرمان میرا

غیر سے مراد کوئی دوسرا شخص کوئی دوسری ذات ہے کہتے ہیں کہ بھلا غیروں کو میری حسرت و حرمان کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے غیر تو غیر اب تو حرمان و بد نصیبی کا یہ عالم ہے کہ اگر میں چاہوں تو مجھے بھی اندازہ حرمان نہیں ہو سکتا اور میں خود نہیں معلوم کر سکتا کہ کس قدر بد نصیب ہوں

چشم خونابہ فشان آج نظر آتا ہے شفق صبح کے دامن میں گریبان میرا

اے چشم خونابہ افشان آج مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا گریبان شفق صبح کے دامن میں لٹکا ہوا ہے یعنی چشم خونابہ افشان نے اس قدر خونابہ افشانی کی ہے کہ گریبان خون میں ڈوب گیا ہے اور اس وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا گریبان شفق صبح کے دامن میں لگا ہے۔

[illegible] نہ رہا [illegible] بہتر ہے گریبان میرا

[illegible] اور نہ خزان کا غم ہے اے غالب میرا بیابان

یعنی چمن بیابان میں ہوں وہ بہر صورت باغ کی تر و تازگی سے اچھا ہے اس واسطے کہ باغ میں تو بہار کے بعد ہمیشہ خزاں کا خوف لگا رہتا ہے مگر یہاں بہار ہی نہیں ہے تو پھر کیوں خزاں کا خوف ہوگا۔

ردیف بائے تازی

بسکہ ہے میخانہ ویراں چوں بیابانِ خراب　　عکسِ چشمِ آہوئے رم خوردہ ہے داغِ شراب

چونکہ میخانہ بیابان غیر آباد کی طرح ویران ہو رہا ہے تو اب یہاں اگر کوئی شراب کا داغ دکھائی دیتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی آہوئے وحشی رم کرتا ہوا گیا ہے اور حالت رمیدگی میں اس کی آنکھ کا یہ عکس پڑا ہے۔

تیرگی ظاہری ہے طبعِ موزوں کا نشاں　　غافلاں عکسِ سوادِ صفحہ ہے گردِ کتاب

یہ ظاہر کی تاریکی اور تیرگی طبع موزوں کا نشان ہے اے غافلو گرد کتاب گرد نہیں بلکہ سواد صفحہ کا عکس ہے جو دلیل کمال ہے۔

یک نگاہِ صاف صد آئینۂ تاثیر ہے　　ہے رگِ یاقوت عکسِ خطِ جامِ آفتاب

ایک نگاہ صاف سو تاثیروں کا آئینہ بن جاتی ہے دیکھو رگ یاقوت یعنی وہ خط جو یاقوت پر ہیں جام آفتاب کے خط عکس ہیں یعنی جام آفتاب چونکہ نگاہ صاف رکھتا ہے لہذا اس کا اثر بھی یاقوت پر ویسا ہی پڑتا ہے یہ ظاہر ہے کہ معدنیات کی پرورش حرارت آفتاب سے ہوتی ہے۔

ہے عرق افشانی سے ادہم مشکین یار　　وقتِ شب اختر گنی ہے چشمِ بیدار رکاب

میرے دوست کا رہوار مشکی جو چلنے کی وجہ سے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہے اس سے [illegible] رہے ہیں وہ گویا ستارے ہیں اور اس میں رکاب حلقہ چشم ہیں تو گویا [illegible] رکاب رات کے وقت اختر شماری کر رہی ہے۔

[illegible] ذوقِ [illegible] گرمی کی آگ کی بالیدگی — ہو ہر اک اخترِ فلک پہ قطرۂ اشکِ کباب

[illegible] شفق [illegible] اس آگ کی بالیدگی اور بھڑک [illegible] ہر ستارہ [illegible] اس آگ کے بھڑکنے سے کباب ہو گیا ہے [illegible] اس کباب [illegible] پانی [illegible] ہے اور ستارے [illegible] قطرے ہیں۔

[illegible] تھا نظارگی [illegible] — گر گیا بامِ فلک سے صبح طشتِ ماہتاب

[illegible] صبح کو [illegible] اس کا طشت بامِ فلک سے گر گیا طشت از بام افتادن [illegible] رسوا ہو جانا۔

ہو [illegible] خزاں [illegible] خیالِ عندلیب — رنگِ گل آتشکدہ ہو زیرِ بالِ عندلیب

[illegible] خزاں کا آنا محض خیالِ عندلیب [illegible] ان کے نیچے رنگِ گل [illegible] ہے وہ گویا اس نے اپنے پروں کے نیچے [illegible] آتشکدہ [illegible] ہوگا۔

عشق [illegible] ہے نظر — مصرعِ سرو چمن ہو مصرعِ بالِ عندلیب

[illegible] کی شان [illegible] سرو چمن ایک مصرع [illegible] ظاہر ہے [illegible] ایک عاشق ہے اور مصرعِ سرو [illegible]

[illegible] ہے رنگِ گل — [illegible] پیدا [illegible] بالِ عندلیب

[illegible] چمن [illegible] بلبل کے [illegible] رنگِ گل [illegible]

[illegible]

[illegible] — گردشِ [illegible] چمن [illegible] بالِ عندلیب

ایک ہم ہین کہ ہماری عمر کی عمر اس مین حسرت ہوگئی کہ بہار حسن دیکھ رہے ہین اور ایک عندلیب ہے اسکے ماہ وسال پلٹتے رہتے ہین کبھی خزان ہوتی ہے اور کبھی بہار ہوتی ہے اور پھر ابر رنگ چمن اسی طرح گردش کرتا رہتا ہے۔

منع مت کر حسن کی ہم کو پرستش سے کہ ہے ۔۔۔۔ بادۂ نظارۂ گلشن حلال عندلیب

آخر کیا سبب ہے کہ تو ہم کو حسن کی پرستش سے منع کرتا ہے تجکو منع نہ کرنا چاہئے ہوا سطے نظارۂ گلشن کی شراب عندلیب کے واسطے حلال ہے اور اس بادہ کشی مین وہ کسی طرح مجرم نہین ہے۔

ہے مگر موقوف بر وقت دگر کار اسد ۔۔۔۔ اے شب پروانہ و روز وصال عندلیب

ایک وقت پر اسد غریب کا کام بھی موقوف ہے کسی نہ کسی وقت وہ بھی ہو ہی جائیگا اے پروانہ کی شب عیش اور اے عندلیب کے روز وصال ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔

ردیف تائے فوقانی

جاتا ہون جدھر سب کی اُٹھتی ہے ادھر انگشت ۔۔۔۔ یکدست جہان مجھسے پھرا ہے مگر انگشت

میری حالت آج کل یہ ہے کہ جہان مین جاتا ہون جدھر جاتا ہون سب میری طرف انگشت نمائی کرتے ہین گویا کہ سارا جہان مجھ سے برگشتہ ہوگیا ہے میری ساتھی صرف انگشت رہ گئی ہے۔

مژگان کی محبت مین جو انگشت نما ہون ۔۔۔۔ لگتی ہے مجھے تیر کے مانند ہر انگشت

چونکہ مین عاشق مژگان ہون اور مژگان مشابہ ہے تیر سے اس لئے آج جو میرے اوپر انگشت نمائی کی جاتی ہے تو اسی عشق مژگان کے اثر سے ہر انگشت مجھے تیر کے مانند معلوم ہوتی ہے

ہر غنچۂ گل صورت یکقطرۂ خون ہے ۔۔۔۔ دیکھا ہے کسیکا جو حنا بستہ سر انگشت

ہر پھول کی کلی میری نظر مین ایک قطرۂ خون معلوم ہوتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ مین کسی کی انگشت حنابستہ دیکھ چکا ہون گویا وہ انگشت حنابستہ اس قدر میری نگاہ مین بس گئی ہے کہ اب ہر طرف وہی مجھکو نظر آتی ہے۔ اور ہر غنچۂ گل مین وہی صورت دیکھتا ہون۔

گرمی ہو زبان کی سبب سوختن جان — ہو شمع شہادت کے لئے سر بسر انگشت

شعلۂ شمع کو شعرا زبان شمع کہا کرتے ہین اس لئے مصنف کہتا ہو کہ گرمی زبان سبب بن جاتی ہو جان کے جلنے کا اور میری اس بات کی گواہی دینے کے لئے شمع ایک انگشت ہے جو برابر اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ بیشک گرمی زبان باعث سوختگی جان ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ شمع بلحاظ زبان گرم زبان ہے اور اسمین سوختگی جان موجود ہے۔

خون دل مین جو باقی نہین ہے تو عجب کیا — جون ماہی بے آب تڑپتی ہی ہو انگشت

پہلے معشوقون کی انگلیان میرے خون دل مین رنگین ہوتی تھین اور اب میرے دل مین خون نہین رہا اس لئے اُن کی انگلیان مثل ماہی بے آب کے تڑپتی ہین ایسا ہی ایک شعر ہے غالب

خون ہو دل خاک مین احوال بتان پر یعنی
اُنکے ناخن ہوے محتاج حنا میرے بعد

شوخی تری کہہ دیتی ہے احوال ہمارا — راز دل صد پارہ کی ہو پردہ در انگشت

تیری شوخی ہمارا تمام حال ظاہر کر دیتی ہے گویا کہ تیری انگشت راز دل صد پارہ کی پردہ در ہے اور اس کا پردہ برابر فاش کر رہی ہو یعنی تیری انگلیان جو خون مین ڈوبی ہوئی ہین لوگ اُن کو دیکھتے ہین اور اندازہ کر لیتے ہین کہ ہمارا کیا حال ہو

کس تپ مین باریکی و زردی ہو کہ جون گل — آتی نہین غنچہ مین بس اُسکے نظر انگشت

یہ ایک غلو کا شعر ہے فرماتے ہین کہ نہ معلوم انگشت یار کس قدر نازک اور باریک و نرم ہے کہ گل کی طرح اس کے پنجہ مین کہین انگلیان نظر ہی نہین آتین۔

چشم بند خلق جز تمثال خود بینی نہین   آئینہ ہے قالب خشت در و دیوار دوست

تمثال خود بینی یعنی خود بینی ایک ایسی چیز ہے کہ وہ دنیا کی آنکھین بند کر دیتی ہے اور اسی وجہ سے دوست کا جلوہ اُن آنکھون سے مستور و مخفی رہتا ہے مستور و مخفی رہنے کے لئے ضرورت ہے حجابات کی جو دیوار و در ہین اور در و دیوار تیار ہوتے ہین اینٹون سے اینٹین بنائی جاتی ہین سانچے مین۔ لہذا ان در و دیوار کے واسطے بھی جنھون نے جلوۂ دوست کو چشم دنیا سے مخفی اور مستور کر رکھا ہے اینٹین چاہئین تو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اینٹین جن سے یہ در و دیوار تیار ہوتی ہین اُس آئینہ کے سانچہ مین بنتی ہین جس سے خود بینی کی جاتی ہے یعنی خود بینی جلوۂ دوست کو نظر خلق سے پوشیدہ کر دیتی ہے۔

برق خرمن زار گوہر ہے نگاہ تیز یان   اشک ہو جاتے ہین خشک از گرمی رفتار دوست

ایک نگاہ تیز ہمارے موتیون کے خرمن مین برق خاطف کا کام کرتی ہے یعنی دوست کی گرم رفتاری سے آنسو خشک ہو جاتے ہین آنسوؤن کو موتیون سے تشبیہ دیتے ہین اور یہ عام تشبیہ ہے۔

ہے سوا نیزے پہ اُسکے قامت نوخیز سے   آفتاب صبح محشر ہے گل دستار دوست

دوست کے دستار پر جو ایک پھول ہے وہ آفتاب صبح محشر ہے جو سوا نیزے کے اوپر آگیا ہے اور سوا نیزہ گویا اس کا قد ہے۔

اے عدوئے مصلحت چندے بہ ضبط افسردہ رہ   کردنی ہے جمع تاب شوخی دیدار دوست

اے مصلحت کے دشمن بیتاب نہو ضبط کر اور حالت ضبط سے چند روز تک افسردہ رہ کیونکہ تجکو شوخی دیدار دوست کی تاب جمع کرنے کی ضرورت ہے اگر تو بے صبر ہوگا تو پھر

شوخی دیدار دوست کی تاب لانا دشوار ہو جائے گا۔

لغزشِ مستانہ جوشِ تماشا ہے اسد آتشِ مے سے بہار گرمی بازار دوست

دوست کے حسن کی گرم بازاری آتش مے کے سبب سے ہے جس سے لغزش مستانہ اور جوش تماشا کا وجود ہوا ہے اور یہی دونوں چیزیں حسن دوست کی گرم بازاری کا کام دے رہی ہیں یعنی حسن ان دونوں کی وجہ سے چہار چند ہو گیا ہے۔

نہیں اگر یہ کام دل خستہ گردون جگر خائی جوش حسرت سلامت

اگر آسمان ہمارے دل خستہ کے مقصد کے موافق گردش نہیں کرتا۔ اگر وہ ہمارا درد مند اور غمخوار نہیں ہے تو نہو کوئی غم نہیں۔ ہمارے جوش حسرت کی غمخواری اور درد مندی ہمارے لئے مبارک ہو جو ہر وقت ہمارے حال پر عنایت فرماتی رہتی ہے۔ اصل نسخہ میں جگر خواہی ہے۔

دو عالم کی ہستی پہ خط وفا کھینچ دل و دست ارباب ہمت سلامت

دونوں عالم کی ہستی پر خط وفا کھینچدے اور ان کی کوئی اصل نہ سمجھ خدا کرے ارباب ہمت کا دل اور ہاتھ سلامت رہے یعنی وہ ہاتھ جو خط وفا کھینچتا ہو۔

نہ اوروں کی سنتا نہ کہتا ہوں اپنی سر خستہ دشوار وحشت سلامت

نہ اپنی کہتا ہوں نہ اوروں کی بات سنتا ہوں۔ خدا کرے میرا سر جسے وحشت نے خستہ بنا دیا ہے سلامت رہے۔

وفور بلا ہے ہجوم وفا ہے سلامت ملامت ملامت سلامت

بلا کی زیادتی ہے اور وفا کا ہجوم ہے ملامت سلامت رہے کہ سلامت ملامت سے ہے

نہ فکر سلامت نہ بیم ملامت ز خود رفتگی ہائے حیرت سلامت

نہ سلامتی کی فکر ہے اور نہ ملامت کا ڈر ہے۔ میری حیرت از خود رفتہ ہو گئی ہے اور ان باتوں کی حدود سے گزر گئی ہے۔

اے غالب خستہ مغلوب گردون ۔ یہ کیا بے نیازی ہے حضرت سلامت

اے حضرت غالب بیچارہ آسمان کے جور و ظلم کا شکار رہا ہے اور آپ اسکی فریاد نہیں سنتے اور داد کو نہیں پہونچتے آخر یہ کیا بے نیازی ہے۔

ردیف ثائے مثلثہ

ہے ہوس محمل بدوش شوخی ساقی مست ۔ نشۂ مے کے تصور مین نگہبانی عبث

ہوس ساقی مست کی شوخی پہ محمل باندھ کر رخصت ہو رہی ہے لہذا نشۂ مے کے خیال سے ساقی کی نگہبانی ایک فضول اور بیکار سی بات ہے۔

جبکہ نقش مدعا ہووے نہ جز موج سراب ۔ وادیٔ حسرت مین پھر آشفتہ جولانی عبث

یعنی جب حالت یہ ہے کہ نقش مدعا ہی اصل مین ایک سراب اور دہوکا ہے تو پھر کس امید پر حسرت کے جنگل مین دوڑے دوڑے اور مارے مارے پھرنے اس سے کیا فائدہ ہے۔

دست برہم سودہ ہے مژگان خوابیدہ اسد ۔ اے دل از کف دادۂ غفلت پشیمانی عبث

اے اسد وہ ہاتھ جو تو افسوس سے مل رہا ہے وہ بھی مژگان خوابیدہ کا کام دے رہے ہین غفلت تیرا دل ہاتھ سے لے گئی ہے اب کیا تو پشیمان ہو رہا ہے۔ ان مہمل باتون سے کیا نتیجہ ہے تیری پشیمانی بھی غفلت سے مشابہ ہے۔

نارسائی لطف عشق با وصف توانائی عبث ۔ رنگ ہے سنگ محک عرض توانائی عبث

یعنی توانائی ہوتے ہوئے عشق کے لطف کا ناز کرنا بالکل فضول اور بیکار بات ہے

رنگ سنگ محک کی طرح ہے اس رنگ پر شیشہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے سنگ محک کسوٹی کے پتھر کو کہتے ہیں جس پر سونے کے کھرے کھوٹے ہونے کا اندازہ کرتے ہیں۔ یعنی تیرے رنگ سے اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ تو عاشق ہے سنگ محک پر بھی رنگ آجاتا ہے مگر اس سے وہ کوئی شیشہ نہیں بن جاتا۔ وہی پتھر کا پتھر رہتا ہے۔

ناخن دخل عزیزاں نکقلم ہو نقب زن　　پاسبانی طلسم گنج تنہائی عبث

جب دخل احباب و اعزا کا ناخن اس میں رخنہ انداز ہو رہا ہے پھر تنہائی کے طلسمی خزانے کی نگہبانی فضول ہے یعنی جب تک کہ عزیز و اقارب سے تعلقات جاری اور وابستہ ہیں اس وقت تک یہ دعوے کہ ہم گوشہ نشین ہیں بیکار رہیں اور خزانہ طلسم تنہائی کی حفاظت لایعنی اور لاحاصل ہے۔

محمل پیمانۂ فرصت ہے بر دوش حباب　　دعوئ دریا کشی و نشہ پیمائی عبث

حباب کی صورت کے لئے معلوم ہوتا ہے کہ پیمانہ فرصت نے محمل سفر تیار کر رکھا ہے اور آمادۂ وداع ہے۔ پھر اس صورت میں دریا نوشی و بادہ پیمائی کا دعویٰ بیکار اور فضول نہیں تو اور کیا ہے۔

طبع عاشق حال صد غلطیۂ تاثیر ہے　　دل کو اے بیداد گر تعلیم خارائی عبث

عاشق کی طبیعت پر سو تاثیروں نے غلبہ کر رکھا ہے اور سیکڑوں طرح سے وہ متاثر ہو چکی ہے پھر اے ظالم تو اپنے دل کو بیکار سختی کی تعلیم دے مگر اس سے کیا فائدہ ہے۔

یک نگاہ گرم ہے چوں شمع سر تا پا گداز　　بہر از خود رفتگاں برگ خود آرائی عبث

ایک نگاہ گرم محبوب سر سے پاؤں تک شمع کی طرح گداختہ کر دے گی۔ پھر ان لوگوں کے لئے جو از خود رفتہ ہیں یہ خود آرائی اور اپنی زینت کرنا کس کام کا جہاں معشوق کی ایک تیز نگاہ پڑی اور یہ شمع کی طرح گداختہ ہو کر رہ گئے۔

قیس بھاگا شہر سے شرمندہ ہو کر سوئے دشت　　بن گیا تقلید سے میری یہ سودائی عبث

میری ہمسری اور ہم چشمی کر کے قیس غریب کو آخرکار شہر سے جنگل کی طرف بھاگنا پڑا خواہ مخواہ اس نے میری تقلید کی اور بیکار دیوانہ ہوا بھلا اس کو میری تقلید کی کیا ضرورت تھی۔

اے اسدؔ بیجا ہے ناز سجدۂ عرض نیاز　　عالم تسلیم میں یہ دعوی آرائی عبث

اے اسد سجدۂ عجز پر یہ غرور کرنا زیبا نہیں ہے اہل دل کا یہ کام نہیں عالم تسلیم میں دعوی بہت بری اور فضول چیز ہے۔

ردیف جیم

معزولیٔ تپش ہوئی افراط انتظار　　چشم کشادہ حلقۂ بیرون در ہے آج

میرے انتظار کی افراط اور زیادتی میری تپش کے لئے باعث معزولی بن گئی ہے اور میری وہ آنکھ جو انتظار میں وا ہو کر رہ گئی ہے وہ دروازہ کے باہر کی زنجیر بن گئی ہے جس کی وجہ سے اب تپش داخل ہو ہی نہیں سکتی ہے چشم کشادہ کا حلقۂ در سے تشبیہ دینا نہایت ہی موزوں اور مناسب ہے۔

حیرت فروش صد نگرانی ہے اضطرار　　سر رشتہ چاک جیب کا تار نظر ہے آج

میری بیقراری سو انتظاروں کی حیرت فروشی کر رہی ہے یعنی آئینۂ صد انتظار بن گئی ہے اور وہ گریبان جس کو میں نے عالم بے قراری میں چاک کیا ہے وہ آج میرے تار نظر کا کام دے رہا ہے یعنی میری نظر کا تار گریبان کا تار بن گیا ہے۔

ہوں داغ نیم رنگیٔ شام وصال یار　　نور چراغ بزم سے جوش سحر ہے آج

میری شام وصال بھی آئی تو وہ بھی اپنے رنگ میں کامل نہیں اس کے اندر بھی ایک

نیم ہنگی کا عالم ہے جو مجھے داغ دے رہا ہے اور پریشان کر رہا ہے چراغ بزم کے نور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دن نکلنے والا ہے اور اب صبح کا اجالا ہو چلا ہے۔ لہذا رات اپنے رنگ میں کامل نہیں۔

کرتی ہے عاجزی سفرِ سوختن تمام　　پیراہنِ خسک میں غبارِ شرر ہے آج

عاجزی میرے جلنے کے سفر کو تمام کر رہی ہے اور جگر جلائے دیتی ہے پیر لئے ایسی ہے جیسے تنکے کے دامن میں شرر کا غبار جا پڑے اور وہ غبار اس کے سفر سوختن کو تمام کر دے لفظ غبار محض سفر کی رعایت کے لئے لایا گیا ہے۔

تا صبح ہے بہ منزلِ مقصد رسیدنی　　دودِ چراغ خانہ غبارِ سفر ہے آج

صبح کے وقت تک مجھے اپنی منزل مقصود پر پہونچنا ہے گھر کے چراغ کا دھواں مجھے غبار سفر معلوم ہوتا ہے منزل مقصود خواہ صبح کے ہونے ہی کو قرار دے لیجئے۔ خواہ موت کو کہ صبح تک میں تمام ہو جاؤں گا۔ اور اپنی زندگی کا سفر تمام کر دوں گا۔

دور اوفتادۂ چمنِ فکر ہے اسدؔ　　مرغِ خیال بلبلِ بے بال و پر ہے آج

اے اسد آج میرا مرغ تخیل چمن فکر سے دور پڑا ہے اور بے بال و پری کے عالم میں ہے یعنی آج مجھ سے کوئی فکر غزل نہیں ہو سکتی۔

جنبش گلبرگ سے ہو گل کے لب کو اختلاج　　حب شبنم سے صبا ہر صبح کرتی ہے علاج

پھول کی پنکھڑیوں کو جو جنبش ہوتی ہے وہ گویا گل کے لب کو اختلاج ہوتا ہے اور باد صبا جو ہر صبح پھول پر قطرۂ شبنم گراتی ہے وہ گویا ہر صبح اس اختلاج کے لئے حب کھلاتی ہے۔ اگرچہ محض خیالی مضمون ہو لیکن نہایت خوب کہا ہو۔

شاخ گل جنبش میں ہو گہوارہ آسا ہر نفس　　طفل شوخ غنچۂ گل بسکہ ہو وحشت مزاج

پھولوں کی شاخ ہر وقت گہوارہ کی مانند ہلتی رہتی ہے اور یہ محض اس وجہ سے ہو کہ

کہ طفل شوخ غنچہ نہایت ہی وحشی مزاج ہو لہذا اُس کو سلانے کے لئے یہ سامان ہوتا ہے۔

سیر ملک حسن کر میخانہا نذر خمار   چشم مست یار سے ہی گردن مینا پہ باج

میخانون کو چھوڑ ان مین کیا دھرا ہے انھین نذر خمار کر کے دیار حسن کی سیر دیکھ گردن مینا چشم مست معشوق کی فرمان بردار اور باجگذار ہو اور اُسکے سامنے کوئی چیز نہین۔

گریہ ہائے بیدلان گنج شرر در آستین   قہرمان عشق مین حسرت سے لیتے ہین خراج

بیدلون کے نالے جن کی آستین مین شرارے پنہان ہین یہ اپنے عشق کے قہرمان مین حسرت سے ہمیشہ خراج وصول کرتے ہین گنج شرر در آستین سو اسطے کہا کہ آنسو ہمیشہ آستین سے پونچھے جاتے ہین اس لحاظ سے گویا شرارون کا ایک خزانہ آستین مین پنہان ہے حسرت سے خراج وصول کرنا حسرت سے فائدہ اٹھانا۔ یعنی بیدلون کے نالے ہمیشہ اپنی حسرتون سے متمتع ہوتے رہتے ہین۔

ہے سواد چشم قربانی مین یک عالم مقیم   حسرت فرصت نے بخشا بسکہ حیرت کو رواج

قربان ہونے والے کی آنکھ کی سیاہی مین ایک عالم نظر آتا ہے کیونکہ حسرت کی فرصت نے حیرت کو رواج دیدیا اور پھیلا دیا ہے لہذا اس کی آنکھون مین ایک دنیائے حیرت نظر آتی ہے۔

اے اسد ہے مستعد شانہ گشتن بہر زلف   پنجہ مژگان بخود بالیدنی رکھتا ہے آج

اے اسد پنجہ کو آج نازکرنا زیبا اور بجا ہے کیونکہ وہ زلف کے لئے آج سراپا شانہ بننے کے لئے تیار ہے پنجہ مژگان کو شانہ سے تشبیہ دینا بہت لطیف ہے۔

ردیف جیم فارسی

جنون آئینہ مشتاق یک تماشا ہے   ہمارے صفحہ پہ بال پری سے مسطر کھینچ

آئینہ کا جنون ایک تماشا چاہتا ہے یعنی مشتاق ہے کہ کوئی اس کو دیکھے لہذا ہمارے آئینہ پر جو ایک صفحہ سادہ کی صورت ہے چاہئے کہ پری کے پرسے سطر کھینچا جائے تاکہ کم سے کم اس کو نظر آئے کہ کوئی حسین مجکو دیکھ رہا ہے۔

خمار منت ساقی اگر یہی ہے اسد　　دل گداختہ کے میکدے میں ساغر کھینچ

اے اسد ساقی کے احسانات کا اگر یہی خمار ہے تو اس جھگڑے کو چھوڑ اور اس شراب احسان سے جس کا خمار اتنا گران ہے بے نیاز ہو جا اور اپنے دل گداختہ کے شراب خانے میں ساغر پی اور اوسی پر قناعت کر

ایدل تاز وحشت جیب دریدہ کھینچ　　جون بوئے غنچہ یک نفس آرمیدہ کھینچ

اے دل گل کی مانند وحشت میں گریبان تار تار کے ناز نہ اٹھا بلکہ بوے غنچہ کی طرح آرام کے ساتھ ایک ٹھنڈی اور راحت کی سانس لے یعنی اپنی دیوانگی کا اظہار نہ کر بلکہ غنچہ کا انداز اختیار کر۔

یک مشت خون ہے پرتو خور سے تمام دشت　　درد طلب آبلۂ نادمیدہ کھینچ

سورج کی سنہری کرنون کے عکس سے تمام جنگل ایک مشت خون بن کر رہ گیا ہے لہذا تجکو بھی لازم ہے کہ آبلۂ نادمیدہ کا انتظار کرے اور اس کا درد طلب برداشت کرے جیسے کہ جنگل آبلۂ آفتاب کے انتظار میں سراپا خون ہے۔

برق بہار سے ہون میں پا در حنا ہنوز　　اے خار دشت دامن شوق رمیدہ کھینچ

برق بہار نے میرے پاؤن میں مہندی لگا دی ہوئی کی وجہ سے میں اٹھ اور چل نہیں سکتا اے خار دشت خدا کے لئے اس شوق کا جو میرے پاس سے رم کر رہا ہے دامن کھینچ لے۔

تیز دو بلطف چشمک عبرت ز خود چشم صید　　یک داغ حسرت نفس ناکشیدہ کھینچ

عبرت کی چشمک زنی سے چشم صید بیخود ہو رہی ہے تجھکو چاہیئے کہ وہ ٹھنڈی سانس جو تو نے اس کی ہمدردی میں یا اس چشمک عبرت کے لطف اٹھانے کی وجہ نہیں بھری ہے ایک داغ اٹھائے۔ مطلب یہ ہے کہ عبرت کا لطف جو تو نے ابتک نہیں اٹھایا اس کا تجھکو افسوس کرنا چاہیئے۔

دریا بساطِ دعوتِ سیلاب ہے اسد　　ساغر بہ بارگاہِ دماغِ رسیدہ کھینچ

اے اسد دریا ایک فرش یا ایک دستر خوان ہے جس پر سیلاب کو دعوت دی گئی ہے تجھکو چاہیئے کہ دماغ رسیدہ کی بارگاہ میں ساغر نوش کرے یعنی تجھکو چاہیئے کہ تو اس بجھ جانے کی خوشی کرے۔

قطعِ سفرِ ہستی و آرامِ فنا ہیچ　　رفتار نہیں بیشتر از لغزشِ پا ہیچ

تو وادیٔ ہستی کی مسافت طے کرے یا قصر فنا میں آرام کرے یہ دونوں چیزیں بیکار اور مہمل ہیں اگر سچ پوچھتا ہے تو کوئی رفتار لغزش پا سے اچھی نہیں ہے لغزش پا سے مراد مستی ہے۔

غالب
خوش بود فارغ ز بندِ کفر و ایمان زیستن
حیف کافر مردن و آوخ مسلمان زیستن

حیرت ہمہ اسرار پہ مجبورِ خموشی　　ہستی نہیں جز بستنِ پیمانِ وفا ہیچ

حیرت ایک ایسی چیز ہے جو تمام تر اسرار ہے مگر خموشی نے اس کو مجبور کر دیا ہے اس لئے اس سے کسی راز کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے مقابلہ میں ہستی صرف ایک بستن پیمان وفا کا درجہ رکھتی ہے باقی کچھ بھی نہیں ہے۔

تمثال گدازِ آئینہ ہے عبرتِ بینش　　نظارہ تحیر چمنستانِ بقا ہیچ

وہ آئینہ جو تصویر کو گداختہ کر دیتا ہے وہ بینش کے لئے ایک سامان عبرت ہے۔ نظارہ کچھ بھی نہیں اور چمنستان بقا بالکل ہیچ ہے یا یہ کہ بینش کی عبرت ایک آئینۂ تمثال

گداز ہے اور اسی کی وجہ سے نظارہ ایک تحیر ہے اور چمنستان بقا ہیچ ہے۔

گلزار دمیدن شررستان رمیدن　　فرصت تپش و حوصلۂ نشو و نما ہیچ

اُگنے یعنی پیدا ہونے کا گلزار اور رمیدن یعنی بھاگنے اور چلے جانے کا ایک شررستان ہے اس کی فرصت صرف تپش کا درجہ رکھتی ہے جو بالکل بے قیام شے ہے اور اس کی نشو و نما کا حوصلہ سراسر ہیچ اور بیکار ہے۔

کس بات پہ مغرور ہے اے عجز تمنا　　سامان دعا وحشت و تاثیر دعا ہیچ

اے تمنا کے عجز والحاح آخر تجھے کس بات کا غرور ہے دعا کا سامان سراسر وحشت ہے اور دعا کی تاثیر ہیچ ہے لہذا تیرا ہر غرور بیجا اور فضول ہے۔

آہنگ اسدؔ میں نہیں جز نغمۂ بیدل　　"عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ"

اسدؔ کی آواز میں نغمۂ بیدل کے سوائے اور کچھ نہیں ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ دنیا تمام ہمارا افسانہ کہہ رہی ہے اور ہم جو اپنے آپ کو دیکھتے ہیں تو ہم کچھ بھی نہیں۔

ردیف ح

دعوئ عشق بتان سے بگلستان گل و صبح　　ہیں رقیبانہ بہم دست و گریبان گل و صبح

گلستان میں گل اور صبح کو عشق بتان کا دعوی ہے اور دونوں عشق بتان کے مدعی ہیں اور رقیبوں کی طرح دونوں کے دونوں باہم دست و گریبان ہو رہے ہیں چونکہ صبح گریبان گل کو چاک کرتی ہے اس وجہ شبہ کے سبب سے اس کو ہاتھ اور گل کے چاک کو گریبان فرض کیا گیا۔

ساق گلرنگ سے اور آئینۂ زانو سے　　جامہ زیبوں کے سدا ہیں تہ داماں گل و صبح

ساق بلوریں کو گل سے اور آئینہ زانو کو صبح سے تشبیہ دی گئی ہو کہتے ہیں کہ ساق اور

آئینہ زانو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گل و صبح دونون معشوقون کے دامن کے نیچے ہین۔

وصل آئینہ رخان ہم نفس یک دیگر ہین دعاہا ے سحر گاہ سے خواہان گل و صبح

گل اور صبح آئینہ رخون کے وصل کے طالب ہین اور دونون کو اس کی ہم نفسی کی تمنا ہے اور صبح کی دعاؤن کے ذریعہ سے اس کی استدعا کرتے رہتے ہین۔

آئینہ خانہ ہی صحن چمنستان یکسر بسکہ ہین بیخود و وارفتہ و حیران گل و صبح

چمنستان اس سرے سے اس سرے تک ایک آئینہ خانہ بن کر رہ گیا ہے کیونکہ گل اور صبح دونون بیخود اور وارفتہ اور حیران ہین اور انہین کی حیرانی سے یہ صورت پیدا ہو گئی ہے۔

زندگانی نہین بیش از نفس چند اسد غفلت آرامی یارانہ ہین خندان گل و صبح

زندگانی چند نفس سے زیادہ نہین ہے اہل زمانہ جو غفلت مین پڑے ہوے آرام کر رہے ہین اس پر گل اور صبح دونون خندہ زن ہین صبح اور پھول دونون چند نفس سے تعبیر کئے جاتے ہین۔

ردیف دال

تھی نگہ میری نہان خانہ دل کی نقاب بیخطر جیتے ہین ارباب ریا میرے بعد

میری نگاہ نکتہ رس اچھی طرح نہان خانہ دل کی ہر چیز کو سمجھ رہی اور معلوم کر رہی تھی اور اس کو تمام رازہاے درون سینہ معلوم تھے۔ گویا میری نگاہ نقاب تھی اب جو مین نہین ہون تو اہل ریا کو کوئی خوف و خطر باقی نہین رہا اور مزے سے زندگی گزار رہے ہین اسی مضمون کو فارسی مین یون کہا ہے۔

نگہم نقب ہمی زد بہ نہان خانۂ دل
مژدہ باد اہل ریا را کہ ز میدان رفتم

تھا میں گلدستۂ احباب کی بندش کی گیاہ　　متفرق ہوئے میرے رفقا میرے بعد

جیسے گھاس کی بندش سے پھول ایک جگہ جمع رہتے ہیں اور ان کا گلدستہ بنا رہتا ہے بالکل اسی طرح میرے ہونے سے میرے احباب ایک گلدستہ کی صورت جمع تھے میرے نہ ہونے سے میرے تمام رفیق پریشان ہو گئے۔

طرفہ موزونی ہے صرفِ جنگجوئی ہائے یار　　ہے مصرعِ صافِ تیغ خنجر مستزاد

یار کی جنگجوئی اور سامان حرب ایک عجیب قسم کی موزون چیز ہے اس نے جو تلوار اور خنجر دونوں باندھ رکھے ہیں وہ دونوں خاص شعر معلوم ہوتے ہیں گویا کہ ایک تیغ ایک مصرع ہے اور خنجر [illegible] مستزاد کا کام کر رہا ہے۔ لہذا کہا جا سکتا ہے کہ اس جنگجوئی میں بڑی موزونی صرف ہو گئی ہے۔

ہاتھ آیا زخمِ تیغِ یار سا پہلو نشین　　کیوں نہ ہو آج کے دن بیکسی کی روح شاد

زخم تیغ یار سا ایک پہلو نشین اس کے ہاتھ آ گیا ہے لہذا آج بیکسی کی روح شاد نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے یعنی بیکسی کو ایک رفیق تو ملا۔

کیجیے آہوے ختن کو خضرِ حسرت طلب　　مشک ہے سنبلستانِ زلف میں گردِ سواد

سنبلستان زلف گویا ایک منزل مقصود ہے جہاں ہم کو پہونچنا ہے مگر وہاں پہونچنے کے واسطے ایک رہنما کی ضرورت ہے لہذا ہم کو چاہئے کہ آہوے ختن کو اپنا خضر بنا لیں کیونکہ اس شہر کا گرد سواد مشک ہے گرد سواد وہ ہے جو شہر کے قریب ایک غبار اور ایک دھواں سا معلوم ہوا کرتا ہے۔

ہنستے سو زخمِ جگر پر بھی زبان پیدا نہ کی　　گل ہوا ہے ایک زخمِ سینہ پر خواہانِ داد

گل کا اور اپنا مقابلہ کر کے کہا ہے کہ ایک ہم ہیں کہ سیکڑوں زخم جگر کھائے اور زبان [illegible] نہ کی اور گل کو دیکھئے کہ ایک زخم سینہ پر کھایا ہے اور اس سے بے قرار ہے دنیا سے

اس کی داد طلب کر رہا ہے۔

بسکہ ہین وہ پردہ مصروف سیہ کاری تمام   آستر ہے خرقہ زاہد کا صوف مداد

یہ زاہدان گوشہ نشین چونکہ بڑے ہی سیہ کار اور مکار ہین اور در پردہ ہمیشہ سیہ کاریون مین مصروف اور مشغول رہتے ہین تو گدڑی کا استر ایسا سیاہ ہو کر رہ گیا ہے جیسے سیاہ روشنائی کے صوف ہوتے ہین یہ اس سیہ کاری کا اثر ہے جو در پردہ کی جاتی ہے۔

تیغ بر کف کف بلب آتا ہے قاتل اس طرف   مژدہ باد اے آرزوے مرگ غالب مژدہ باد

ہاتھ مین تلوار ہے غصہ سے منہ مین کف بھرے ہوے ہین اور قاتل جوش شوق قتل مین چلا آ رہا ہے اے مرگ غالب تجھے مبارک ہو۔ مبارک باد کی وجہ یہ ہے کہ تجھے کوئی بہانہ نہ ملتا تھا۔

تو پست فطرت اور خیال بسا بلند   اے طفل خود معاملہ قد سے عصا بلند

تو پست فطرت ہے اور تیرے خیال اس قدر بلند ہین کہ حد و انتہا نہین اے طفل خود غرض اس پست فطرتی پر یہ خیال ایسے معلوم ہوتے ہین کہ جیسے کوئی اپنے قد سے اونچی لاٹھی لئے ہوتا ہے جو نہایت ناموزون اور بری معلوم ہوتی ہے۔

ویرانے جز آمد و رفت نفس نہین   ہے کوچہ ہاے نے مین غبار صدا بلند

کوئی ویرانی آمد و رفت نفس سے زیادہ دنیا مین نہین ہے یہی ویرانی بڑی ویرانی ہے۔ دیکھ لو کہ نے مین اسی آمد و رفت نفس کی وجہ سے غبار صدا بلند ہو رہا ہے اگر آمد و رفت نفس نہو تو یہ غبار صدا بلند نہ ہو تو معلوم ہوا کہ باعث ویرانی یہی آمد و رفت نفس ہے۔

رکھتا ہے انتظار تماشاے حسن دوست   مژگان باز ماندہ سے دست دعا بلند

حسن دوست کی دید کا انتظار ان پلکون سے جو چشم باز ماندہ عاشق مین ہین بشکل دست دعا

بلند کر رہا ہے گویا کہ پلکیں دست دعا ہیں جو بلند ہو رہے ہیں اور دیدار کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔

موقوف کیجئے یہ تکلف نگاریاں ہوتا ہے ورنہ شعلۂ رنگ حنا بلند

آپ یہ جو ہاتھ پاؤں پر مہندی سے از راہ تکلف نقش و نگار بناتے ہیں بہتر یہی ہے کہ نہ بنائیے ورنہ مجھے ڈر ہے کہ اب کوئی دم میں رنگ حنا کا شعلہ بلند ہو جائے گا اور دنیا میں آگ لگ جائے گی۔

قربان اوج ریزی چشم حیا پرست یک آسمان ہے مرتبہ پشت پا بلند

اس کی چشم حیا پرست کی اوج بخشی کے قربان جائیے کس قدر اس کی حیا پرستی میں اوج بخشی کی تاثیر ہے کہ بوجہ حیا و شرم جو اس نے گردن جھکا رکھی ہے اور وہ نگاہ پشت پا پر پڑ رہی ہے تو اس کے اثر کی وجہ سے پشت پا کا مرتبہ ایک آسمان کی برابر بلند ہو گیا ہے۔

ہو دلبری کمینگر ایجاد یک نگاہ کار بہانہ جوئی چشم حیا بلند

دلبری گھات میں لگی ہوئی ہے کہ کسی طرح ایک نگاہ ایجاد ہو جائے مگر اس کی چشم حیا پرست برابر بہانہ جوئی میں مصروف ہے اور ایک نگاہ کی بھی روادار نہیں ہے خدا اس کو مرتبہ بلند عطا کرے۔

بالیدگی نیاز قد جانفزا اسد در ہر نفس بقدر نفس ہے قبا بلند

بالیدگی اور نشو و نما اس کے قد جانفزا کی نیاز مند ہوا اور اس پر قربان ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ ہر نفس میں بقدر نفس اس کی قبا بلند ہوتی جا رہی ہے۔ بوجہ بالیدگی کے۔

حسرت بہ سنگ پائے تحمل تا چند رگ گردن خط پیمانۂ بے مل تا چند

یہ نقد حسرت کی حسرت اور یہ پائے تحمل کا ارمان تا کجا یہ سب فضول ہے اس کی خیالی

ایسی ہے کہ جیسے ایک بغیر شراب کے خالی پیالے مین خط پڑا ہوتا ہے آخر اس کا غرور کب تک رہیگا یہ سب مہمل حرکتین ہین نہ پائے تحمل سے کچھ ہوتا ہے اور نہ حسرتِ مقدرت سے کچھ ہو سکتا ہے۔

ہے گلیم سیہ بخت پریشان کاکل — مونیہ بافتن رشتہ سنبل تا چند

اُسکے نصیبے کی گلیم سیاہ پریشان کاکل ہو رہی ہے سنبل کہان تک یہ مونیہ باقی کرے گا اور کہان تک اس حال پریشان کو چھپائے گا۔ مونیہ کسی اونی چیز کو یا اون کو کہتے ہین مونیہ بافی اون کا کپڑا بننا سنبل کی پریشانی کو گلیم سیہ بخت اور اُس کی پیچیدگی کو مونیہ بافی کہنا بے انتہا لطیف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پریشان حالی چھپائے چھپ نہین سکتی۔

کوکب بخت بجز روزن پر دود نہین — عینکِ چشم جنون حلقہ کاکل تا چند

ہمارے نصیب کا ستارہ سوائے روزن پر دود کے اور کوئی نہین ہے۔ روزن پر دود تک رسائی ہو تو نصیبہ چمکے یہ حلقہ کاکل کا خیال جو ہمارے چشم جنون خیز کا حلقہ بنا ہوا ہے اس سے کب تک کام چلے گا اور کس وقت تک یہ ہمارا ساتھ دے گا۔

چشم بے خون دل و دل تہی از جوش نگاہ — بزبان عرض فسون ہوس گل تا چند

آنکھ مین خون دل نہین اور دل مین جوش و شوق نگاہ نہین۔ پھر جب یہ کیفیت ہو تو ہوس گل کی یہ فسون خوانی کب تک کام آئے گی اور کیا کرے گی بالکل فضول ہی عرض شوق سے کیا کام چل سکتا ہے اور ہوس گل کا کام کیا ہے اور کس کو اس کا دماغ ہو یہ جو ہوس گل صرف زبان سے عرض فسون کاری کر رہی ہے یہان اس سے کیا کام نکل سکتا ہے۔ اس کے لئے دیدہ پر خون اور دل پر ذوق چاہیئے۔

بزم داغ طرب و باغ کشاد پر رنگ — شمع و گل تا کے و پروانہ و بلبل تا چند

بزم صرف ایک داغ طرب ہے اور باغ صرف مرغ رنگ کی کشاد پر ہے یہ دونون چیزین انتہائی تکلیف دہ ہین لہذا کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے شمع و گل پر اور

کیا کہا جا سکتا ہے بلبل و پروانہ کے بارے میں۔ اب بھلا یہ دونوں کب تک بچارہ سکتے ہیں اور ان کے قیام کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

نالہ دام ہوس و درد اسیری معلوم   شرح برخود غلطیہائے تحمل تا چند

نالہ صرف ایک دام ہوس ہے اور درد اسیری کی حالت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے یعنی بہت جانگداز ہے یہ تحمل جو برابر کیا جا رہا ہے بیکار ہے اے شرح برخود غلطی ہا اسکو چھوڑ تحمل کب تک کیا کرے گی تو کچھ کام کر۔ شرح برخود غلطی ہا کو مخاطب کرنا نہایت لطف رکھتا ہے یا یہ کہ نالہ اور درد اسیری کی حالت جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ ایک دام ہوس ہے اور ایک بالکل ہیچ لہذا اس تحمل کی بدولت غلطیوں کی شرح کہاں تک کہی جائے

جوہر آئینہ فکر سخن موئے دماغ   عرض حسرت پس زانوئے تامل تا چند

اے جوہر آئینہ کچھ فکر کر اور اس بات کے ادا کرنے اور کہنے کی فکر کر جو تیرے لئے موئے دماغ بنکر تکلیف دے رہی ہے آخر تو زانوئے تامل کے پیچھے بیٹھ کر تا بکے عرض حسرت کیا کرے گا یا یہ کہ آئینۂ زانوئے تامل کے جوہر دماغ کے لئے تکلیف دہ ہوگئے ہیں اس حالت میں اس آئینہ کے پیچھے بیٹھکر کہاں تک عرض حسرت کیا کروں۔

سادگی ہے عدم قدرت ایجاد غنا   ناکسی آئینۂ ناز۔ توکل تا چند

بے نیازی یا مقدرت اور ثروت کی، ایجاد پر قدرت نہ رکھنا کوئی بڑی اچھی بات نہیں ہے بلکہ حقیقتاً یہ سادگی اور بیوقوفی ہے اے توکل تو اس ناکسی نالایقی اور بیقدری کو کب تک اپنے لئے آئینہ ناز بنائے رہے گا۔ یہ بات تیری حماقت میں شمار ہوگی۔

اسد خستہ گرفتار دو عالم اوہام   مشکل آسان کن یک خلق تغافل تا چند

غریب دردمند اسد کو لاکھوں اوہام نے گھیر رکھا ہے اور پریشان ہو رہا ہے اے دنیا بھر کی مشکلوں کے آسان کرنے والے کب تک یہ تغافل برتے گا اور کب تک اسد کو

ان اوہام باطلہ مین جو اس تغافل سے اس کے دل مین بھرے ہوے ہین گرفتار رکھے گا۔

بہ کام دل کرین کس طرح گمرہان فریاد ہوئی ہے لغزش پا لکنت زبان فریاد

جو لوگ گمراہ ہین وہ اپنے دل کی خواہش کے مطابق کس طرح فریاد کر سکتے ہین اُن کی لغزش پا جس نے انھین گمراہ کر دیا ہے وہ اُن کے لئے لکنت زبان بن گئی ہے اور کچھ کہنے نہین دیتی۔ وا مصیبتا۔

کمال بندگی گل ہے رہن آزادی ز دست مشت پر و خار آشیان فریاد

وہ کمال جو گل کی بندگی مین تھا جو آزادی کے بدلے رہن ہے خدا اُبرا کرے اس مشت پر اور آشیان کے تنکون کا جنھنے اُس کو رہن آزادی بنا رکھا ہے مشت پر سے مُراد آزاد و خار آشیان آشیان کے تنکے سے مراد لی گئی ہے پہلے مصرع کے الفاظ نہایت ہی گنجلک ہین جو مطلب کو صحیح ادا نہین ہونے دیتے اسیر بندگی گل اور اضافتون نے اور بھی ستم توڑا ہے۔ مطلب یہہ ہے کہ ہمکو سراپا بندہ گل ہونا چاہیئے نہ کہ مطیع مشت پر و آشیان

نوازش نفس آشنا کہان ورنہ برنگ نے ہے نہان در ہر استخوان فریاد

میری ہر ہڈی مین فریاد اس طرح بھری ہوئی ہے جیسے نے کے اندر نغمہ بھرا ہوتا ہے مگر مجھے کوئی ایسا آشنا نہین ملتا جو اپنے نفس سے مجھے پُر صدا کر دے اور نوازش فرمائے۔ نوازش نفس مین ایک نہایت ہی لطیف ایہام ہے جو دو فن معنی دے رہا ہے بجانا اور مہربانی کرنا۔

پُر ہون مین شکوون سے یون راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑئیے پھر دیکھئے کیسا ہوتا ہے

تغافل آئینہ دار خموشیٔ دل ہے ہوئی ہے محو بہ تقریب امتحان فریاد

اُن کا تغافل یعنی جان بوجھ کر غفلت کرنا میری خموشی کا آئینہ دار ہے گویا میرا

امتحان ہورہا ہے اور اس امتحان کی تقریب نے میری خموشی کو محو کردیا ہے اسلئے تغافل خاموشی دل کا آئینہ داربن گیا ہے۔

ہلاک بیخبری نغمہ وجود و عدم　　جہان و اہل جہان سے جہان جہان فریاد

اہل جہان اپنی بیخبری سے ہلاک ہین اور نغمہ وجود و عدم گا رہے ہین کیا کہا جائے ان بیخبرون کو فریاد ہے اس جہان اور اس جہان والون سے فریاد ہے اور بہت فریاد ہے۔

جواب سنگدلیہاے دشمنان ہمت　　زدست شیشہ دلیہاے دوستان فریاد

شاعر سنگدلی ہاے دشمن کو بیان کرتا اور کہتا ہے کہ جواب سنگدلی ہاے دشمنان تو ہمت کرتا ہوں مین اپنے دشمنون کو اپنی ہمت سے جواب دے سکتا ہون اور پھر افسوس کرتا اور کہتا ہے کہ ہاے دوستون کے دل تو بالکل شیشہ ہین مگر وہ میرے دشمنون کی سنگدلی سے زیادہ ہین۔ اُن کا جواب نہین دیا جا سکتا۔ اور ہمت سے وہان کام نہین نکل سکتا فریاد ہے۔

ہزار آفت و یک جان بے نواے اسد　　خدا کے واسطے اے شاہ بیکسان فریاد

ہزار آفتین ہین اور غریب اسد کی ایک جان بے نوا ہے خدا کے واسطے اے شاہ بیکسان امداد کیجئے۔ فریاد ہے۔

ردیف رائے مہملہ

اسد اے بے تحمل عربدہ بیجا ہے ناصح سے　　کہ آخر بیکسونکا زور چلتا ہے گریبان پر

اس شعر کو صاف کرکے اس طرح کہا گیا ہے اور یہی اس کی شرح ہے۔

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اسنے شدت کی　　ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر

خط نوخیز نیل چشم زخم صافی عارض　　لیا آئینہ نے حرز پر طوطی بہ چنگ آخر

میرے معشوق کا خط نورستہ نیل ہے جو رخسارہ پر اسلئے کھینچدیا ہے کہ اسکو نظر بد نہ لگے اور چشم بد کور ہو جائے یا رخسار ایک آئینہ مصفےٰ تھا۔ اُس نے پر طوطی سے تعویذ حفاظت حاصل کیا ہے آئینہ کو طوطی سے یہ تعلق ہے کہ آئینہ کے سامنے طوطی کو رکھ کر بولنا سکھاتے ہین۔

ہلال آسا تہی رہ گر کشادہ ہا دل چاہیے ہوا مہ کثرت سرمایہ اندوزی سے تنگ آخر

اگر تجھے دل کی کشادگی کی تمنا ہے تو ہلال کی طرح تہیدست رہ۔ اسی کے مقابلہ بر ماہ یعنی چودہوین کے چاند کو دیکھ کہ سرمایہ اندوزی نور سے اس کی کیا حالت ہوا اسکی کشادگی بالکل جاتی رہی ہے اور وہ تنگ ہو گیا ہے۔ تنگ ہونا ایک یہ کہ اُس مین کشادگی کی گنجایش نہین رہی دوسرے یہ کہ رنجیدہ اور تنگدل ہے۔

تڑپ کر مر گیا وہ صید بال افشان کہ مضطر تھا ہوا ناسور چشم تعزیت زخم خدنگ آخر

وہ شکار جو پھڑ پھڑا رہا تھا تڑپ کر مر گیا۔ اس غم سے زخم خدنگ ناسور چشم تعزیت بن گیا یعنی زخم تیر ناسور چشم تعزیت کے مانند ہمیشہ بہتا رہا

لکھی یارون کی بدمستی نے میخانے کی پامالی ہوئی قطرہ فشانی ہاے باران سنگ آخر

یارون کی بدمستی نے میخانے کو پامال اور ویران کر دیا اور مے سے جو انہون نے قطرہ فشانی کی اُس قطرہ فشانی نے باران سنگ کا کام دیا یعنی شراب ضائع اور بیکار گئی اور میخانہ تباہ و برباد ہو گیا۔ قطرہ فشانی سے مراد لہو و لعب مین چھینٹے اڑانا۔

اسد پردے مین بھی آہنگ شوق یار قائم ہے نہین ہے نغمے سے خالی خمیدہ ہا چنگ آخر

اے اسد اس پردے مین بھی آواز شوق یار اس مین موجود ہے۔ خمیدہ ہاے چنگ نغمے سے خالی نہین ہے یعنی وہ خمیدہ ہو گیا ہے مگر اس پردہ مین بھی وہی شوق قائم ہے۔ میرے نزدیک پردے کے بجاے یہان پیری کا لفظ ہوگا جس کی وجہ سے خمیدہ ہاے چنگ نہایت ہی بامعنی ہو جاتا ہے اگرچہ پردہ چنگ کو بھی غلط نہین کہا

جا سکتا مگر پھر بھی شکوک ہے۔

دیا یاروں نے بیہوشی میں درمان کا فریب آخر   ہوا سکتے سے میں آئینۂ دست طبیب آخر

یاروں نے بیہوشی میں مجھے علاج کا فریب دیا یا چارہ گر کو میرے علاج کرنے کا فریب دیا نتیجہ یہ ہوا کہ میں سکتے کی وجہ سے دست طبیب میں آئینہ بن کر رہ گیا یعنی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کر چارہ گر حیرت کے ساتھ مجھے دیکھ رہا ہے اور کچھ نہیں کر سکتا حیران ہے۔ میں اُسکے ہاتھ میں آئینہ کی طرح ہوں۔

رگ گل جادہ تار نگہ سے حد موافق ہے   ملینگے منزل الفت میں ہم اور عندلیب آخر

رگ گل گل کی پتیوں کے اندر نازک ریشے کو کہتے ہیں شاعر اُسی سے تار نگاہ کی تشبیہ دیتا اور کہتا ہے کہ رگ گل اور جادہ تار نگاہ دونوں آخر میں بالکل یکساں ہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اور بلبل منزلِ الفت پر پہونچکر ملیں گے کیونکہ وہ جادہ رگ گل کی مسافر ہے اور میرا تار نگاہ بھی ویسا ہی جادہ ہے لہذا پہونچنا دونوں کو ایک ہی جگہ ہے۔

غرور ضبط وقت نزع ٹوٹا بیقرارانہ   نیاز بال افشانی ہوا صبر و شکیب آخر

میں اپنی زندگی بھر ضبط کرتا رہا اور کبھی بازوے طلب نہیں ہلائے یا اضطراب میں بال افشانی نہیں کی مگر کیا کیا جائے کہ یہ غرور ضبط نزع کے وقت بیقراروں کی طرح ٹوٹ ہی گیا اور وہ صبر و شکیب سب اس وقت کی بال افشانی یعنی تڑپ اور کرب کی نذر ہو کر رہ گیا۔

اسد کی طرح میری بھی بغیر از صبح رخسارے   ہوئی شام جوانی اے دل حسرت نصیب آخر

جیسے غریب اسد کی شام جوانی یونہی گزر گئی اور کبھی کسی صبح رخسار کا وصل اُس غریب کو نصیب نہ ہوا ایسے ہی اے دل حسرت نصیب میری بھی شام جوانی نامرادی میں گزر گئی۔ یہیں صنعت تجرید ہے یعنی اسد کوئی اور ہے قائل کوئی اور۔

فسون یکدلی ہے لذت بیداد دشمن پر   کہ وجد برق جوں پروانہ بال افشاں ہے خرمن پر

دشمن کے دل مین جو میرے اوپر ظلم کرنے کی لذت بھری اُس سے یکدلی اور دوستی کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ بجلی جس کے دل مین میرے خرمن کے برباد کرنے کی لذت بیداد جاگزین ہے وہ اس طرح وجد مین آکر اور جھوم جھوم کر میرے خرمن پر گر رہی ہے جیسے تسخیر کا عمل کر دیا ہو اور کوئی کسی کے عشق و محبت مین بیتاب پھرے کیا خوب خیال ہے سبحان اللہ

تکلف خار خارِ التماس بیقراری ہے   کہ رشتہ باندھتا ہے پیرہن انگشت سوزن پہ

خود پیراہن سیلتے کے وقت انگشت سوزن کے اوپر ایک رشتہ لپیٹ دیتا ہے اور یہ ایک قسم کا تکلف ہے مگر یہ تکلف در اصل اس بے قراری کا عرض کرنا ہے جو پیراہن یا سوزن کے دل مین بھری ہوئی ہے اور جو دلکے چاک ہونے کی خبر دیتی ہے۔

یہ کیا وحشت ہے اے دیوانے پیش از مرگ واویلا   رکھی بیجا بنائے خانۂ زنجیر شیون پہ

کہتا ہے کہ دیوانے آخر یہ کیا وحشت ہے اور کیا جنون ہے یہ تو پیش از مرگ واویلا والا مضمون ہے شیون و ماتم کیا جاتا ہے کسی کے مرنے کے بعد مگر قربان جایئے آپ کی وحشت کے کہ آپ نے زنجیر کے گھر کی بنیاد ہی شیون کے اوپر رکھی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب زنجیر بنانے والا بنائے گا تو ساتھ ہی اس مین صدا بھی پیدا ہو گی کیا کھری اور کتنی اچھی تخئیل ہے یہ کہ گویا خانۂ زنجیر کی بنا ہی شیون و ماتم پر ہے۔

شیشۂ آتشین رُخ پرنور   عرق از خط چکیدہ روغن مور

اُس کا رُخ پرنور شیشۂ آتشی ہے گویا اُس کے خط سے جو عرق ٹپک رہا ہے وہ روغن مور نکل رہا ہے خط کو مور سے تشبیہ دی ہے۔

بسکہ ہون بعد مرگ بھی نگران   مردمک سے ہے خال بر لب گور

چونکہ مجھے بعد فنا بھی انتظار ہے اور میری آنکھین منتظر ہین لہذا میری پتلی میرے لب گور پر ایک خال سیاہ معلوم ہوتی ہے۔

مژہ ہے ریشۂ رز انگور　　　بار لاتی ہے دانہاے سرشک

مژگان انگور کی شاخ کی طرح لدی ہوئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خوشہ ہائے انگور سے لدی ہی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ اسکے دانہائے انگور اشک ہین۔

نہین شاہان عشق کا دستور　　　ظلم کرنا گدائے عاشق پر

جو لوگ کشور حسن کے حکمران ہین اُن کے یہان یہ دستور نہین ہے کہ بیچارے عاشق پر جو فقیر ہوتا ہے ظلم و ستم روا رکھین یہ بڑی زیادتی ہے۔

دشمنی ہے وصال کا مذکور　　　دوستو مجھ ستم رسیدہ سے

اے دوستو مجھ ستم کش کے سامنے کوئی وصل کا ذکر نہ کرو یہ میرے ساتھ دشمنی ہے کیونکہ مین یہ سنکر اور زیادہ مضطرب اور بیقرار ہوتا ہون۔ وصال کے مذکور مین تنوع معانی ہے جس کو یہ بھی خیال کیا جاسکتا ہے کہ میرے لئے وصل کی تدبیرین اور فکرین ہرگز ہرگز نہ کرو۔ یا یہ کہ اپنے وصل کا ذکر نہ کرو۔ نہایت پر اثر شعر ہے۔

ہے کہان قیصر اور کہان فغفور　　　زندگانی پہ اعتماد غلط

زندگی پر بھروسہ کرنا دراصل ایک بڑی سخت غلطی ہے نہ قیصر باقی رہا نہ فغفور رہا پھر جب ایسے جلیل القدر بادشاہون کو موت نے نہ چھوڑا تو ہماری کیا حقیقت ہے قیصر زمانہ سابق مین شاہ روم اور فغفور شاہ چین کا لقب تھا جیسے کہ فراعنہ شاہان مصر کا۔

اے اسد ہے ہنوز دلی دور　　　کیجیے چون اشک اور قطرہ زنی

ابھی تو آنسوؤن کی طرح آپ قطرہ زنی کئے جائیے یعنی ابھی تو مدتون تک روان دوان رہئے کیونکہ ہنوز دلی دور ہے یعنی ابھی مدتون رونا چاہئے تب کہین منزل مقصود پر رسائی ہوگی۔

بسکہ مائل ہے وہ رشکِ ماہتاب آئینہ پر — ہے نفس تارِ شعاعِ آفتاب آئینہ پر

چونکہ وہ رشکِ ماہتاب آئینہ پر عاشق ہے اور آئینہ دیکھتا رہتا ہے لہذا اس کی ہر سانس جو آئینہ پر پڑتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آئینہ پر آفتاب کی شعاع پڑی۔

بازگشت جادہ پیمائے رہِ حیرت کہاں — غافلاں غش جان کر چھڑکیں ہیں آب آئینہ پر

بھلا وہ شخص جو راہِ حیرت کا مسافر اور رہ نورد ہے اس کی بازگشت کی کیا صورت ہے اور وہ کیونکر پلٹ کر آسکتا ہے۔ غافل بیہوش جان کر آئینہ پر پانی چھڑک رہے ہیں قاعدہ ہے کہ جب غش آتا ہے تو منہ پر چھینٹے دیتے ہیں کہ ہوش آ جائے اسی لئے کہتا ہے کہ میں کوئی غش تو ہوا نہیں ہوں کہ مجھے پھر ہوش آ جائے اب میری بازگشت محال ہے یہ بھی رسم ہے کہ مسافر جب سفر کے لئے نکلتا ہے تو اس کے اقارب و احباب شگون واپسی کے لئے آئینہ پر پانی چھڑکتے ہیں کہ بامراد واپس آ جاوے اسی لئے کہتے ہیں کہ غافلوں نے یہی سمجھا ہے کہ میں واپس آ جاؤں گا۔ حالانکہ رہ نوردانِ حیرت کبھی واپس نہیں آتے۔ اور اس غشی سے کسی طرح پر ہوش نہیں ہو سکتا۔

بدگماں کرتی ہے عاشق کو خود آرائی تری — بیدلوں کو ہے برات اضطراب آئینہ پر

آپ کی خود آرائی عاشق کو بدگمان کرتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ برات عاشقاں بر شاخ آہو خیر یہ تو ہو گا مگر یہ یاد رکھئے کہ بیدلوں کو جو حصہ اضطراب تقسیم ہوتا ہے تو حالت خود آرائی میں آئینہ دیکھنے سے ہوتا ہے۔

نازِ خود بینی کے باعث خونیِ صد بیگناہ — جوہرِ شمشیر کو ہے پیچ و تاب آئینہ پر

میرے محبوب کی خود بینی کی وجہ سے آئینہ کو ناز ہے اور اسی وجہ سے وہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں بے گناہوں کو قتل کرتا ہے اور اتنا خونی ہو گیا ہے کہ اب آئینہ کے جوہر پہ جوہر شمشیر بھی رشک سے پیچ و تاب کھاتا ہے۔

مدعی میرے صفائے دل سے ہوتا ہے خجل — ہے تماشا زشت رویوں کا عتاب آئینہ پر

مدعی یعنی دشمن میرے دل کی صفائی دیکھکر کُڑھا جاتا ہے اور غصہ کرتا ہے کیا تماشا ہی کہ یہ بدصورت آئینہ پر عتاب کرتے ہین۔ حالانکہ ان کی بدصورتی مین آئینہ کا کوئی قصور نہین ہی۔

سدِ سکندر ہوا تھی نگاہ گلرخان
گر کرے یون امر نہی بوتراب آئینہ پر

اگر امر بوتراب نہی کے بارے مین جاری ہو تو آئینہ گلرخون کیلئے سدِ سکندر بنجائے اور وہ اپنی نگاہ کو آئینہ کے پار نہ کرسکین۔

دل کو توڑا جوشِ بیتابی سے غالب کیا کیا
رکھدیا پہلو بوقتِ اضطراب آئینہ پر

اے غالب حالت بیتابی مین تم نے دل کو توڑ ڈالا یہ کیا کیا گویا بیتابی کے وقت آئینہ پر پہلو رکھدیا ہے جس سے وہ چور چور ہوکر رہ گیا۔

ہی کسوتِ عروج تغافل کمالِ حُسن
چشم سیہ ہی مرگ نگہ سے سوگوار تر

حُسن کا کمال تغافل کی بلندی کرنے لئے ایک لباس ہی معشوق کی چشم سیاہ نگاہ کے مرجانے سے سوگوار بنی ہی کہ اسواسطے تغافل نگاہ کے لئے ایک موت کے برابر ہے یعنی تغافل مین نگاہ نہین کی جاتی۔ اور یہی سوگواری چشم سیاہ کا سبب ہے۔

سعی خرام کاوشِ ایجاد جلوہ ہے
جوشِ چکیدنِ عرق آئینہ کار تر

یہ جو خرام ناز مین سعی فرمائی جارہی ہے یہ ایجاد جلوہ کے لئے ایک کاوش ہی یعنی یہ کاوش محض جلوہ گری کے واسطے ہے پسینہ اسکی تائید کرتا ہی اور چہرہ کو آئینہ بنا رہا ہے۔

ہر گرد باد حلقۂ فتراک بیخودی
مجنونِ دشتِ عشق تحیر شکار تر

ہر بگولا اُس کو حصول بیخودی کے لئے فتراک کا ایک حلقہ معلوم ہوتا ہی یعنی ہر بگولہ اُس کے لئے ایک بیخودی کو پھانس رہا ہی اس طرح سے عشق کے جنگل کا مجنون اور زیادہ حیرت کا شکار کررہا ہے۔ اور دشت گردی سے اوسکی وحشت بڑھ رہی ہے۔

اے چرخ خاک بر سرِ تعمیرِ کائنات　　لیکن بنائے عہد وفا استوار تر

اے آسمان چاہو تو تعمیر کائنات کو خاک مین ملا دے کچھ پروا نہین مگر عہد وفا کی بنا کو اور زیادہ بلند کر جتنا بلند کر سکے۔

ہیچ ہے قدرِ جنون آشفتہ سامانی بغیر　　ننگِ وحشت ہے گریبان چاک دامانی بغیر

جب تک پریشانی اور آشفتہ سامانی نہو اُس وقت تک جنون کی کچھ قدر نہین وہ گریبان جس مین چاک دامانی نہو وہ وحشت عشق کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔

پائے بندِ عشق رسم و دہر سے آزاد ہین　　کر رہے ہین ذکر تیرا سُبحہ گردانی بغیر

وہ لوگ جو عشق کے پابند ہو چکے ہین وہ زمانہ کی رسوم کی قید سے آزاد ہین اُنکو یہ ضرورت نہین ہے کہ تیرا ذکر جبھی کرین جب تسبیح لین بلکہ بغیر تسبیح وہ برابر تیرے ذکر مین مشغول ہین۔ کیونکہ وہ عشق کے پابند ہین نہ کہ تسبیح کے

محشر آشوبِ رسوائی ہے انداز کرم　　مجرمونکا دل نہین رہتا پشیمانی بغیر

یعنی تیرے کرم کا انداز فتنۂ رسوائی کا ایک محشر ہے اگرچہ تُونے مجرمون کو اندازہ کرم بخش دیا ہے مگر وہ اس سے مطمئن نہین ہوے اور پشیمان ہو رہے ہین اور یہی پشیمانی اُن کیلئے ایک آشوب قیامت اور قیامت آشوب ہے اسی قسم کا فارسی کا یہ شعر ہے ؎

ہفت دوزخ در نہاد شرمساری مضمر است
انتقام است اینکہ با مجرم مدارا کردہ

دل کا پہلے خوگرِ آلام ہونا شرط ہے　　کوئی مشکل رہ نہین سکتی ہے آسانی بغیر

یعنی دنیا مین کوئی ایسی مشکل نہین ہے جو آسان نہو سکے مگر اصل یہ ہے کہ پہلے دل کا خوگر آلام ہونا بہت زیادہ ضروری اور لازمی ہے ظاہر ہے کہ جب دل خوگر آلام ہو گیا تو پھر خود بخود ہر مشکل آسان ہو گئی۔ غالب نے خود ہی ایک جگہ اس مضمون کو یون کہا ہے ؎

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلین مجھ پر پڑین اتنی کہ آسان ہو گئین

ہو گدائے عجز ہمت اے غرور معصیت — سنگ خارا بھی نہین آئینہ حیرانی بغیر

اے معصیت کے غرور تجھے چاہیئے کہ تو عاجزی ہمت کے لئے فقیر بنجائے یعنی تجھے چاہیئے کہ عجز ہمت کو حاصل کرے کیونکہ آئینہ مین جب تک کہ حیرانی نہو وہ سنگ خارا کے درجہ سے بھی گرا ہوا ہے - یا آئینہ تو آئینہ وہ پتھر بھی نہین

ہو ندامت آشنائے عشق ممکن ہی نہین — فکر ایجاد گریبان ذوق عریانی بغیر

یہ ممکن نہین ہے کہ ندامت عشق کی آشنا ہو جائے اور ایجاد گریبان کا ذوق بغیر ذوق عریانی پیدا ہو سکے یعنی عشق مین عشق کی پیدایش کے ساتھ ہی ذوق رسوائی بھی پیدا ہوتا ہو-

.... — اے اسد دشوار ہے جینا گرانجانی بغیر

ردیف زائے ہوز

بیگانۂ وفا ہے ہوائے چمن ہنوز — وہ سبزہ سنگ پر نہ اُگا کوہکن ہنوز

چمن کی ہوا ابھی وفا سے بیگانہ ہے اور یہان کہین وفا کا نام نہین ہے کوہکن کیون پتھر کے اوپر تو اس سبزہ کو ڈھونڈھتا ہو وہ سبزہ ہنوز پتھر پر نہین اُگا بس فضول کام سے باز آ-

یارب یہ درد مند ہے کس کی نگاہ کا — ہے ربط مشک و داغ سواد ختن ہنوز

اے خدا یہ کس ظالم کی نگاہ کا تیر کھا کر درد مند ہوا ہے کہ آج تک مشک اور داغ سواد ختن کا ربط و ضبط باقی ہے آخر یہ درد مند کس کی نگاہ سے ہوا تھا-

جون جادہ سر بکوئے تمنائے بیدلی — زنجیر پا ہے رشتۂ حب الوطن ہنوز

جادہ کی طرح مین کوئے بیدلی کی طرف رخ کئے ہوئے ہون - اور اُسی طرف جارہا ہون مگر کیا کیا جائے کہ وطن کی محبت کی زنجیر اب تک پاؤن مین پڑی ہو اور اس سے چھٹکارا نہین ہے اس صورت مین کہ زنجیر حب وطن پاؤن مین پڑی ہو اپنی تشبیہ جادہ سے دینا نہایت ہی نازک خیالی ہے -

مین دور گرد قرب بساط نگاہ تھا　　بیرون دل نہ تھی تپش انجمن ہنوز

مین دور گرد اُس وقت بساط نگاہ کے قریب تھا یعنی اُس وقت نگاہ مین تھا جبکہ انجمن کی دل کی تپش دل سے باہر بھی نہ آنے پائی تھی یعنی جب دوسرے عشاق موجود بھی نہ تھے اُس وقت کا عاشق ہون -

تھا مجکو خار خار جنون وفا اسد　　سوزن مین تھا نہفتہ گل پیرہن ہنوز

اے اسد مجھے اُس وقت بھی بے انتہا جنون وفا پیدا ہو گیا تھا - جب کہ گل پیرہن کا مقام سوزن مین تھا یعنی کتم عدم مین تھا یعنی مین چاک گریبانی پر اُس وقت آمادہ تھا جبکہ خود دامان و گریبان بھی نہ تھا -

فانوس شمع ہے کفن کشتگان شوق　　در پردہ ہے معاملہ سوختن ہنوز

فانوس شمع کشتگان شوق کا کفن بن چکا ہے حالانکہ سوختن کا معاملہ ابھی تک پردہ ہی مین ہے اور اس کا کہین مذکور بھی نہین -

کو یک شرر کہ ساز چراغان کرون اسد　　بزم طرب ہے پردگی سوختن ہنوز

ایک شرر کہان سے لاؤن کہ چراغان کا سامان کرون بزم طرب اُس وقت تک جلنے کے لئے پردہ بنی ہوئی ہو یا یہ کہ جلنے سے ہنوز پردہ کرتی ہو -

فریب صنعت ایجاد کا تماشا دیکھ　　نگاہ عکس فروش و خیال آئینہ ساز

صنعت ایجاد کے اس فریب کو ذرا غور سے دیکھئے نگاہ عکس فروش ہو اور خیال آئینہ ساز ہے

ظاہر ہو کہ آنکھ مین جو عکس پڑتا ہو وہی ظاہر کرتی ہو یا یہ کہ نگاہ برابر عکس معشوق دکھا رہی ہے اور خیال آئینے تیار کرتا جا رہا ہے یعنی میرے فریب دینے کے لئے دونون آمادہ ہین

زبسکہ جلوۂ صیاد حیرت آرا ہے اڑی ہو صفحۂ خاطر سے صورت پرواز

ہو چونکہ جلوۂ صیاد حیرت آرائی کرتا ہے اور جلوۂ صیاد نے مجھے حیران کر دیا ہے لہذا میرے صفحۂ خاطر سے صورت پرواز محو ہو کر رہ گئی ہو۔

ہجوم فکر سے دل مثل موج لرزے ہے کہ شیشہ نازک و صہبا ہے آبگینہ گداز

فکر کے ہجوم سے دل موج کی مانند کانپتا ہو کیونکہ دل ایک شیشہ کی طرح ہے اور اُسکے اندر شراب محبت بھری ہو جو اس قدر تیز اور تند ہے کہ شیشہ کو بھی گلا دیتی ہو اسیلو جسکے فکر اور پریشانی کا ہجوم ہو رہا ہے اور دل موج کی مانند لرز رہا ہو۔

اسدؔ سے ترک وفا کا گمان وہ معنی ہو کہ کھینچیے پر طائر سے صورت پرواز

اسدؔ کی طرف سے یہ گمان کرنا کہ یہ ترک وفا کرے گا یہ معنی رکھتا ہو اور اس کی ایسی مثال ہو جیسے طائر کے پر سے پرواز کی طاقت کوئی سلب نہیں کر سکتا اُسی طرح پر مجھ سے بھی ترک وفا ممکن نہیں ہے۔

آئی اک عمر سے معذور تماشا نرگس چشم شبنم مین نہ ٹوٹا مژۂ خار ہنوز

نرگس غریب ایک عمر سے بینائی سے معذور ہے مگر شبنم جو تمام چمن کا نظارہ کرتی ہے اب تک وہ اندھی نہیں ہوئی اور اُس کی آنکھ مین کوئی خار نہ چبھا۔

کیون ہوا تھا طرف آبلۂ پا یارب جادہ ہو واشدن پیچش طومار ہنوز

آخر جادہ نے آبلہ پا سے کیون شرط لگائی تھی کہ آج تک کسی ایسے طومار کا کھلنا نامعلوم جس مین کھلنے پر بھی پیچ و تاب باقی ہے طومار کسی لمبے اور لپٹے ہوئے کاغذ کو کہتے ہین جو کھلنے پر بھی لپٹتا رہتا ہے۔

حسن خود آرا کو ہے مشق تغافل ہنوز — ہے کف مشاطہ مین آئینۂ گل ہنوز

ہنوز حسن خود آرا تغافل کی مشق کر رہا ہے کیونکہ مشاطہ کے ہاتھ مین گل کا آئینہ ہے۔

سادہ و پرکار تر غافل و ہشیار تر — مانگے ہے شمشاد سے شانۂ سنبل ہنوز

میرا محبوب کس قدر سادہ ہے اور کس قدر پرکار اور ہوشیار ہے کہ شمشاد سے شانۂ سنبل کی فرمایش کر رہا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ شانہ سنبل شمشاد کہان سے بہم پہونچائے گا اُسکی پرکاری یہ ہے کہ وہ کسیوقت اپنی زینت سے غافل نہین ہے اور سادگی یہ ہے کہ شمشاد سے ایک ایسی چیز کی طلب ہے جو اُسکے لئے محال ہے۔

ساقی و تعلیم رنج محفل و تمکین گران — سیلی استاد ہے ساغر بے مُل ہنوز

ساقی کا کام یہ ہے کہ رنج کی تعلیم دے رہا ہے اور تمکین و تمکن والے لوگ اپنی تمکین مین مصروف ہین تو گویا کہ خالی پیالہ بے شراب دینا اُستاد کے طمانچہ کا کام دیتا ہے جو شاگردون کو تعلیم دینے کے لئے لگایا جاتا ہے۔

چاک گریبان کو ہے ربط تامل ہنوز — غنچہ مین دل تنگ ہے حوصلۂ گل ہنوز

چاک گریبان ابھی تامل سے ربط رکھتا ہے یعنی ابھی چاک نہین ہوا تو گویا ابھی گل کا حوصلہ حالت غنچگی مین گھٹا ہوا تکلیف دے رہا ہے۔

داغ اطفال ہے دیوانہ بہ کہسار ہنوز — خلوت سنگ مین ہے نالہ طلبگار ہنوز

دیوانہ کہسار مین اب تک طفلان سنگ انداز کی وجہ سے بیقرار اور پریشان ہے کیونکہ پردۂ سنگ مین طلبگار نالہ ہے یا یہ کہ طفلان سنگ انداز کی جدائی مین دیوانہ ہنوز کہسار مین بیقرار ہے کیونکہ نالہ ابھی خلوت سنگ مین اُس کا طلبگار ہے اور وہ اس جدائی کی وجہ سے اُس سے جدا ہے۔

خانہ ہے سیل سے خو کردۂ دیدار ہنوز — دوربین در زدہ ہے رخنۂ دیوار ہنوز

سیل کی وجہ سے میرا گھر اسوقت تک خوگر ویدار بنا ہوا ہے وہ رخنہ جو سیلاب آنے سے دیوار مین پیدا ہوا تھا وہ گویا ایک دیدہ ہے جو مین لگائے اُسکے انتظار دیدار مین بیٹھا ہے

دل کی صدائے شکست ساز طرب ہے اسد　　شیشۂ بے بادہ سے چاہے ہے قلقل ہنوز

اے اسد دل کے ٹوٹنے کی آواز ایک ساز طرب ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ تو شیشہ بے بادہ سے قلقل کا خواستگار ہے گویا دل ایک شیشۂ بے بادہ ہے جس کی صدائے شکست تیرے لئے صدائے قلقل ہے۔

دلمین ہے سودائے زلف مست تغافل ہنوز　　ہے مژۂ خوابناک ریشۂ سنبل ہنوز

اس شعر مین دو چیزون کو دو چیزون سے تشبیہ دی گئی ہے۔ سودائے زلف کو ریشۂ سنبل سے اور ریشۂ سنبل کو مژۂ خوابناک سے کہتا ہے کہ میرے دل مین سودائے زلف اسوقت تک مست تغافل پڑا ہوا ہے اور وہ بالکل ریشۂ سنبل معلوم ہوتا ہے جو اس غفلت اور بیخبری کی وجہ سے مژۂ خوابناک بنا ہوا ہے۔

آئینۂ امتحان نذر تغافل اسد　　شبہت اسباب ہے وہم توکل ہنوز

اے اسد تو نے آئینۂ امتحان کو نذر تغافل کر دیا ہے حالانکہ اسباب شبہت موجود ہے مگر تو ابھی تک توکل کے وہم و خیال مین گرفتار ہے اور سمجھ رہا ہے کہ مین توکل کر رہا ہون اس کو تغافل یعنی جان بوجھ کر غفلت کرنا کہتے ہین۔

کو بیابان تمنا و کجا جولان عجز　　آبلے پا کے ہین یان رفتار کو دندان عجز

بھلا کہان تمنا کا بیابان اور کہان عجز کی جولانی کوئی نسبت اور مناسبت ہی نہین آبلے جو پاؤن مین پڑ گئے ہین وہ رفتار کے لئے دندان عجز بن گئے ہین یعنی جیسے کہ عاجز ہو کر کوئی دانت نکال دیتا ہے بالکل ایسی ہی صورت ہے کہ رفتار نے سیر بیابان تمنا سے عاجز ہو کر دانت نکال دیئے ہین یہی عجز کی جولانی ہے۔

ہو قبول کم نگاہی تحفۂ اہل نیاز　　اے دل و اے جان ناز اے دین و اے ایمان عجز

اے دل و جان ناز۔ اے میرے عجز کے دین و ایمان اہل نیاز کے تحفے کے لئے کم نگاہی کو حکم دے کہ قبول کرے اور اُن غریبوں کے پاس کیا رکھا ہے بس یہی ہو۔

بوسہ پا انتخاب بدگمانی ہائے حسن ۔۔۔ یاں ہجوم عجز سے تا سجدہ ہو جولان عجز

اس مین ایک چھوٹا سا واقعہ درج کیا ہو جیسے کہ ایک عاشق ستم رسیدہ اشتیاق و شوق و تمنا سے عاجز ہو کر کسی روز معشوق کے قدمون پہ جھک پڑا معشوق کو خیال ہوا کہ یہ پاؤن چومنا چاہتا ہے جب اس کو یہ معلوم ہوا تو کہنے لگا کہ مین اور بوسہ پا استغفر اللہ ایسا کب ہو سکتا ہو بدگمانی حسن کا انتخاب تہمت ہے یہاں تو عجز و نیاز کا اتنا ہجوم ہے کہ عجز کی اگر بہت بڑی دوڑ ہے تو صرف سجدہ تک کیسا بوسہ اور کیسی پا بوسی۔

حسن کو غنچون سے ہو پوشیدہ چشمی ہائے ناز ۔۔۔ عشق نے وا کی ہو ہر اک خار سے مژگان عجز

حسن غنچون سے چپکے چپکے دزدیدہ نگاہیان کر رہا اور ناز کے ساتھ نظرین لڑا رہا ہو عشق اس کی دیکھ بھال مین مصروف ہو اور عشق ہر ایک خار سے مژگان عجز بنا کر آنکھین کھولے یہ تمام باتین دیکھ رہا ہے غنچون کے لحاظ سے حسن کی پوشیدہ چشمی کہنا نہایت ہی انسب ہو خار کو مژگان عجز کہنا بھی ایک تازگی رکھتا ہے۔

اضطراب نارسائی مایۂ شرمندگی ۔۔۔ ہو عرق ریزی خجلت جوشش طوفان عجز

نارسائی کی بیقراری باعث شرمندگی ہوتی ہو اور اس شرمندگی سے جو عرق ریزی ہوتی ہو وہ گویا طوفان عجز کی جوشش ہو یعنی طوفان عجز مین جوش اور تلاطم اس طرح پیدا ہوتا ہو کہ بیقراری کا اضطراب شرمندگی کا سامان بنتا ہے اور اس شرمندگی کی وجہ سے پسینہ آتا ہے۔

وہ جہان مسند نشین بارگاہ ناز ہو ۔۔۔ قامت خوبان ہو محراب نیاز ستان عجز

میرا محبوب جس جگہ بارگاہ ناز مین مسند نشین ہو وہان تمام سرو قدون کے قد جھک کر نیاز ستان عجز کی محراب بن جائین حاصل کلام یہ کہ جہان میرا محبوب جلوہ گر ہوگا اس جگہ

بڑے بڑے شمشاد قد از راہ نیاز جھک جائیں گے۔

بسکہ بے پایاں ہی صحرائے محبت اے اسد   گرد باد اس راہ کا ہی عقدۂ پیمان عجز

صحرائے محبت کی کوئی حد و نہایت نہیں ہی اور یہ ایک لق و دق میدان بے پایاں ہے۔ اس راہ میں جو بگولے نظر آتے ہیں وہ بگولے نہیں ہیں بلکہ عقدے ہیں جو پیمان عجز کے وقت ڈالے جاتے ہیں یعنی عہد کرنے میں یادداشت کے لئے گرہ لگائی گئی تھیں۔

نہ بندہا تھا بعدم نقش دل مور ہنوز   تب سے ہی یاں ہیں یار کا مذکور ہنوز

یعنی جبکہ عدم میں دل مور کا نقش بھی پیدا نہ ہوا تھا ہم اس وقت سے اس وقت تک برابر دہن یار کا مذکور کر رہے ہیں۔ دہن یار کے مذکور اور دل مور میں بوجہ تنگی اور چھوٹے ہونے کے جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے

سبزہ ہے نوک زبان دہن گور ہنوز   حسرت عرض تمنا میں ہوں رنجور ہنوز

میں حسرت عرض تمنا میں مرگیا تھا اُس کا اثر بعد مُردن بھی ظاہر ہے کہ وہ سبزہ جو دہن گور پر اُگا ہے سبزہ نہیں ہی بلکہ نوک زبان گور ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ میں حسرت عرض تمنا میں ابھی تک رنجور ہوں۔

صد تجلی کدہ ہے صرف جبین غربت   پیرہن میں ہی غبار شرر طور ہنوز

میری جبین غربت میں سو تجلی کدے پوشیدہ ہیں گویا کہ میرے پیراہن میں اس وقت تک غبار شرار طور مخفی اور موجود ہے جبین غربت میں شائد تجلی کدہ بوجہ درخشانی گرد غربت بتایا گیا ہے جو پیشانی پر موجود ہے۔

زخم دل میں ہی نہاں غنچۂ پیکان نگار   جلوۂ باغ ہے در پردۂ ناسور ہنوز

میرے دل کے زخم میں ایک نگار (نقش یا معشوق) کے پیکان کا غنچہ مخفی اور مستور ہی لہذا کہا جاسکتا ہی کہ اس ناسور کے پیچھے ایک باغ کا جلوہ یا نگارستان ہو۔

پا پراز آبلہ راہ طلب مے مین ہوا　　ہاتھ آیا نہین یک دانۂ انگور ہنوز

طلب مے مین دوا دوش کرتے کرتے پاؤن مین اتنے آبلے پڑے کہ پاؤن آبلون سے بھر گیا مگر محرومی کو دیکھئے کہ اس وقت تک ایک دانہ انگور بھی ہاتھ نہین آیا ہے پاؤن کا آبلون سے بھرا ہونا اور ایک انگور ہاتھ نہ آنا ایک لطف رکھتا ہے جو طبع سلیم پر پوشیدہ نہین ہو۔

گل کھلے غنچے چٹکنے لگے اور صبح ہوئی　　سرخوش خواب ہے وہ نرگس مخمور ہنوز

پھول کھلنے لگے بلکہ کھل گئے غنچے چٹکے صبح نمودار ہو گئی مگر ہنوز میرے معشوق کی چشم مخمور مصروف خواب راحت و آرام ہے۔

اے اسد تیرگی بخت سیہ ظاہر ہے　　نظر آتی نہین صبح شب دیجور ہنوز

اے اسد میرے نصیب کی تاریکی اس سے ظاہر ہے کہ میری شب دیجور فرقت کی اس وقت تک صبح نہین ہوئی یا یہ کہ اے اسد بخت سیاہ کی تاریکی ظاہر ہے اور اسکو دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ میری شب تاریک غم کی سحر ابھی تک نہین ہوئی۔

ردیف (س)

کب فقیرون کو رسائی بت میخوار کے پاس　　تونبی بو دیجئے میخانہ کی دیوار کے پاس

فقیرون کی رسائی بت میخوار کے پاس کب ہو سکتی ہے بس ایک یہی ترکیب ہے کہ میخانے کی دیوار کے پاس ایک تونبی کا درخت بو دیا جائے تونبی چونکہ استعمال شراب مین آتی ہو لہذا یہ وہان تک پہونچیگی اور چونکہ تونبی فقیرون کے بھی کام آتی ہے اس لئے گویا فقیرون کی ایک چیز کا گزر بت میخوار تک ہو جائے گا۔ ورنہ اور کوئی صورت رسائی کی نہین ہو یا یہ کہ تونبی چونکہ فقیرون کے پاس رہتی ہو اس لئے جب وہ بڑھے گی اور میخانے کی دیوار سے گزر کر میخانے مین جائے گی تو بت میخوار تک اس کی رسائی ہوگی اور پھر اسی کے

ذریعہ سے فقیروں کا بھی حصہ مل رہے گا۔

حاصل دلبستگی ہے عمر کوتاہ اور بس　　　وقت عرض عقدہائے متصل تار نفس

یعنی دل لگانے کا حاصل بس عمر کوتاہ ہے اور کچھ بھی نہین ہے گویا تار نفس ایک رشتۂ گرہ دار ہے جو دمبدم پیش ہو رہا ہے کہ دنیا دیکھ سکے کہ دل بستگی سے عمر کے یون ٹکڑے اڑ جاتے ہین اس کو بار بار جوڑا گیا ہے تب جا کر یہ صورت بنی ہے تو گویا تار انفاس ان گرہون کو پیش کر رہا ہے جو متصل رشتۂ عمر مین پڑی ہوئی ہین۔

کیون نہ طوطی طبیعت نغمہ پیرائی کرے　　　باندھتا ہے رنگ گل آئینہ بر چاک قفس

پھر کیا سبب ہے کہ طوطی طبیعت نغمہ پیرائی نہ کرے جب رنگ گل نے قفس کے سامنے ایک آئینہ رکھ چھوڑا ہے یعنی رنگ گل ایک آئینہ معلوم ہوتا ہے اور آئینہ کو دیکھ کر طوطی نغمہ پردازی مین ہمیشہ مصروف و مشغول ہوتا ہے اسی طرح میری طبیعت بھی جوش مین آجاتی ہے۔

اے ادا فہمان صدا تنگی فرصت سے خون　　　ہے بصحرائے تحیر چشم قربانی جرس

اے ادا فہمو اور اے رمز شناسو ذرا اس رمز کو سمجھو کہ وہ جانور جو ذبح ہوتا ہے یا وہ شخص جو مذبوح و قربان ہوتا ہے اس کی آواز نہ نکلنے کی وجہ کیا ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ صحرائے حیرت مین چشم قربانی سے جرس کا کام لیا جاتا ہے اور بس وہان کے لئے یہی جرس ہے۔
دوسرے معنی جو زیادہ قرین قیاس ہین یہ ہین کہ اے ادا فہمو اس بات کو سمجھو کہ صحرائے حیرت مین فرصت کی تنگی کی وجہ سے صدا خون ہو کر رہ گئی ہے اور جرس چشم قربانی کی طرح بے صدا ہو کر رہ گیا ہے۔

تیز تر ہوتا ہے خشم تند خویان عجز سے　　　ہے رگ سنگ فسان تیغ شعلہ خار و خس

جتنی عاجزی کیجئے تند خویون کا غصہ اور بھی زیادہ تیز ہوتا ہے دیکھو کہ خار و خس جو ذلیل عجز مین وہ شعلہ کی تلوار کے سنگ فسان کے واسطے رگ سنگ بن جاتے ہین جن سے

شعلہ اور تیز ہوتا ہے سنگ فسان وہ پتھر جس پر تلوار چھری وغیرہ تیز کرتے ہین رگ سنگ وہ ہلکی ہلکی لکیرین یا خط جو پتھر پر پڑی ہوتی ہین شرار وخس کو دلیل عجز اس واسطے کہا کہ وہ خود ایک نہایت حقیر اور ذلیل چیز ہے یا یہ کہ عاجز ہوتے وقت تنکا دانتون مین دبا لیا کرتے ہین جیسا کہ خود مرزا نے کسی جگہ کہا ہے ؎

نہ آئی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالونکو
لیا دانتون مین جو تنکا ہوا ریشہ نیستان کا

یا

داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے — اے ہوس مبارک ہو کار عشق آسان ہے

یا

خموشی ریشہ صد نیستان سے خس بدندان ہے

غرضکہ تنکے کو دلیل عجز ٹھہرانا ایک مضمون معروف ہے اور اکثر جگہ اس مضمون کو مرزا نے کہا ہے

سختی راہ محبت منع دخل غیر ہے — پیچ وتاب جادہ ہے یان جوہر تیغ عسس

یعنی راہ محبت کی سختی خود غیرون کو اس مین داخل ہونے سے باز رکھتی ہے یہان کے جادۂ راہ کا پیچ وتاب تیغ عسس کے جوہر کا کام دیتا ہے عسس کوتوال کو کہتے ہین جو محافظت شہر و اہل شہر کے لئے ہوتا ہے اسی لئے وہ جوہر تیغ عسس برابر سیاست مین مشغول ہے اور کسی غیر کو اس راہ پر نہین آنے دیتا۔

اے اسد ہم خود اسیر رنگ و بوے باغ ہین — ظاہرا صیاد ناداں ہے گرفتار ہوس

اے اسد اصل واقعہ یہ ہے کہ ہم خود اسیر رنگ و بوے باغ ہو کر رہتے ہین اور صیاد نادان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم نے گرفتار کر رکھا ہے یہ بالکل خیال خام ہے اس طرح وہ خود قید ہے

دشت الفت مین ہے خاک کشتگان محبوس بس — پیچ وتاب جادہ ہے خط کف افسوس بس

دشت الفت مین بس کشتون کی خاک قید ہے اور کچھ بھی نہین جادے کا پیچ وتاب سمجھو بلکہ یہ محبوسون کے دست افسوس کے خطوط نمایان ہو رہے ہین جو برابر اپنے حال پر افسوس کر رہے ہین

دست افسوس وہ ہاتھ جو افسوس سے ملے جائین۔

ہے تصور مین نہان سرمایۂ صد گلستان — کاسۂ زانو ہے مجکو بیضۂ طاؤس وبس

میرے تصور مین سرمایہ صد گلستان پوشیدہ اور مخفی ہے اور مین جو اپنے کاسۂ زانو پر محو تصور ہو کر سر جھکائے ہوے ہون تو یہ کاسۂ زانو میرے لئے بیضۂ طاؤس بن گیا ہے جس مین سیکڑون رنگ مخفی و مستور ہین بیضۂ طاؤس سے کاسۂ زانو کو اس لئے تشبیہ دی کہ اس مین رنگارنگی ہوتی ہے اور اسی رنگینی اور رنگارنگی کو سرمایۂ صد گلستان کہا گیا ہے۔

کفر ہے غیر از وفور شوق رہبر خواستن — راہ صحرائے حرم مین ہے جرس ناقوس وبس

سوائے وفور شوق کے کسی کو اپنا رہنما اور رہبر بنانا گناہ اور کفر ہے راہ صحرائے حرم مین صرف جرس کو ناقوس سمجھنا چاہیئے کیونکہ جرس سے وفور شوق نمایان ہے۔ لہذا یہی رہبر ہے ناقوس کی ضرورت نہین ہے۔

یک جہان گل تختۂ مشق شگفتن ہے اسد — غنچۂ خاطر رہا افسردگی مانوس وبس

ایک زمانہ کے باغ اور گل تختہ مشق شگفتن بنے ہوے ہین یعنی زمانہ بھر مین پھول کھل رہے ہین مگر اے اسد غنچۂ خاطر ابتک افسردہ ہے اور وہ کسی طرح نہین کھلتا اس کو برابر اپنی افسردگی سے اُنس ہے اور افسردگی ہی مین خوش ہے۔

کرتا ہے پیدا بت رنگین دل مایوس — رنگ نظر رفتہ حنائے کف افسوس

میرا مایوس دل اُس بت رنگین ادا کی یاد مین اس رنگ زمانہ کو جو نظر کے سامنے سے غائب ہو چکا ہے اپنے کف افسوس کے لئے حنا بنا رہا ہے اور اس سے دست افسوس کو زینت دے رہا ہے حاصل یہ ہے کہ رنگ رفتہ زمانہ کی وجہ سے کف افسوس مل رہا ہون اور اس بت رنگین ادا کو یاد کر رہا ہون۔

تھا خواب مین کیا جلوہ نظر جوش زلیخا — ہے بالش دل سوختگان مین پر طاؤس

یعنی خواب مین زلیخا نے کونسے ایسے جلوۂ نظر جوش کو دیکھا تھا کہ آج تک دل سوختہ لوگون کے تکیہ مین پر طاؤس بھرے جاتے ہین یا یہ کہ کونسا ایسا جلوہ دیکھا تھا کہ اس کی نظر کو جوش مین ڈال دیا تھا۔ یا یہ کہ کیے دیوانگان عشق اور دل سوختگان غم کے تکیون مین پر طاؤس بھرے ہین۔ انھین مین سے کوئی جلوہ وہ بھی ہوگا یا یہ کہ دل سوختگان کے بالش مین پر طاؤس ہین جن مین بہت سے رنگ ہین اور ان کی نظر جوش نہین کھاتی زلیخا کو ایسے کونسے جلوے نے محو بنا دیا تھا کہ وہ خواب ہی مین دیکھ کر دیوانی ہوگئی تھی۔

حیرت سے رخ دوست کے از بسکہ ہین بیکار　　خور قطرۂ شبنم مین ہے جون شمع بہ فانوس

چونکہ جلوۂ رخ دوست نے حیران کر دیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بیکار ہوگیا ہے تو اب آفتاب قطرۂ شبنم کے اندر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ شمع پردہ فانوس مین چھپی ہوتی ہے

دریافتن صحبت اغیار غرض ہے　　اے نامہ رسان نامہ رسان چاہیے جاسوس

مطلب یہ ہے کہ وہ یعنی نامہ بر یہ دیکھ آئے کہ اس کی اغیار سے کیسی صحبت رہتی ہے اور کیونکر گزرتی ہے اے نامہ بر نامہ بر جاسوس ہونا چاہیے۔

یا یہ کہ نامہ بر ایسا ہو جو غیر کی صحبت مین بار پا سکے اور وہان کے حالات معلوم کر سکے لہذا نامہ بر کو جاسوس ہونا چاہیے۔

ہے مشق اسد دست گہ وصل کی منظور　　ہون خاک نشین اس لیے ادراک قدمبوس

اے اسد مجھے منظور یہ ہے کہ قدرت وصل کی مشق کرون اس واسطے ادراک قدمبوسی کے لیے خاک نشین ہو رہا ہون کیونکہ یہ صورت بھی ایک وصل کی صورت ہے اور یہ اول مشق دستگاہ وصل ہے۔

ہوتی ہے بسکہ صرف مشق تمکین بہار آتش　　بہ انداز حنا ہے رونق دست چنار آتش

آگ چونکہ بہار کی مشق تمکین مین مصروف ہے تو چنار کے ہاتھ پر (جو پتون سے مراد ہے) حنا کی طرح لگ رہی ہے۔ چنار کے پتے کو شعرا پنجہ چنار کہتے ہین اور غالب ہے

کہ اس کو سُرخ بھی مانا ہو۔

نہ پاوے بے گداز موم ربط پیکر آرائی   نکالے کیا نہال شمع بے تخم شرار آتش

بغیر گداز موم کے پیکر آرائی اُس سے ہو ہی نہیں سکتی ظاہر ہے کہ نہال شمع مین جب تک تخم شرار نہ بویا جاے گا اُس وقت تک آگ نہیں نکل سکتی۔

خیال دود تھا سر جوش سودا ئے غلط فہمی   اگر رکھتی نہ خاکستر نشینی کا غبار آتش

دہوین کے خیال سے میرے سودا ے غلط فہمی کا سر چکرا رہا تا اور اس مین ایک قسم کا جوش پیدا ہو جاتا ہے اگر کہین آگ کے اندر خاکستر نشینی کا غبار موجود نہوتا یعنی میری غلط فہمی کو اس کے دہوین سے طرح طرح کے خیال پیدا ہو جاتے مگر خیریت ہوئی کہ آگ مین اس کی خاکستر نشینی کی وجہ سے مادۂ غبار بھی موجود ہے جو عشاق یا اس قسم کے لوگون مین نہین ہوتا اس لئے اب کوئی غلط فہمی اس کی طرف سے نہین ہو۔

ہواے پر فشانی برق خرمنہاے خاطر ہے   ببال شعلہ بیتابی ہے پروانہ زار آتش

آگ کے دل مین پر فشانی کی ہوا سما گئی ہے اور یہ اُس کے واسطے برق خرمن بنی ہوئی ہو گویا وہ اُس کے بازو ہین اور اُن بازوون کی وجہ سے وہ پروانہ زار بن گئی ہو یعنی یہی اڑنے کی خواہش اُس کے لئے برق خرمن ہو کہ اس کے وجود کو جلا رہی ہو اور یہ صاف ظاہر ہے کہ شعلہ افشانی ہی آگ کو آگ بناتی اور جلاتی ہے۔

نہین برق و شرر جز وحشت و ضبط تپیدن ہا   بلاگردان بے پروا خرامی ہائے یار آتش

برق و شرر دونون کیا ہین یہ ضبط و تپیدن کی وحشت کے سبب سے پیدا ہوئی ہین گویا آگ یار کی بے پروا خرامی پر بلاگردان ہو رہی ہو یعنی آگ کی وحشت اور ضبط تپیدن کی وجہ سے یہ دونون چیزین پیدا ہوئی ہین۔

دہوین سے آگ کے اک ابر دریا بار پیدا ہو   اسد حیدر پرستون سے اگر ہووے دوچار آتش

صاف شعر ہے کہ اگر آگ ہم جیسے رپرستون کے مقابلہ پر آکر کوئی گزند پہونچانے کا
ارادہ کرے تو اس کے دہوین سے اک ابر دریا بار پیدا ہو جائے اور وہ خود اس سے
نقصان اٹھائے یا کچھ بھی نہ کر سکے -

بہ اقلیم سخن ہے جلوہ گرد سواد آتش　　کہ ہے دود چراغان سے ہیولا مداد آتش

آگ اقلیم سخن مین گرد سواد کا جلوہ معلوم ہوتی ہے یعنی اقلیم سخن کی گرد سواد جیسے گرد دہوان
دود دہوان یا وہ غبار جو منزل کے قریب کہائی دیا کرتا ہے تو گویا آتش کے جلوہ سے ظاہر
ہوتا ہے کہ اقلیم سخن کے قریب آپہونچے اور یہ قرب اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آتش سے چراغ
جلتے ہین اور چراغون کے دہوین سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہیولائے مداد یعنی روشنائی کا مادہ
ہے جو سخن کی منزل سے بہت ہی نزدیک کر دیتا ہے - دود چراغ کو ہیولائے مداد کہنا ایک
خاص لطف رکھتا ہے اس لئے کہ ایک تو ظاہری صورت سے وہ تاریک ہے اور روشنائی
سے اشبہ ہے دوسرے اسی دہوین کے کاجل سے روشنائی تیار کی جاتی ہے نہایت پیچیدہ
اور معمانما خیال ہے جیسے کہ ؎

کس کو باغ مین جانے نہ دیجیو
کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

کرے ہے لطف انداز برہنہ گوئی خوبان　　بتقریب نگارشہائے سطر شعلہ یاد آتش

آتش سطر شعلہ لکھ لکھ کر یا سطر شعلہ لکھنے کی تقریب مین انداز برہنہ گوئی یعنی صاف گوئی
اور فاش گوئی خوبان یاد کر رہی ہے یا یہ کہ معشوقون کی عریان نویسی سطر شعلہ ہو گئی کا انداز پیدا ہو گیا

دیا داغ جگر کو آہ نے رنگ اور شگفتن کا　　نہ ہو بالیدہ غیر از جنبش دامان باد آتش

آہ نے میرے داغ کو رنگ دیا اور رنگ بھی شگفتن کا کہ جس سے وہ گل کی طرح شگفتہ
ہو گیا سچ ہے آگ پر جب تک دامان باد نہ جھپکا یا جائے اس وقت تک اس مین شگفتگی
اور بالیدگی پیدا نہین ہو سکتی ہے - گویا میرا داغ جگر آگ ہے اور آہ دامان
باد ہے -

اسدؔ قدرت سے حیدر کی ہوئی ہر گبر ترسا کو شرار سنگ بت ہی ہے بنائے اعتقاد آتش

اے اسدؔ حیدر کرار کی یہ دستگاہ اور یہ قدرت قابل دید ہے کہ بت پرستی چونکہ آپ کے نزدیک ممنوع ہے اور اس کی پاداش میں بت پرستون کو آگ مین جلایا جائے گا اس لئے خود بتون کے پتھر سے آگ نکلنے لگی اور وہ ہر بت پرست کے لئے عذاب آتش بن گئی گویا شرار سنگ بت وہ آگ ہے جس سے اعتقاد آپ نے خوف دلایا تھا۔

ردیف (ع)

شمع سے ہی بزم انگشت تحیر در دہن شعلۂ آواز خوبان پر بہ ہنگام سماع

شمع کی وجہ سے بزم انگشت حیرت در دہان معلوم ہوتی ہے اور یہ حیرت شعلۂ آواز خوبان کے سماع کی وجہ سے ہے۔

چون پر طاؤس جوہر تختہ مشق رنگ ہے بسکہ ہے وہ قبلۂ آئینہ محو اختراع

وہ قبلۂ آئینہ چونکہ اداؤن کا اختراع کر رہا ہے اس لئے جوہر آئینہ کا ایک رنگ آتا ہے اور ایک جاتا ہے اور گویا وہ تختہ مشق رنگ بن گیا ہے اور پر طاؤس کی سی رنگینی پیدا کر دی ہے جوہر کے رنگ کا تغیر اس کی درخشانی اور تابانی کی وجہ سے ہے۔

رنجش حیرت سرشتان سینہ صافی پیشکش جوہر آئینہ ہی یان گرد میدان نزاع

حیرت سرشتون کی رنجش عام لوگون کی سی رنجش نہین ہے اور ان کا کوئی کام عوام سے ملتا جلتا نہین ہے وہ قطعًا اُن سے جدا ہے ان کی رنجش مین سینہ صافی ہے گویا انکے نزاع کے میدان کی گرد جوہر آئینہ ہے۔

چار سوے دہر مین بازار غفلت گرم ہی عقل کے نقصان سے اٹھتا ہی خیال انتفاع

یعنی زمانہ کے ہر گوشہ مین غفلت کا بازار گرم ہے اور اہل زمانہ غافل ہین یہ کم بخت نہین سمجھتے کہ خیال انتفاع کی حقیقت ہی بس اتنی ہے کہ اس زمانہ مین وہ عقل کے نقصان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی ہستی نہین ہے۔

آشنا غالب نہین ہین دردِ دل کے آشنا — ورنہ کس کو میرے افسانے کی تاب استماع

اے غالب اصل مین میرے دوست دردِ دل سے واقف ہی نہین ہین اور اُن کو معلوم ہی نہین ہے کہ دردِ دل کہتے کس کو ہین ورنہ بھلا یہ کب ممکن تھا کہ وہ میرے افسانے کو سُن سکتے۔

ردیف (غ)

عشاق اشکِ چشم سے دھوئین ہزار داغ — دیتا ہے اور جون گل و شبنم بہار داغ

چاہے عاشق اپنی آنکھون کے آنسوؤن سے ہزار طرح داغ کو دھوئین مگر اس سے کیا ہوسکتا ہے وہ مٹ نہین سکتا بلکہ ان آنسوؤن سے اور بھی ترقی پذیر ہوتا جاتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پھولون پر اوس پڑی ہو۔

جون چشمِ باز ماندہ ہے ہر یک سوئے دل — رکھتا ہے داغ تازہ کا یان انتظار داغ

میرے ہر داغ کی صورت یہ ہے کہ جیسے کوئی چشم واماندہ ہوتی ہے تو گویا میرا ہر داغ دل چشم واماندہ ہے جو دل کی طرف تک رہا ہے اور یہ تکنا بلا وجہ نہین ہے بلکہ میرے ہر ایک داغ کو ایک نئے داغ کا انتظار ہے اور ہر ایک داغ چشم براہ داغ ہے۔

بے لالہ عارضان مجھے گلگشت باغ مین — دیتی ہے گرمی گل و بلبل ہزار داغ

مین جب باغ مین گل گشت کے لئے جاتا ہون اور گل و بلبل کی گرمی صحبت کو دیکھتا ہون تو مجھے اپنے محبوبون کی یاد آتی ہے اور چونکہ وہ ہمراہ نہین ہوتے اور اُن سے جدائی ہوتی ہے تو یہ جدائی میرے لئے باعث رنج ہوتی ہے اور میرے دل مین اس سے ہزارون داغ پڑ جاتے ہین۔

جون اعتبار نامہ وخط کا ہو مہر سے — یون عاشقون مین ہی سبب اعتبار داغ

جس طرح کہ خط کا اعتبار اس وقت کیا جاتا ہے جب اس کے اوپر مہر لگی ہوتی ہی اسی طرح عاشق کے عشق کا بھی اُسی وقت اعتبار کیا جاتا ہے جبکہ اس کے دل مین داغ پڑے ہون گویا کہ یہی مہر ہے اور یہی عشق صادق کی سند ہے۔

ہوتے ہین نیست جلوۂ خور سے ستارگان — دیکھ اسکو دل سے مٹ گئے بے اختیار داغ

جیسے کہ سورج کے طلوع ہونے پر تمام ستارے چھپ جاتے اور نیست و نابود ہوجاتے ہین اسی طرح اس کے آتے ہی دل سے تمام داغ مٹ گئے۔

وقت خیال جلوۂ حسن بتان اسد — دکھلاے ہی مجھے دوجہان لالہ زار داغ

اے اسد جس وقت کہ مین جلوۂ حسن بتان کا خیال کرتا ہون اس وقت مجھے دونون جہان لالہ زار داغ معلوم ہوتے ہین یا یہ کہ جلوۂ حسن بتان کو لالہ زار داغ کے دکھانے کا فاعل مانا جائے اس حالت مین بھی معنی درست ہین۔

بلبلون کو دور سے کرتا ہی منع بار باغ — ہو زبان پاسبان خار سر دیوار باغ

باغبان دُور سے بلبلون کو باغ مین داخل ہونے سے منع کر رہا ہے گویا کہ اس کی زبان خار سر دیوار باغ ہی جو مانع دخل باغ ہوتی ہی خار سر دیوار وہ کانٹے وغیرہ جو دیوار پر اس لئے لگا دیتے ہین کہ کوئی دوسرا شخص اس مین داخل نہو سکے۔

کون آیا جو چمن بیتاب استقبال ہے — جنبش موج صبا ہی شوخی رفتار باغ

اے خدا کون چمن مین آرہا ہے کہ چمن اس کے استقبال کے لئے بیتاب ہی کیونکہ جنبش موج صبا سے چمن چلتا ہی کہ وہ رفتار باغ کی شوخی ہے گویا چمن اس آنے والے کے استقبال کے لئے جا رہا ہے۔

مین ہمہ حیرت جنون بیتاب دوران خمار — مردم چشم تماشا نقطۂ پرکار باغ

مین ہمہ حیرت ہون اور جنون دوران غبار سے بیتاب ہو اور چشم تماشا کی مردمک گویا باغ کے پرکار کا نقطہ ہے کہ اس کا تمام جلوہ یہین آکر ٹھہرتا ہے یا یہ کہ اور سب تو بیکار ہین صرف چشم تماشا مصروف تماشائے باغ ہے۔

آتش رنگ رخ ہر گل کو بخشے ہے فروغ
ہو دم سرد صبا سے گرمی بازار باغ

صبا کا دم سرد پھول کی آتش رنگ رخ کو فروغ بخش رہا ہے اور برابر بھڑکا رہا ہے گویا کہ باد صبا کا دم سرد باغ کے لئے گرمی بازار ہے یعنی اسی کے سبب سے تمام کاروبار باغ رونق پذیر ہے اور ہر گل تر کا حسن اسی سے نکھر رہا ہے۔ نہایت ہی عمدہ شعر ہے اگرچہ مراعات لفظی بھی اس مین بہت ہین مگر اس قسم کی مراعات حسن کلام ہوتی ہین۔

کون گل سے ضعف و خاموشی بلبل کہہ سکے
نے دہان غنچہ گویا نے زبان خار باغ

ایسا کون ہو کہ بلبل کی ضعف اور خاموشی کا گل سے اظہار کر سکے اور اس کی مجبوریون کا اظہار کرے اس واسطے کہ نہ غنچہ کے دہن سے کوئی بات نکل سکتی ہے اور نہ زبان خار باغ گویا ہے پھر اب بلبل کے حال زبون کا اظہار ہو تو کیونکر ہو۔

جوش گل کرتا ہے استقبال تحریر اسد
زیر مشق شعر ہو نقش از پے احضار باغ

اسد کی تحریر کا بہار باغ استقبال کرتی ہے - اور بہار اس کے کلام کی عزت کرتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے شعر کا زیر مشق ایک نقش ہے جو احضار باغ کے لئے لکھا گیا ہے یعنی زیر مشق شعر تعویذ حاضرات باغ ہو آخر پھر کیا سبب ہے کہ باغ میرے کلام کا استقبال نہ کرے۔

بدتر از ویرانہ ہے فصل خزان مین صحن باغ
خانہ بلبل بغیر از خندہ گل بے چراغ

خزان کے زمانہ مین صحن باغ ویرانہ سے بدتر معلوم ہوتا ہے اور بلبل کا نشیمن گل کے خندہ کے بغیر بے چراغ معلوم ہوتا ہے کس قدر عمدہ اور موزون الفاظ ہین کہ شعر ایک صحیح موتیون کا ہار معلوم ہوتا ہے۔

پتہ پتہ اب چمن کا انقلاب آلودہ ہے   نغمۂ مرغ چمن زا ہے صدائے بوم و زاغ

انقلاب کا یہ اثر پھیلا ہے کہ چمن کے پتے پتے میں انقلاب کی آندھیاں چھپی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ نغمۂ مرغ چمن زا بھی اس انقلاب کی وجہ سے صدائے بوم و زاغ بنکر رہ گیا ہے۔

ہاں بغیر از خواب مرگ آسودگی ممکن نہیں   رخت ہستی باندھ تا حاصل ہو دنیا سے فراغ

کس غم میں مبتلا ہے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ بغیر خواب مرگ کے آسودگی حاصل ہو سکے اگر تجکو آسودگی کی تمنا ہے اور چاہتا ہے کہ اس دار المحن سے نجات پاکر آسودگی حاصل کرے تو اسباب ہستی کو باندھ اور سامان سفر درست کر یا یہ کہ جس وقت تک دنیا سے فراغ حاصل ہو اسوقت تک رخت ہستی باندھ کر وقت پر وقت اور دیر نہو۔

شور طوفان بلا ہے خندۂ بے اختیار   کیا ہے گل کی بے زبانی کیا ہے یہ لالے کا داغ

او بے خبر تو جس کو خندۂ بے اختیار سمجھا ہے وہ خندۂ بے اختیار نہیں ہے بلکہ طوفان بلا کا ایک شور ہے اگر تجھے باور نہیں آتا تو غور کر اور دیکھ کہ گل با وجودیکہ زبان رکھتا ہے (پتیوں کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں) لیکن اس پر بھی ساکت اور دم بخود ہے لالہ باوجودیکہ ہنستا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر داغدار ہے آخر یہ سب کیوں ہے معلوم ہوا کہ خندۂ بے اختیار خندۂ بے اختیار نہیں ہے بلکہ وہ شور طوفان بلا ہے اور تو دھوکہ کھا رہا ہے۔

چشم پرنم رہ زمانہ منقلب ہے اے اسد   اب یہی ہے بس مے شادی سے پر مینا ایاغ

اے اسد زمانہ پلٹ گیا ہے اور زمانہ کی ہر شے بدل گئی ہے تجکو چاہئے کہ ہر وقت آنکھیں آنسوؤں سے بھری رکھ اس زمانہ میں مے عشرت سے بھرا ہوا ساغر اگر ہے تو یہی چشم پرنم ہے ورنہ ساغر لبریز مے عشرت کا ملنا اور کسی طرح سے ممکن ہی نہیں ہے۔

ردیف (ف)

نامہ بھی لکھتے ہو تو بخط غبار حیف — رکھتے ہو مجھ سے اتنی کدورت ہزار حیف

اس شعر میں صرف الفاظ کا گورکھ دھندا ہے کہتے ہیں کہ اگر تم مجھے خط بھی لکھتے ہو تو خط غبار میں لکھتے ہو اور اس سے تمھارے دل کی کدورت کا پتہ چلتا ہے افسوس کہ تم کو میری طرف سے اتنا رنج ہے اور اس قدر کدورت تم میری طرف سے رکھتے ہو۔

بیش از نفس بتان کے کرم نے وفا نہ کی — تھا محمل نگاہ بدوش شرار حیف

افسوس ہو کہ معشوقوں کی مہربانی نے ایک سانس سے زیادہ وفا نہ کی انھوں نے میری طرف نگاہ ضرور کی مگر وہ نگاہ گویا آمادہ رفتن تھی اور اس کا محمل سفر دوش شرار پر بندھا ہوا تھا جو بہت ہی تیز رو ہوا اور ایک دم سے زیادہ اس کا قیام نہیں ہے نگاہ کا محمل دوش شرار پر اس واسطے کہا گیا ہے کہ نگاہ حسن شعلہ بار ہے جو دم بھر میں ہوش و خرد کو جلا دیتی ہے۔

تھی میرے ہی جلانے کو اے آہ شعلہ ریز — گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار حیف

اے آہ تو کیا میرے ہی جلانے کے واسطے تھی اور کیا تیرا مقصود میرا ہی جلا دینا تھا غیر کے گھر پر تیری آگ کا کوئی شرارہ نہ گرا۔ اور تیری تمام شعلہ ریزی مجھی پر ختم ہوئی افسوس۔

گل چہرہ ہے کسی خفقانی مزاج کا — گھبرا رہی ہے بیم خزاں سے بہار حیف

یہ معلوم ہوتا ہے کہ گل کسی خفقانی مزاج کا چہرہ ہے گویا بہار خزاں کے خوف سے گھبرا رہی ہے اسی وجہ سے گل کے چہرہ سے یہ وحشت اور بھیانک پن ظاہر ہو رہا ہے۔

ہیں میری مشت خاک سے اس کو کدورتیں — پائی جگہ بھی دل میں تو ہو کر غبار حیف

میری مشت خاک سے اس کو بڑی کدورتیں ہیں مجھے اپنی قسمت پر افسوس ہے کہ اگر میں نے اس کے دل میں جگہ بھی پائی تو غبار ہو کر جگہ پائی افسوس صد افسوس۔

جتنا اسدؔ میں سرمۂ چشم رکاب یار آیا نہ میری خاک پہ وہ شہسوار حیف

اے اسدؔ میں تمنا چشم رکاب یار کا سرمہ بن جاتا میرے دل میں یہ آرزو تھی مگر افسوس کہ وہ شہسوار سمند ناز کبھی میری خاک پر آیا ہی نہیں اور مجھے موقعہ ہی نہ ملا کہ اس کی رکاب تک پہونچ سکوں

عیسیٰ مہرباں ہے شفا ریز یک طرف درد آفریں ہے طبع الم خیز اک طرف

میرا عجیب عالم ہے کہ ایک طرف تو مسیحا مہربان ہو کر میرے لئے سامان شفا بہم کر رہا ہے اور ایک طرف میری طبیعت جس کا خاصہ ہی درد آفرینی ہے میرے لئے درد پیدا کر رہی ہے۔

سنجیدنی ہے ایک طرف رنج کوہ کن خواب گران خسرو پرویز یک طرف

اے دیکھنے والو ذرا زمانے کی دورنگی کو دیکھنا اور ان دونوں باتوں کا موازنہ کرنا کہ کتنا بڑا ان دونوں میں فرق ہے ایک طرف تو کوہکن کی جانکنی اور مشقت محنت کی برداشت کا موازنہ کرو اور دوسری طرف خسرو پرویز کے خواب عشرت کو دیکھو اور اس مسرت اور غم کو نگاہوں میں تو لو۔

شہرت میں بادہ دادۂ دعویٰ ہیں ہوس رہو ہم اک طرف ہیں برق شرربار اک طرف

ہم ان لوگوں میں ہیں جو شہرت میں دعوی کو برباد کر چکے اور جلا چکے ہیں ہم کو کوئی غم نہیں ہے اب تو کچھ ہو سکتا ہو۔ ایک طرف ہم ہیں اور ایک طرف برق ہے وہ ہم کو دیکھے اور ہم اس کو دیکھ لیا کریں۔

شفتہ دل و جگر خلش غمزہ ہائے ناز کاوش فروشی مژہ تیز یک طرف

اس کی مژگان تیز کی کاوش فروشی تو ہے ہی خلش غمزہ ہائے ناز دل و جگر کے لئے شفتہ کر رہی تھی۔

ردیف (ک)

تا قیامت شبِ فرقت مین گزر جائے گی عمر   سات دن ہم پہ بھی بھاری ہین سحر ہونے تک

شبِ فرقت اتنی دراز ہے کہ ہماری تمام عمر اس مین گزر جاے گی اور یہ اُس وقت ختم ہوگی جبکہ قیامت آے گی لہذا معلوم ہوا کہ صرف سات دن ہمارے اوپر بھاری ہین یعنی ہفتہ کے پورے دن ظاہر ہے کہ عمر انھین سات دنون کے دورہ مین تمام ہوتی ہے -

آگے ہین پارہاے جگر درمیان اشک   لایا ہو لعل بیش بہا کاروان اشک

رونے مین اشکون کے ساتھ جگر کے ٹکڑے آے ہین جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشک کا کاروان لعل بیش بہا لیکر آیا ہے -

ظاہر کرے ہے جنبشِ مژگان سے مدعا   طفلانہ ہاتھ کا ہے اشارا زبان اشک

جیسے کہ بچہ بول نہین سکتا اور ہاتھ کے اشارے سے مدعاے دلی کا اظہار کرتا ہے اسی طرح میرا طفل اشک جنبش مژگان سے اپنا مدعا ظاہر کرتا ہے یعنی طفل اشک بھی زبان نہین رکھتا ہے مگر یہ جنبش مژہ اُس کے ہاتھ کا کام دیتی ہے اور یہی اُس کے ہاتھ کا اشارہ ہے -

مین وادیِ طلب مین ہوا جملہ تن عرق   از بسکہ صرف قطرہ زنی تھا بسان اشک

صحراے طلب مین چونکہ اشک کی طرح مین قطرہ زنی یعنی دوادوش کرتا رہا اور ہمیشہ تیز چلا کیا تو اب میری یہ کیفیت ہے کہ وادی طلب مین تمام تر عرق عرق ہو رہا ہون اور پسینہ مین ڈوبا ہون جیسا کہ اشک قطرہ زنی سے عرق عرق ہو رہا ہے -

دل خستگان کو ہے طرب صد چمن بہا   باغ بجون طپیدن آب روان اشک

خستہ دلون کا خون مین لوٹنا اور اشکون کے پانی کا روان ہونا سیکڑون باغ و بہار کا لطف دکھاتا ہے باغ و بہار بلحاظ رنگینی خون کہا گیا اور اشک کی روانی سے چشمہ ہاے آب کی روانی

خیال کی گئی یعنی عشاق کو خون مین لوٹنے اور رونے سے اتنی ہی مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے جتنی کہ بہا باغ اور چشمہ ہاے آب رواں کے دیکھنے سے ہو سکتی ہے۔

رونے نے طاقت اتنی نچھوڑی کہ ایک بار مژگان کو دون فشار پے امتحان اشک

مین روتے روتے اس قدر کمزور اور ناتوان ہوگیا ہون کہ اب ایک بار اس آزمایش کے لئے کہ دیکھون آنکھون مین اشک ہے یا نہین یا اشک نکل سکتا ہے یا نہین ایک بار پلک بھی نہین ہلا سکتا تھا یہ انتہاے ناطاقتی ہے۔

سیل بنائے ہستی شبنم ہے آفتاب چھوڑے ہے یہ چشم مین تپش دل نشان اشک

بعض حکما کا مقولہ ہے کہ شبنم آفتاب سے پیدا ہوتی ہے اور بمصداق کل شیٔ یرجع الی اصلہ آفتاب ہی کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اسی بنا پر شاعر خیال کرتا ہے کہ شبنم کی بنا کو تباہ اور برباد کرنے کے لئے آفتاب ایک سیلاب ہے اسی صورت سے میری تپش دل جو بوجہ گرمی کے بمنزلہ آفتاب ہے میرے دل مین اشکون کا نشان جو اوس یا شبنم کی طرح ہین چھوڑ نہین سکتی۔

ہنگام انتظار قدوم بتان اسد ہے بر سر مژہ نگران دیدبان اشک

بتون کے آنے کے انتظار مین اے اسد میرے اشک مژہ پر بیٹھے ہوے استقبال اور دیدبانی کی خدمت انجام دے رہے ہین یعنی اُدہر محبوب کی آمد آمد ہے ادہر مین اشک بہا رہا ہون

ردیف کاف فارسی (گ)

اے آرزو شہید وفا خون بہا نہ مانگ جز بہر دست و بازوے قاتل دعا نہ مانگ

اے شہید وفا آرزو یعنی آوہ آرزو کہ تجھے وفا نے شہید کر دیا ہے یا وفا کی وجہ سے تو شہید ہوئی ہے بہتر یہ ہے کہ تو قاتل سے دیت اور خون بہا کی تمنا اور طلب نہ کر تیرا کام یہ ہے کہ تو قاتل یعنی اپنے محبوب کے دست و بازو کے لئے دعائے خیر کئے جا۔ اس کے سوا اور کچھ نہ مانگ۔

گستاخی وصال ہے مشاطۂ نیاز یعنی دعا بجز خم زلف و دتا نہ مانگ

شب وصال ہے عاشق و معشوق بے حجاب سرگرم عیش و نشاط ہین اس عالم مین عاشق اپنے جذبات سے مجبور ہو کر معشوق کی زلف پُر خم تک ہاتھ بڑھاتا ہے جس کو گستاخی سمجھ کر اس کے اوپر معشوق کی طرف سے ایک الزام قائم کر دیا جاتا ہے اُس کے جواب مین کہا گیا ہے کہ وہ گستاخی وصال جس کو گستاخی سے تعبیر کیا گیا ہے در اصل گستاخی نہین ہے بلکہ وہ مشاطۂ نیاز ہے یعنی آرایش دہندۂ نیاز ہے۔

مطلب اس سے یہ ہے کہ عجز و نیاز کی حالت مین عاشق کو کسی اور محراب و خم محراب مین دعا کرنا گناہ ہے اُس کے لئے یہی خم محراب زلف دُعا مانگنے اور عجز و نیاز کے اظہار کی جگہ ہے اور کوئی نہین یا یہ کہ گستاخی وصل کا محض مُدعا یہی ہے کہ خم زلف مین دعاے نیاز کی جاے۔

برہم ہے بزم غنچہ بیک جنبش نشاط　　کاشانہ بسکہ تنگ ہے غافل ہوا نہ مانگ

اے نادان تو کیون نادانی کرتا ہے اور کاشانۂ تنگ کی تکالیف سے عاجز ہو کر کیون ہوا کی خواہش کرتا ہے ایسا کرنا چاہیئے کیا تو دیکھتا نہین ہے کہ غنچہ نے اس کاشانۂ تنگ کی حالت مین ہوا کی خواہش کی تو ایک ہی جنبش نشاط مین اُس کی محفل نشاط درہم و برہم ہو گئی ظاہر ہے کہ ہوا غنچہ کو کھلاتی ہے اور کھل جانے کے بعد وہ حالت غنچگی قائم اور باقی نہین رہتی۔

عیسے طلسم حسن تغافل ہے زینہار　　جز پشت چشم نسخہ عرض دوا نہ مانگ

عیسے علیہ السلام جن کا معجزہ احیاے موتی ہے وہ حسن تغافل کے طلسم ہین اُن سے کسی دوا کی تمنا اور التجا نہ کر بلکہ اگر تجھکو مانگنا ہے تو پشت چشم ہی کا نسخہ اُن سے طلب کر یعنی اُن سے صرف اسی بات کی استدعا کر کہ وہ آنکھ پھیر لین اور واپس جائین اس نسخہ کے سوائے اور کسی نسخہ کی تمنا نہ رکھ مطلب یہ ہے کہ اگر تجھکو یہ بھی معلوم ہو کہ کسی سے کوئی کام نکل سکتا ہے تب بھی کام نکلنے کی اُمید نہ رکھ ہرگز وہ تیری تمنا کے موافق نہو گا۔

مین دور گرد عرض رسوم نیاز ہون　　دشمن سمجھ ولے نگہ آشنا نہ مانگ

میری حالت یہ ہے کہ عرض رسوم نیاز کے لئے مین دور دور پھرا ہون اور میرا تجربہ ہے کہ دنیا مین آشنا نہین ہوا اب مین یہی کہتا ہون کہ جس کو دیکھے اُس کو تو دشمن سمجھ لے مگر کہین

آشنا کی جستجو نہ کر اس کا کہین پتہ نہین۔
یا یہ کہ مین عرض رسوم نیاز سے اب دور ہون تجھے اختیار ہے کہ مجھے دشمن سمجھ مگر مجھ سے نگاہ آشنا کی تمنا نہ رکھ۔

نظارہ دیگر و دل خونین نفس دگر   آئینہ دیکھ جوہر برگ حنا نہ مانگ

نظارہ اور اپنی صورت کو آئینہ مین دیکھنا یہ دوسری چیز ہے اور طلب دل خونین نفس اور چیز ہے یہ نظارہ سے بالکل الگ ہے تیرا نظارۂ آئینہ اس طرح ہوتا ہے کہ دل خونین نفس مانگتا ہے یعنی دلون کو خون کر رہا ہے۔ اس لئے مین چاہتا ہون کہ تو آئینہ کو آئینہ کی طرح دیکھ دل خون شدہ مگر نہ مانگ۔ جوہر برگ حنا استعارتاً دل خونین نفس کو کہا گیا ہے۔
یا یہ کہ نظارہ اور چیز ہے مگر وہ دل جو خون ہو گیا ہو وہ دوسری چیز ہے آئینہ مل سکتا ہے اور اس کو دیکھ سکتا ہے مگر تجھے دل خونین نفس نہین مل سکتا۔ اس کے دیکھنے کی تمنا نہ کر۔

یک بخت اوج نذر سبکباری اسد   سر پر وبال سایۂ بال ہما نہ مانگ

ہم جانتے ہین کہ ہما اگر سر پر سایہ ڈالے تو بڑا عروج اور اوج بخت نصیب ہوتا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جب تک وہ سایہ سر پر نہین ہے اُس وقت تک سبکباری ہے اس واسطے ہمارے خیال مین یک بخت اوج یا اوج بخت اس سبکباری کے اوپر قربان کر دینا چاہیئے سایۂ بال ہما ایک وبال ہے اسے سر کے لئے تجویز نہ کر اور اپنے سر کو اس وبال سے گرانبار نہ بنا۔
درد سر کیواسطے ہر چند کہ صندل ہے مفید   اس کا گھسنا اور لگانا درد سر یہ بھی تو ہے

رديف (ل)

دیوانگان کا چارہ فروغ بہار ہے   ہے شاخ گل مین پنجۂ خوبان بجائے گل

دیوانون کا علاج آمد بہار اور نشو نمائے فصل بہار ہے مگر اس سے یہ دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ صرف بہار اُن کا علاج کر سکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شاخ گل مین گل پنجۂ خوبان کی مانند معلوم ہوتا ہے اس واسطے وہ یعنی دیوانے اس سے تسکین پاتے ہین ورنہ بہار سے اُن کا

کیا علاج ہو سکتا تھا۔

مژگان تلک رسائی لخت جگر کہاں اے وائے گر نگاہ نہ ہو آشنائے گل

بڑا افسوس ہو اگر ہماری نگاہ گل پر نہ پڑ سکے اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا بدل صرف یہی ہے کہ پھر ہم لخت جگر کو دیکھ کر یاد گل تازہ کریں سو لخت جگر کی رسائی مژگان تک ہو کہاں سکتی ہے یعنی لخت جگر مژگان تک آ کیونکر سکتا ہے اُس کا مژگان تک نہ آنا خواہ بوجہ ناطاقتی کے ہو اور خواہ بوجہ ضبط کے اس مین توسع معانی ہے جو کچھ خیال کر لیجیے۔

بدر ہے آئینۂ طاق ہلال غافلان نقصان سے پیدا ہے کمال

ہلال ایک طاق ہے اور بدر اس طاق کا آئینہ ہے پہلے طاق ہلال پیدا ہوا تو اسمین آئینہ بدر رکھا گیا ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین جو کمال پیدا ہوتا ہے اس کی بنا اور اسکی اصل اس کا ہیولا نقصان ہی ہوتا ہے۔

ہے بیاد زلف مشکین سال و ماہ روز روشن شام آفنوے خیال

اُس کی زلف عنبر بار کی یاد مین مدتون سے میرا روز روشن ایک ایسی شام ہے جو خیال اور گمان کے ماورا ہے یعنی ایسی شام ہے جو خیال سے باہر اور الگ ہے۔

بسکہ ہے اصل دمید نہا غبار ہے نہال شکوہ ریحان سفال

چونکہ سفال یعنی ٹھیکرے کی اصل بھی مٹی اور غبار ہے اور شکوہ کی اصل بھی غبار دل ہو لہذا زیادہ سے زیادہ نہال شکوہ کو ریحان نقش و نگار سفال کہا جا سکتا ہے جیسے ریحان سفال ایک بیکار چیز ہے ایسی ہی شکوہ بھی فضول ہے

صافی رخسار سے ہنگام شب عکس داغ شب ہوا عارض پہ خال

اُس کے رخسار اس قدر صاف اور پر نور ہین کہ رات کے وقت اُس کے رخسار کا خال سیاہ رات کے داغ کا عکس معلوم ہوتا ہے یعنی نورانی معلوم ہوتا ہے۔

یا یہ کہ اسکے عارض کی صفائی اس درجہ پر ہے کہ شب کو داغ شب کے عکس سے اُسکے رخسار پر تل پیدا ہو گیا یعنی اتنا نورانی ہے کہ وہ کسی تاریک چیز کے عکس کا بھی متحمل نہین ہو-

نور سے تیرے ہے اُس کی روشنی ورنہ ہے خورشید یک دست سوال

خورشید کو شعرا پنجہ سے تشبیہ دیتے ہین بوجہ اس کی شعاعون کے - چنانچہ پنجہ خورشید پنجہ خور لکھا جاتا ہو اسی بنا پر مرزا نے یہ کہا ہے کہ خورشید مین روشنی صرف تیرے نور کی وجہ سے ہے اور وہ تجھ سے اکتساب نور کرتا ہے ورنہ وہ خالی ایک دست سوال ہے- دست سوال کہنے سے یہ لطف پیدا کیا ہے کہ وہ تجھ سے نور کی دریوزہ گری کرتا ہے-

شور حشر اس فتنہ قامت کے حضور سایہ آسا ہو گیا ہے پائمال

شور محشر اس فتنہ قامت کے سامنے سایہ کی طرح پائمال ہو کر رہ گیا ہے-

ہو جو بلبل پیرو فکر اسد غنچہ منقار گل ہو زیر بال

اگر بلبل اسد کی خوش بیانی کی پیروی کرے تو اس کی منقار بازوون کے نیچے گل کی طرح کھلجاے یعنی اس کو گل کی احتیاج نہو وہ خود صورت گل ہو جائے-

ہر عضو غم سے ہی شکن آسا شکستہ دل جون زلف یار ہون مین سراپا شکستہ دل

میری حالت یہ ہے کہ غم کی وجہ سے شکن کی مانند ہر ایک عضو دل شکستہ معلوم ہوتا ہو گویا کہ مین زلف یار کی طرح سر سے پاؤن تک دل شکستہ ہو رہا ہون-

ہے سرنوشت مین رقم وا شکستگی ہون جون خط شکستہ بہر جا شکستہ دل

میری تقدیر ہی مین شکستگی ہو اور جس حالت مین جس جگہ ہون شکستہ دل ہون جیسے خط شکستہ کہ وہ خواہ کہین ہو مگر شکستہ ضرور ہو گا-

امواج کی جو یہ شکنین آشکار ہین ہے چشم اشک ریز سے دریا شکستہ دل

تم جو دریا مین یہ موجین آشکارا دیکھتے ہو اور اُن مین یہ شکستگی دکھائی دیتی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی چشم اشک ریز کی وجہ سے دریا دل شکستہ ہو رہا ہے یہ امواج دراصل دریا کی دل شکستگی کا نشان ہین۔

ناسازیِ نصیب و درشتیِ غم سے ہے　　امید نا امید تمنا شکستہ دل

میری ناسازیِ بخت اور میرے غمون کی سختی کی وجہ سے میری امید نا امید معلوم ہوتی ہے اور میری تمنا دل شکستہ ہے گویا ہر طرح میرا حال زبون ہے۔

ہے سنگِ ظلمِ چرخ سے میخانہ مین اسد　　صہبا فتادہ خاطر و مینا شکستہ دل

اے اسد میخانے مین سنگ ظلم چرخ کی وجہ سے یہ حالت ہے کہ شراب فتادہ خاطر ہے اور شیشہ دل شکستہ ہے صہبا کو فتادہ خاطر کہنا جس قدر لطیف ہے سلیم طبع لوگ اچھی طرح اس کا اندازہ کرینگے۔

ہون بہ وحشت انتظار آوارہ دشت خیال　　اک سفیدی مارتی ہے دور سے چشم غزال

عالم وحشت مین مجھے میرے انتظار نے آوارۂ دشت خیال کر دیا ہے اور اب میری وحشت اور آوارگی کا یہ عالم ہے کہ چشم غزال جو خود ایک وحشی مزاج ہے مجھے دور سے ایک سفیدی سی معلوم ہوتی ہے یعنی مین اس سے بھی بہت دور رہون اور اُس کے عالم وحشت سے میرا عالم وحشت جدا ہے۔

ہم غلط سمجھے تھے لیکن زخم دل پر رحم کر　　آخر اس پردہ مین ہنستی تھی اے صبح وصال

ہم نے جو کچھ سمجھا تھا وہ غلط تھا مگر اے صبح وصال تجھے دل کے زخم پر رحم کرنا چاہئے اس کا تیرے اوپر حق ہے نہ تو تو اسی زخم دل کے پردہ مین ہنسی ہے یا یہ کہ ہم نے خندۂ زخم دل کی حقیقت جو کچھ سمجھی وہ یقینی غلط تھی ہم سمجھے تھے کہ وہ زخم ہے مگر حقیقت یہ تھی کہ اے صبح وصال تو اس پردۂ زخم مین ہنس رہی تھی گویا کبھی اے صبح وصال اب اُس کے اوپر رحم کرنا چاہئے تیری ہنسی اُس کے لئے باعث ضرر ہے

حاصل یہ ہو کہ صبح وصال کا طلوع زخم جگر سے ہوتا ہو جیسے کہ طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا

بیکسی افسردہ ہون اے ناتوانی کیا کرون
جلوہ خورشید سے ہو گرم پہلوے ہلال

اے ناتوانی آخر مین کیا کرون مجھے میری بیکسی نے افسردہ کر دیا ہے چاند کے پاس سورج ہے اور اس کے پہلو کو وہ گرم کر رہا ہے مگر میرے پاس میرا محبوب نہین ہے اس لئے مین افسردہ ہون۔ یہان گرم اور افسردہ کا تقابل لطیف ہے۔

شکوہ درد و درد داغ اے بیوفا معذور رکھ
خون یہا یک جہان امید ہے تیرا خیال

میرا شکوہ مٹ کر درد بنا اور درد کی صورت بدل کر داغ ہو گیا لہذا اے بے وفا تو مجھے معاف کر اگر مین تیرا خیال کئے ہون اس لئے کہ تیرا خیال میری دنیائے امید کا جو مٹ گئی ہے ایک خون بہا ہے گویا تمام کو مٹا کر صرف تیرا خیال مجھے دیدیا گیا ہے۔

عرض درد بیوفائی وحشت اندیشہ ہے
خون ہو دل تا جگر یا رب زبان شکوہ لال

بے وفائی کے درد کا بیان کرنا میرے اندیشہ اور خیال کی وحشت اور بدمیدگی کی وجہ سے ہے کہ خیال وحشی ہوا تو درد بے وفائی کا بیان زبان پر آگیا دل سے لیکر جگر تک اس غم مین خون ہو گیا اے میرے خدا شکوہ کی زبان یا شکوہ کرنے والی زبان گونگی ہو جائے کہ مجھے اس نے تباہ کر دیا۔

اس جفا مشرب پہ عاشق ہون کہ سمجھے ہے اسد
مال سنی کو مباح اور خون صوفی کو حلال

شعر کے معنی بالکل صاف ہین کوئی ایسا دقیق مضمون نہین ہے کہ اس کی شرح کی جائے مگر یہ لطیفہ بیان کے قابل ہے کہ اس شعر کے کہنے کی وجہ سے گویا حکیم مومن خان کے عشق کا مزا اسے توارد ہوا ہے وہ بھی کہتے ہین ؎

دل ایسے شوخ کو مومن نے دیدیا ہے کہ جو
محب حسین کا اور دل رکھے شمر کا سا

بہر عرض حالِ شبنم ہے رقم ایجادِ گُل　　ظاہرا ہے اس چمن میں لالِ مادر زادِ گُل

شبنم کے عرض حال کرنے کے لئے پھول کچھ لکھ رہا ہے اور اس کی تحریر وہی ہے جو اُس کے اوپر گلکاری معلوم ہوتی ہے یا پتون میں جو رگون اور نسون کی وجہ سے لکیرین معلوم ہوتی ہین تو اس لکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زبان سے کہہ نہیں سکتا بلکہ ظاہرا وہ مادر زاد گونگا پیدا ہوا ہے۔

گر کرے انجام کو آغاز ہی مین یادِ گُل　　غنچے سے منقارِ بلبل ا رہو فریادِ گُل

اگر پھول اپنے ابتدا ے کار مین اپنے آل کو یاد کرے اور پیش نظر رکھے تو اُسکے غنچہ سے اس طرح فریاد نکلنے لگے جیسے کہ منقارِ بلبل سے فریاد نکلتی ہے۔ گُل شدن ظاہر ہونا

گر بہ بزم باغ کھینچے نقش روے یار کو　　شمع سان ہو جائے قطِ خامۂ بہزادِ گُل

بہزاد ایک نقاش کا نام تھا کہتے ہین کہ اگر بہزاد باغ مین میرے محبوب کے عارض مصفی کی تصویر بناے تو اس کا اثر یہ ہو کہ اس کے قلم کی نوک پر شمع کی مانند گُل پیدا ہو جائے۔ گُل پیدا ہونے مین دو صورتین نکلتی ہین یا یہ کہ جیسے شمع گُل کے آجانے سے بیکار اور ناکارہ رفتہ ہے۔ اسی طرح اس کا قلم بیکار ہو جائے یا یہ کہ اُسپر پھول آجاوین یعنی اس مین بہار آجاے بہرحال اس شعر مین اس قدر تناسب الفاظ کے پھیر مین پڑ گئے ہین کہ معنی سے دور ہو گئے ہین۔ بزم۔ باغ۔ نقش۔ شمع۔ قط۔ خامہ۔ بہزاد۔ گُل۔ یہ سب الفاظ شطرنج کے مہرون کی طرح ایک دوسرے کے زور مین ہین۔

دست رنگین جو رخ پر اکرے زلف سا　　شاخ گُل مین نہان ہو جون شانہ در شمشاد گُل

اگر وہ دست رنگین سے اپنی رُخ پر زلف کھول دے تو گُل اس طرح شاخ گُل مین چھپ جاے جس طرح کہ شانہ شمشاد مین چھپا ہوا ہے۔ شانہ شمشاد مشہور ہین یعنی اُس کے دست رنگین کی شرم سے گُل بھی چھپ جاے۔

سعی عاشق ہے فروغ افزاے آبروے کار　　ہے شرار تیشہ بہر تربت فرہاد گُل

عاشق کی سعی اُس کے کام کی زیب و زینت مین امداد کرتی اور ترقی دیتی ہے - دیکھ لو کہ تیشہ کے شرار تربت فرہاد کے لئے گل بنے ہین اور اس کا جو کچھ نام و نشان ہے وہ تیشہ زنی ہی سے ہے -

ہے تصور صافی قطع نظر از غیر یار　　تخت دل سے لائے ہی شمع خیال آباد گل

تصور غیر دوست اور ماسوائے محبوب سے قطع نظر کرنے کے واسطے ایک صافی کی طرح ہو اسکا ثبوت یہ ہے کہ گل جو اپنے محبوب کے تصور مین مستغرق ہے وہ اپنے خیال آباد مین عام شمعین نہین جلاتا بلکہ اپنے تخت دل کی شمع جلا کر اسکو منور کرتا ہے اور ماسوا سے کوئی غرض نہین رکھتا -

گلشن آباد دل مجروح مین ہو جائے ہے　　غنچہ پیکان شاخ ناوک صیاد گل

دل مجروح گلشن آباد سے مشابہ ہے اور اس گلشن آباد مین ناوک صیاد کی شاخ مین غنچہ پیکان آتے ہی پھول بن جاتا ہے یعنی میرے مجروح دل کے گلشن مین جو غنچہ پیکان آتا ہے وہ ایک اور گل زخم کھلا دیتا ہے -

برق سامان نظر ہے جلوہ بیباک حسن　　شمع خلوتخانہ کیجئے ہر چہ بادا باد گل

حسن بیباک کا جلوہ اور اس کا ظہور نظر کے واسطے برق سامان ہے یعنی نظر مین بجلی کی طرح کوند رہا ہے ہر چہ بادا باد اب خلوت خانے کی شمع زبردستی گل کر دینا پڑے گی یعنی جب حسن بیباک کی یہ جلوہ افروزیان ہین تو کیونکر ہم خلوت مین رہ سکتے ہین یا یہ کہ حسن جو خلوت خانہ مین تھا اب وہ بیباک بن کر برق نظر ہوا اور جلوہ گر ہونے لگا مجبوراً خلوت خانہ کی شمع گل کر دینا چاہئے -

خاک کو عرض بہار صد نگارستان اسد　　حسرتین کرتی ہین میری خاطر آزاد گل

اے اسد جیسے خاک سیکڑون نگارستان بہار کے جلوے عالم کے لئے پیش کر رہی ہے ایسی ہی میری خاطر آزاد سیکڑون حسرتون کے گل کھلاتی اور جلوے دکھاتی ہے - گل کردن فارسی کا محاورہ ہے جو ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے معنی پر آتا ہے یہان اُردو مین بجلاف اُس کا

ترجمہ کر کے پیش کر دیا گیا ہے اس مین خاطر آزاد کا خاک سے اور حسرتون کے ظہور کا ظہور بہار سے استعارہ کیا ہے۔

گرچہ ہی یک بیضۂ طاؤس آسا تنگدل ہی چمن سرمایۂ بالیدن صدرنگ دل

دل اگرچہ ایک بیضۂ طاؤس کی مانند تنگ ہے مگر پھر بھی دل ایک چمن ہے جسمین سرمایہ بالیدن صدرنگ موجود ہی یعنی پھر بھی سیکڑون رنگون کی نشو نما اس مین ہوتی ہے۔

بیدلون سے ہی تپش جون خواہش آب از سراب ہی شرر موہوم اگر رکھتا نہو وسنگ دل

جو لوگ کہ بے دل ہین اُن مین تپش کا ڈہونڈہنا بمنزلہ سراب سے پانی کی خواستگاری کرنے کے ہے یعنی اگر دل نہین ہے تو پھر تپش کیسی یہ امید فضول اور لایعنی ہے پتھر کے اندر دل موجود ہے اسی واسطے اس سے شرارے نکلتے ہین ورنہ اگر بیدل ہوتا تو یہ شرارنہ نکلتے۔

رشتۂ فہمید ممسک سے ہے بند کوتہی عقدہ سان ہی کیسۂ پُرزر خیال تنگدل

ممسک یعنی بخیل کی سمجھ کا سلسلہ قید کوتاہی اور عاقبت اندیشی سے ملتا ہے کیونکہ اس کا یہ کیسۂ پُرزر ایک گرہ ہے اور بخیل کا کیسہ حاسد کے دل تنگ کی طرح ہے جو ایسے ہی عقدون اور خیالون سے بھرا رہتا ہے یا یہ کہ تنگدل کا خیال عقدہ کی مانند ایک کیسہ پُرزر معلوم ہوتا ہے۔

ہون زپا اُفتادۂ انداز یاد حسن سبز کسقدر ہی نشہ فرسائے خمار بنگ دل

مین انداز یاد حسن سبز مین مدہوش اور از پا در افتادہ ہو رہا ہون۔ ذرا دیکھئے کہ میرا دل کس قدر خمار نشہ بنگ مین مبتلا ہے۔ بنگ استعارہ ہے حسن سبز سے اور خمار از پا اُفتادگی سے۔

شوق بے پروا کے ہاتھون مثل ساز نادرست کھنچتا ہی آج نالے خارج از آہنگ دل

شوق بے پروا کے ہاتھون نادرست اور بے سرے باجے کی طرح آج میرا دل نالہائے خارج از آہنگ کھینچ رہا ہے۔ شوق کو بے پروا اس لیے کہا کہ اس کو نالون سے مطلب ہے۔ درستی اور نادرستی کی کوئی پروا نہین کرتا۔

اے اسد خاموش ہے طوطی شکر گفتار طبع ظاہرا رکھتا ہے آئینہ اسیر زنگ دل

اے اسد میرا طوطی شیرین گفتار طبع خاموش ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ دل کے آئینہ پر زنگ لگ گیا ہے اسی سے یہ سب خرابی پیدا ہوئی ہے۔

ردیف ام

اثر کمند ہی فریاد نارسا معلوم غبار نالہ کمین گاہ مدعا معلوم

میری فریاد نارسا جیسا کہ اثر کو پھانسنے کی قدرت رکھتی ہے وہ تو ظاہر ہے اور ہم سب جانتے ہین جیسا کہ ہمارا نالہ کمین گاہ مدعا مین ہے یعنی یہ کچھ بھی نہین ہے۔

تکلف آئینہ دو جہان مدارا ہے سراغ یک نگہ قہر آشنا معلوم

تکلفات ظاہری سے یہ معلوم ہوا کہ انھون نے ہمارے واسطے دو جہان مہیا کر دیے ہین ایسی حالت مین ہم نگاہ قہر آشنا کا پتہ کیا لگا سکتے ہین اور اتنی مدارا اور تشفی مین ایک نگاہ قہر کو کیا ہم تلاش کر سکتے ہین۔

اسد فریفتۂ انتخاب طرز جفا وگرنہ دلبری وعدۂ وفا معلوم

اسد فریفتہ ہے اس بات پر کہ اس کی یہ جدید طرز جفا بھی انتخابیہ ہو وگرنہ وعدۂ وفا کی دلبری معلوم ہو گئی اس سے کوئی خاص اثر گویا اس کا وعدہ کرنا بھی ایک طرز جفا ہے۔

بسکہ ہین بدمست بشکن بشکن میخانہ ہم موئے شیشہ کو سمجھتے ہین خط پیمانہ ہم

چونکہ ہم بشکن بشکن میخانہ کے بدمست ہین لہذا وہ بال جو شیشہ مین اس حالت مین پڑتے

ہین اُن کو ہم خطِ پیمانہ سمجھتے ہین شکن شکن جشن کو کہتے ہین جس مین تمام ساز و سامان مہیا ہون۔ چونکہ ہم شکن شکن میخانے کے عاشق ہین اور شکن کے دوسرے معنی ہین۔ توڑ جو امر ہی شکستن کا لہذا اس نام کے اثر سے موے شیشہ جو شکن شکن کا اثر ہے اور بری چیز ہے وہ بھی ہم کو خط جام کی طرح بھلا معلوم ہوتا ہے خط جام وہ لکیرون کے نشانات جو پیالے وغیرہ مین ہوتے ہین۔

بسکہ ہر اک موئے زلف افشان سے ہے تارِ شعاع
پنجۂ خورشید کو سمجھے ہین دستِ شانہ ہم

چونکہ اُس کی زلف کا ہر ایک بال افشان کی وجہ سے تارِ شعاع معلوم ہوتا ہے اسی لحاظ سے ہم پنجۂ خورشید کو دستِ شانہ یعنی وہ ہاتھ جو شانہ کرے۔ یا شانہ محض سمجھتے ہین۔

مشق از خود رفتگی سے ہین بہ گلزار خیال
آشنا تعبیرِ خوابِ سبزۂ بیگانہ ہم

اے دوست اے ہمارے آشنا ہم نے از خود رفتگی کی اتنی مشق کی ہے کہ آج گلزار خیال مین سبزۂ بیگانہ کے خواب کی تعبیر بن گئے ہین۔ چونکہ سبزہ کو سبزۂ خوابیدہ بھی کہا جاتا ہے اس لئے خواب سبزہ کہا گیا۔ سبزۂ بیگانہ وہ سبزہ جو خود اُگ آیا ہو۔ ظاہر ہے کہ سبزۂ بیگانہ کے خواب کی تعبیر عدم ہی ہو گی۔ مطلب یہ ہے کہ اے آشنا ہم از خود رفتگی کی مشق کرتے کرتے آج بالکل فنا اور نیست ہو گئے ہین۔

فرطِ بیخوابی سے ہین شبہائے ہجرِ یار مین
جون زبانِ شمع داغِ گرمئ افسانہ ہم

بیخوابی کی وجہ سے یار کی جدائی کی راتون مین ہم شمع کی زبان کی طرح گرمئ افسانہ کی وجہ سے داغ بن کر رہ گئے ہین یعنی جیسے زبان شمع افسانہ کہتے کہتے جل گئی ہے اسی طرح ہم کو گرمئ افسانہ نے پھونک دیا ہے یعنی افسانے نے بجائے خواب آوری کے ہمارے اوپر یہ اثر کیا ہے۔

جانتے ہین جوشش سودائے زلفِ یار مین
سنبل بالیدہ کو موئے سرِ دیوانہ ہم

زلف یار کے عشق کے جنون مین سنبل بالیدہ جو باغ مین پھیلا ہوا ہے وہ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ کسی دیوانے کے بال بکھرے ہوتے ہین۔

بسکہ وہ چشم و چراغ محفل اغیار ہے چپکے چپکے جلتے ہیں جوں شمع ماتم خانہ ہم

ہمارا محبوب چونکہ بزم غیر کا چشم و چراغ بنا ہوا ہے اس لئے مجبوراً ہم ماتم خانہ کی شمع کی مانند چپکے چپکے جل رہے ہیں۔

رہتے ہیں افسردگی سے سخت بیدردانہ ہم شعلہ ہائے اندر سمندر بلکہ آتش خانہ ہم

ہم افسردگی کی وجہ سے نہایت جمود کی زندگی گزار رہے ہیں اور یہ تمام شعلے بلکہ آتش خانہ کا آتش خانہ سمندر کی زندہ ہو رہا ہے ہم یوں افسردگی کی زحمتیں اٹھا رہے ہیں اور ایک چھوٹا سا کیڑا یوں پورے آتش خانے پر قابض ہے سمندر کیڑے کا نام ہے

حسرت عرض تمنا یاں سے سمجھا چاہیے دو جہاں حشر زبان خشک ہیں جوں شانہ ہم

اگر ہماری حسرت عرض تمنا کا حال معلوم کر لینا چاہتا ہے تو اس سے معلوم کر کہ جیسے شانہ باوجود ہزاروں زبانیں ہونے کے خشک ہو کر دو جہان محشر زبان خشک بن گیا ہے اسی طرح ہم بھی خاموش ہیں تمنا کی زبانیں وہی دندانے۔ دو جہان حشر زبان خشک اسکے دونوں رخوں کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

وحشت بے ربطی پیچ و خم ہستی نہ پوچھ ننگ بالیدن ہیں جوں موئے سر دیوانہ ہم

ہستی کے پیچ و خم کی بے ربطی کی وحشت ہم سے تو کیا پوچھتا ہے دیوانے کے سر کے بالوں کی طرح بالیدن ہمارے لئے باعث ننگ ہے یعنی جیسے سودائی اور مجنونوں کے بالوں میں الجھنیں اور پیچ و خم ہوتے ہیں اسی طرح سے ہماری ہستی کا پیچ و خم ہے اور یہی بے ربطی باعث وحشت ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہم ننگ بالیدن ہیں۔

از انجا کہ حسرت کش یار ہیں ہم رقیب تمنائے دیدار ہیں ہم

اس وجہ سے کہ ہم کو یار کی حسرت کشی کی عادت ہے اور سوائے اس کے اور کوئی کام ہی نہیں ہے لہذا ہم تمنائے دیدار کے رقیب اور مخالف ہیں یعنی حضر یار کے خواہاں

ہین یار کے دیدار کی تمنا کے مخالف ہین

رسیدن گل باغ واماندگی ہے — عبث محفل آرائے رفتار ہین ہم

رسیدن یعنی پہونچ جانا۔ واماندگی یعنی پڑ رہنے اور تھک جانے کا دیباچہ ہے۔ ہم بیکار محفل آرائے رفتار ہو رہے ہین اور فضول راہ نوردی مین مصروف ہین یعنی پہونچے تو یہی نتیجہ ہوگا کہ رہ جائین گے اور پڑ رہین گے۔

نفس ہو نہ معزول شعلہ دروون — کہ ضبط تپش سے شرر کار ہین ہم

نفس کو چاہیے کہ برابر شعلہ دروی کرتا رہے اور کبھی شعلہ حاصل کرنے سے معزول نہ ہے کیونکہ ہم ضبط تپش سے شرر کار ہوگئے ہین اور سراپا شرار ہوگئے ہین لہٰذا نفس کیسی قدر شعلہ افشانی کرتا رہے ہم کو کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا ہے۔

تماشائے گلشن تمنائے چیدن — بہار آفرینا گنہ گار ہین ہم

اے بہار پیرائے عالم بیشک ہم تیرے گنہ گار ہین اور یقینی تیرے عاصی ہین کہ تیرے ماسوا ہم کو پھول چننے یا گلشن کے تماشے کی تمنا ہے۔ ہم کو چاہیے تھا کہ تیرے سوا اور کسی کی تمنا نہ رکھتے۔

نہ ذوق گریبان نہ پروائے دامان — نگاہ آشنائے گل و خار ہین ہم

اب نہ گریبان کا ذوق ہے نہ دامن کی پروا ہے۔ ہم گل اور خار کے دیکھنے والے ہین دامن کانٹون مین جذب ہو کر رہ گیا۔ اور گریبان کو پھولون نے بھلادیا۔

اسد شکوہ کفر و دعا ناسپاسی — ہجوم تمنا سے لاچار ہین ہم

اے اسد حالانکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ شکوہ کرنا کفر ہے اور دعا کرنا ناشکری ہے مگر کرین کیا کہ ہجوم تمنا سے ہم لاچار ہین مجبورًا شکوہ بھی کرنا پڑتا ہے اور دعا بھی کرنا پڑتی ہے۔

جس دم کہ جادہ وار ہوا تار نفس تمام　　پیمایش زمین رہ عمر بس تمام

جس وقت کہ جادہ کی طرح تار نفس تمام ہو جاوے تو وہین زمین راہ عمر کی پیمایش تمام ہو جاتی ہے یعنی وہین منزل عمر ختم ہو جاتی ہے -

کیا دے صدا کہ الفت گم گشتگان سے آہ　　ہے سرمہ گردِ رہ بہ گلوے جرس تمام

کیا صدا دے سکتا ہے کہ گم شدہ لوگون کی محبت مین جرس گرد راہ سے سرمہ در گلو ہو رہا ہے -

ڈرتا ہون کوچہ گردی بازار عشق سے　　ہین خار راہ جوہر تیغ عسس تمام

بازار عشق کی کوچہ گردی سے مین ڈرتا ہون کیونکہ میرے لئے خار راہ جوہر تیغ عسس ہین یعنی خار راہ عشق اتنے ہین کہ کوچہ گردی بازار عشق سے مین ڈرتا ہون اور وہ مجھے دشت گردی نہین کرنے دیتے -

اے بال اضطراب کہان تک فسردگی　　یک پرزدن تپش مین ہے کار قفس تمام

اے بال اضطراب یعنی اے اضطراب کے بازو آخر تو افسردہ کہان تک رہے گا عالم تپش مین تڑپ کر جہان تو نے ایک پر مارا بس قفس کا کام تمام ہو جاے گا یعنی اے اضطراب جہان تو نے حالت کرب مین ذرا توجہ کر لی فوراً قفس ٹوٹ کر برابر ہو جائے گا -

گزرا جو آشیان کا تصور بوقت بند　　مژگان چشم دام ہوئے خار و خس تمام

قید ہونے کے وقت جو آشیانے کا خیال بندھا تو چشم دام کی مژگان یعنی حلقہاے دام کے ابھرے ہوئے تاگون نے فوراً خار و خس کی صورت اختیار کر لی اور ایک آشیانہ بن گیا -

کرتے نہ پاے ضعف سے شور جنون اسد　　اک بہار کا یونہی گذرا ہے بس تمام

اے اسد ضعف نے اتنا بے بس اور اتنا عاجز کر دیا کہ ہم ہو حق مستانہ بلا بھی نہ کر سکے اور جنون کے شور سے بھی باز رہے اک بہار کا پورا سال یونہی گزر گیا -

ردیف (ن)

خوش وحشتے کہ عرض جنون فنا کرون ۔ جون گرد راہ جامۂ ہستی قبا کرون

وہ وحشت بڑی اچھی جس کے ذریعہ سے یا جس کی وجہ سے مین اپنے جنون فنا کا اظہار کر سکون اور جیسے کہ گرد راہ نے جامۂ ہستی کو چاک کر دیا ہے اسی طرح سے مین بھی قبائے ہستی کو تار تار کر دون ۔

گر بعد مرگ وحشت دل کا گلا کرون ۔ موج غبار سے پر یک دشت وا کرون

اگر کہین مین مرنے کے بعد اپنی وحشت دل کا گلہ کرنے پر آؤن تو اپنی موج غبار اور اپنے غبار قبر سے ایک دشت کے پر لگا دون یعنی کہین بعد مرگ وحشت کا شکوہ بھی کرون تو تختۂ دشت کو زیر و زبر کر دون اور جنگل کے جنگل کو لے اُڑون ۔

آ اے بہار ناز کہ تیرے خرام سے ۔ دستار گرد شاخ گل نقش پا کرون

محبوب سے خطاب کر کے کہا ہے کہ آ اے بہار ناز خدا کے لئے آ ۔ کہ تیرے آتے ہی مین اپنی دستار کو شاخ گل نقش پا پر فدا کر دون اور اس کی گرد بنا دون یا اسکے اوپر نثار اور اس کی نذر کر دون ۔

خوش افتادگی کہ بہ صحرائے انتظار ۔ جون جادہ گرد رہ سے نگہ سرمہ سا کرون

ہائے وہ افتادگی کتنی اچھی ہے کہ انتظار کے جنگل مین مین جادہ کی مانند پڑا ہون اور اپنی آنکھ مین گرد راہ کا سرمہ لگایا کرون ۔ حاصل یہ ہے کہ انتظار یار مین رہنا کتنا اچھا ہے ۔

صبر اور یہ ادا کہ دل آوے اسیر چاک ۔ درد اور یہ کمین کہ رہ نالہ وا کرون

صبر کا یہ ارادہ ہو کہ دل کو اسیر چاک زخم بنا دون اور وہ اس سے کہین نہ نکلے

اور درد اس گھات مین لگا ہوا ہے کہ مین کسی طرح نالہ کرون اور دل کی بھڑاس نکالون۔

وہ بیدماغ منت اقبال ہون کہ مین   وحشت بہ داغ سایۂ بال ہما کرون

مین اقبال کی احسان مندی اور منت پذیری سے اس قدر بیدماغ ہون کہ اگر سایۂ بازوے ہما کے داغ کو دیکھ بھی لون تو مجھے وحشت پیدا ہو جاے۔ حاصل یہ کہ مین کسی کا احسان سر پر نہین لے سکتا۔

وہ التماس لذت بیداد ہون کہ مین   تیغ ستم کو پشت خم التجا کرون

مین لذت بیداد کے لئے ایک التماس ہون اور وہ التماس ہون کہ میرا جذبہ بیداد اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ مین تیغ ستم کو وہ پشت خم بنا سکتا ہون جو التجا اور عرض مدعا کے لئے خم کی جاتی ہے یعنی تیغ ستم خود میرے روبرو پشت خم التجا بن کر آئے۔

وہ راز نالہ ہون کہ بشرح نگاہ عجز   افشان غبار سرمہ سے فرد صدا کرون

مین اپنے نالہ کا ایک راز ہون اور وہ راز ہون کہ نگاہ عجز کی شرح کے لئے اپنی آواز کی فرد یعنی کاغذ پر غبار سرمہ چھڑک دون گا یعنی راز کی اس قدر محافظت کرون کہ فرد صدا جس کا کام اظہار راز ہے اسپر بھی غبار سرمہ چھڑک کر اس کو سرمہ در گلو کر کے بے اثر بنا دون گا۔

فلک سفلہ بے محابا ہے   اس ستمگر کو انفعال کہان

کمینہ آسمان بالکل بے خوف اور بے محابا ہے ظلم کرتا ہے اور اس ظالم کو کبھی شرمندگی نہین ہوتی اور کبھی اپنے افعال سے نہین شرماتا۔

بوسہ مین وہ مضائقہ نہ کرے   پر مجھے طاقت سوال کہان

اگر مین بوسہ مانگون تو یقین ہے کہ وہ کوئی مضایقہ نہ کرے گا مگر مصیبت یہ ہے کہ

مجھ مین طاقت سوال نہین ہے۔ طاقت سوال نہ ہونے کی بہت سی توجیہین ہو سکتی ہین خواہ بوجہ ہیبت و رعب حسن۔ خواہ بوجہ غیرت عشق وغیرہ کے۔

آنسو کہون کہ آہ سوار ہوا کہون ایسا عنان گسیختہ آیا کہ کیا کہون

اس شعر مین بیان حال معشوق بھی ہو سکتا ہے مگر میرے نزدیک بیان حال اشک زیادہ مناسب ہے اپنے آنسو کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہین کہ اسے آنسو کہون یا ہوا سے آہ کا سوار کہون یعنی ایسا تیز رو تھا گویا کہ ہوا کے گھوڑے پر سوار تھا۔ غرض میرا اشک کچھ اس طرح تیز و تند عنان گسیختہ آیا کہ بس کچھ نہ پوچھو کچھ کہا نہین جاتا

مضمون وصل ہاتھ نہ آیا مگر اسے اب طائر پریدہ رنگ حنا کہون

وصل کا مضمون ہاتھ نہ آیا کہ اس کی کسی سے تشبیہ دے سکون اور بتا سکون کہ وصل کیا چیز ہے البتہ طائر پریدۂ رنگ حنا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا بھی کوئی وجود نہین ہے

طرز آفرین نکتہ سرائی طبع ہے آئینہ خیال کو طوطی نما کہون

میرا آئینہ خیال نکتہ سرائی کی طرزین پیدا کرتا ہے اور میری طبیعت کو نکتہ سرائی کے راستے دکھاتا ہے اب اس کی تشبیہ کس سے دون بہتر یہ ہے کہ آئینہ خیال کو طوطی نما بتاؤن آئینہ اور طوطی مین جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے۔

غالب ہے رتبہ فہم تصور سے کچھ پرے ہے عجز بندگی جو علی کو خدا کہون

اے غالب حضرت علی کا رتبہ تصور کی فہم اور سمجھ پرے ہے اور تصور وہان تک پہونچ ہی نہین سکتا لہذا یہ میرا عجز بندگی شمار کیا جائے گا اگر مین علی کو خدا کہدون گا ان کا رتبہ نہ معلوم کیا ہے۔ خدا اپنی جگہ ہے اور علی اپنی جگہ۔

کسو کو ز خود رستہ کم دیکھتے ہین کہ آہو کو پابند رم دیکھتے ہین

ہم کو دنیا مین کوئی ایسا نہین ملتا کہ جو خودی کی حدود سے گزر کر آزاد ہو گیا ہو۔

آہو کو دیکھئے ہر چند کہ وہ وحشی ہے مگر پھر بھی پابند رم ہے۔ غرضکہ پابندی دور نہین ہو سکتی۔

آئینہ دام کو پردے مین چھپاتا ہی عبث
کہ پریزاد نظر قابل تسخیر نہین

جوہر آئینہ کو دام آئینہ فرض کر کے کہتا ہے کہ آئینہ بیکار دام کو پردے مین چھپائے ہوئے اور بچھائے ہوئے ہے اس کی یہ کوشش سراسر بیکار اور بے سود ہے اس کو واضح رہے کہ نظر وہ پریزاد نہین ہے کہ وہ اس کو دام مین پھانس لے اور تسخیر کرلے وہ اور پریان ہون گی جو مسخر ہو جاتی ہین۔

مثل گل زخم ہی میرا بھی سنان سے توام
تیر ترکش ہی کچھ آبستنی تیر نہین

تیرا خیال یہ ہے کہ میرا ترکش ہی ایک ایسا ہے جو تیرون سے بھرا ہوا ہے اور چونکہ تیر سے توام ہے یہ غلط ہے اور سراسر غلط ہے اس کی اور بھی مثالین ہین پھول کو دیکھو وہ بھی زخمی ہے اور اس کے زخم مین بھی اب تک اسی طرح سنان موجود ہے جیسے کہ تیر سے ترکش مین تیر ہین بلحاظ سرخی و رنگ و چاک پھول زخمی ہے اور شاخ گل سنان ہے اور اسی طرح اب تک میرے زخم مین بھی سنان توام موجود ہے۔

میر کے شعر کا احوال کہون کیا غالب
جس کا دیوان کم از گلشن کشمیر نہین

ریختہ کا وہ ظہوری ہی بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہی جو معتقد میر نہین

اے غالب میر کا حال کیا پوچھتا ہے اس کا حال کیا بتاؤن مجھے اُس کا دیوان گلشن کشمیر معلوم ہوتا ہے یقیناً وہ اردو کے لئے ظہوری ہے جیسا کہ ناسخ کا یہ مقولہ ہے بالکل صحیح ہے کہ ع
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

جائیکہ پائے سیل بلا در میان نہین
دیوانگان کو وان ہوس خانمان نہین

دیوانے اس جگہ آباد ہی نہین ہوتے اور وہان گھر ہی نہین بناتے
جہان سیل کا گذر ہو یعنی اُن کی فطرت مین آزار طلبی کا مادہ بھرا ہوا ہے۔

ہر رنگ گردش آئینہ ایجاد درد ہے اشک سحاب جز بوداع خزان نہین

گردش دہر کے ہر رنگ مین ایجاد درد کے انداز موجود ہین ابر بہار کو دیکھ لے
کہ اس کی اشک افشانی صرف اس لئے ہے کہ خزان رخصت ہو رہی ہے الحاصل
ہر گردش ایجاد درد کا ایک آئینہ ہے۔

جز عجز کیا کرون بہ تمنائے بیخودی طاقت حریف سختی خواب گران نہین

مجھے بیخودی کی تمنا ہے مگر اس کو اختیار نہین کر سکتا اور اس کے لئے سوا ے
اس کے کہ اپنی عاجزی کا اظہار کرون اور کچھ نہین کر سکتا وجہ یہ ہے کہ میری
طاقت اس خواب گران کو برداشت نہین کر سکتی۔ مجبوراً مین عجز کا اظہار
کرتا ہون۔

گل غنچگی مین غرقہ دریائے رنگ ہے اے آگہی فریب تماشا کہان نہین

پھول حالت غنچگی مین دریائے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے اے آگہی فریب
تماشا کس جگہ نہین ہے ہر جگہ یہی حالت ہے۔

ہوئی یہ بیخودی چشم و زبان کو تیرے جلوہ سے کہ طوطی قفل زنگ آلودہ ہے آئینہ خانے مین

آنکھ اور زبان کو تیرے جلوے سے یہ بیخودی ہو گئی ہے کہ طوطی جس کا کام گویائی
ہے وہ آئینہ خانہ مین ایسا بے حس اور بیکار ہو گیا ہے کہ ایک قفل زنگ آلودہ
معلوم ہوتا ہے۔

بحکم عجز ابروے مہ نو حیرت ایما ہے کہ یان گم کر جبین سجدہ فرسا آستانے مین

عاجزی کے حکم سے مہ نو یعنی ہلال اشارے کرتا ہے کہ سجدہ کرنے والی پیشانی

کو اس جگہ آستانے مین گم کر دے - اس شعر مین یان کی بجائے ہان زیادہ مناسب ہے جس سے تاکید پیدا ہو جائے گی اور یان کے واسطے کوئی خاص جگہ نہین بتائی گئی

فزون کی دوستون نے حرص قاتل ذوق کشتن مین
ہوئے ہین بخیہ ہائے زخم جوہر تیغ دشمن مین

میرے دوستون نے میرے قاتل کی حرص قتل کو اور زیادہ کر دیا اور اس کے ذوق قتل کو بڑہا دیا ہے گویا کہ وہ بخیہ[۱] جو انھون نے میرے زخم مین کی تھی وہ دشمن کی تلوار کے واسطے جوہر ہو گئی ہے یعنی دوستون نے بخیہ کی تھی زخم کے سینے کو مگر چونکہ میری بدنصیبی سے وہ قاتل کو بری معلوم ہوئی اس سے اور اس کی حرص قتل بڑھ گئی ہے اور آخر وہی بخیہ اس کی تلوار کا جوہر بنی - تلوار کا جوہر بننے سے مراد یہ کہ اور بھی اس کی تلوار کو میرے اوپر چمکایا -

تماشا کردنی ہے لطف زخم انتظار اے دل
سویدا داغ مرہم مردمک چشم سوزن مین

اے دل انتظار کے زخم کا لطف دیکھنے کے قابل ہے کہ اس کا داغ سویدا اور وہ مرہم جو اس زخم پر رکھا گیا ہے وہ چشم سوزن کے لئے پتلی بن گیا ہے یعنی کسی حالت مین اس سے صورت انتظار محو نہین ہوئی -

پاؤن مین جب وہ حنا باندھتے ہین
میرے ہاتھون کو جدا باندھتے ہین

میرا محبوب صاحب اپنے پاؤن مین مہندی لگاتا ہے تو میرے ہاتھون کو علیحدہ باندھ دیتا ہے - میرے نزدیک اس شعر مین سوا اس کے کہ پاؤن مین حنا باندھتے ہین تو ہاتھ باندھتے ہین ایک تقابل ہے اور کوئی لطف نہین -

تیرے بیمار پہ ہین فریادی
وہ جو کاغذ مین دوا باندھتے ہین

وہ لوگ جو کاغذ مین دوا باندھتے ہین یعنی دوا فروش وہ بھی تیرے بیمار کے لئے رنج و فریاد کرتے ہین - یا یہ کہ معشوقون کو بھی رحم آتا ہے -

قید مین بھی ہے اسیری آزاد
چشم زنجیر کو وا باندھتے ہین

[۱] بخیہ مذکر ٹانکا - سینا آیا ہے

قیدی حالت قید میں بھی آزاد ہے اس واسطے کہ چشم زنجیر کو جب کسی نے باندھا ہے وا یعنی کھلا ہوا باندھا ہے اس لئے اسیری گویا آزادی ہے۔

شیخ جی کعبہ کا جانا معلوم — آپ مسجد میں گدھا باندھتے ہیں

جناب شیخ صاحب خیر آپ کی زیارت کعبہ کا حال تو ہم کو معلوم ہے آپ کہاں کعبہ کہاں مگر آپ کی تشریف آوری کعبہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس قدوم میمنت لزوم کی وجہ سے مسجد کو ایک اصطبل بنا لیا ہے جس میں آپ خود گدھے معلوم ہوتے ہیں یا یہ کہ شیخ صاحب آپ نے مجھے کعبہ جانے کی نسبت ارشاد فرمایا اے سبحان اللہ کیا خوب کہا میں کجا کعبہ۔ یہ تو ایسی بے جوڑ بات ہے کہ گویا آپ نے مسجد میں گدھا باندھ دیا ہے یا یہ کہ خود شیخ صاحب سے کہا ہے کہ آپ کیا کعبہ جائیں گے آپ کہاں کعبہ کہاں۔

کس کا دل زلف سے بھاگا کہ اسد — دست شانہ بہ قفا باندھتے ہیں

اے خدا کون ایسا اسیر تھا کہ جس کا دل زلف یار سے فرار ہو گیا ہے اور اسی سے کہ شانہ نے اس مفروری میں امداد دی تھی کہ اس کے ہاتھ پیٹھ پیچھے باندھے جاتے ہیں شانہ کے دونوں بازوؤں کو اس کے ہاتھ سمجھے۔

ہے نزاکت فصل گل میں بسکہ معمار چمن — قالب گل میں ڈھلی ہے خشت دیوار چمن

چونکہ فصل بہار میں نزاکت چمن کی تعمیر کر رہی ہے اس واسطے دیوار چمن کی ہر خشت قالب گل میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے مطلب یہ کہ نشو و نما سے گل اتنی ہے کہ اسی سے چمن کی دیوار بن گئی ہے لہٰذا ہر پھول ایک خشت دیوار ہے۔

تیری آرائش کا استقبال کرتی ہے بہار — جوہر آئینہ ہے یاں نقش احضار چمن

تیری آرائش کے استقبال کے لئے بہار آمادہ اور تیار ہے تو جو بناؤ سنگھار کرتے وقت آئینہ دیکھتا ہے تو اس آئینہ کے جوہر حاضرات بہار کا نقش بن جاتے ہیں جس سے فوراً بہار موجود ہو جاتی ہے یعنی بناؤ سنگھار کر کے تیرا آئینہ دیکھنا بہار پیدا کر دیتا ہے۔

بسکہ پائی یار کی رنگین ادائی سے شکست
ہے کلاہ ناز گل بر طاق دیوار چمن

چونکہ اُس نے یار کی رنگین ادائی سے شکست پائی ہے اس لئے ناز گل کی کلاہ اتر گئی ہے اور دیوار چمن کے طاق پر رکھی ہوئی ہے۔ نمو سے بہار میں بالیدگی سے پھولوں کا دیوار چمن تک پہونچنا گویا اُن کا اپنے غرور و ناز کی ٹوپی اتار کر رکھدینا ہے جو عجز اور شکست کی دلیل ہے۔ ٹوپی اُترنا یون بھی آبرو اترنے کے معنی مین مستعمل ہوتا ہے۔

وقت ہے گر بلبل مسکین زلیخائی کرے
یوسف گل جلوہ فرما ہے بہ بازار چمن

جیسے کہ حضرت یوسف بازار مصر مین آئے تھے اور زلیخا نے خریداری کی تھی ایسے ہی یہ وہ وقت ہے کہ بلبل کو زلیخا بن جانا چاہیئے اس لئے کہ یوسف گل بازار مین بکنے کے لئے آپہونچا۔

وحشت افزا گریہ ہا موقوف فصل گل اسدؔ
چشم دریا ریز ہے میزاب سرکار چمن

اے اسد ان وحشت افزا نالون کو فصل گل کے لئے موقوف رکھ کیونکہ تیری چشم اشکبار سرکار چمن کی میزاب ہے۔ میزاب پرنالہ کو کہتے ہین جس سے پانی گرتا ہے یعنی بے وقت کا رونا کچھ لطف نہین دیتا۔ میرا ایک شعر ہے ؎

خزان مین چاک گریبان سے فائدہ کیا ہے
مزا بہار کا ہے اک ذرا بہار آئے

جوں مردمک چشم سے ہوں جمع نگاہین
خوابیدہ بہ حیرت کدہ داغ ہیں آہیں

جس طرح کہ پتلی کی وجہ سے نگاہین جمع رہتی ہین یا پتلی مین نگاہین جمع ہوتی ہین اسی طرح میرے حیرت کدہ داغ مین آہین سو رہی ہین۔

پھر حلقہ کاکل مین پڑین دید کی راہین
جون دود فراہم ہوئین روزن مین نگاہین

حلقہ کاکل مین پھر دیدار کی راہین پیدا ہوگئین یعنی دنیا کی نظر پھر اس کے حلقہ کاکل پر پڑ گئی اور یہ حالت ہوگئی کہ جیسے دھوان روزن مین جمع ہوتا ہے اسی طرح نگاہین اس حلقہ مین جمع ہین۔

پایا سر ہر ذرہ جگر گوشۂ وحشت　　ہین داغ سے معمور شقائق کی کلاہین

دنیا مین تفحص اور تجسس سے یہ حال معلوم ہوا کہ ہر ذرہ کا سر سودا سے معمور ہے اور وحشت کا لخت جگر اور نور بصر ہے شقائق کو دیکھئے کہ اس کی کلاہ مین بھی داغ سودا ہے شقائق النعمان لالہ کی ایک قسم ہے جسے نعمان بن منذر نے لگایا تھا اور یہ ایک مشہور بات ہے کہ لالہ کی سیاہی کو داغ لالہ سے تعبیر کرتے ہین جس کی صدہا مثالین موجود ہین۔

کس دل پہ ہے عزم صف مژگان خود آرا　　آئینے کے پایاب سے اتری ہین نگاہین

آخر تیرے مژگان صف آرا اور جنگجو کا کس دل پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ہے کہ نگاہین اب آئینہ سے پایاب ہو رہی ہین۔ پایاب ہونا کسی دریا کے پانی سے گزرنا جس مین کشتی وغیرہ کی احتیاج نہو مطلب یہ ہے کہ تم آئینہ دیکھ رہے ہو آخر یہ پلکین صف آرا ہو کر کس دل کی تباہی کا ارادہ کر رہی ہین۔

دیر و حرم آئینۂ تکرار تمنا　　واماندگی شوق تراشے ہے پناہین

یہ دیر و حرم دونون تکرار تمنا کے آئینے ہین یعنی ان سے حال کھلتا ہے کہ شوق کو پھر تازہ کیا جائے اور پھر تمنا کا اعادہ کیا جائے گویا کہ شوق کی واماندگی پناہین تراش رہی ہے یعنی شوق جب تھک جاتا ہے تو ان مین سے ایک مین واماندہ ہو کر پڑ رہتا اور اسی کو اپنی پناہ بنا لیتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پھر کسی تمنا کا آغاز کیا جائے

یہ مطلع اسد جوہر افسون سخن ہو　　گر عرض تپاک جگر سوختہ چاہین

حیرت کش یک جلوۂ معنی ہین نگاہین　　کھینچون ہون سویدائے دل چشم سے آہین

اے اسد میرا یہ مطلع افسون سخن کے لئے جوہر بن جائے اگر تپش جگر سوختہ کو عرض کرنا چاہین اور وہ یہ ہو کہ میری نگاہین ایک جلوۂ معنی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہین اور میری آنکھ کے دل سویدا سے برابر آہین نکل رہی ہین یا مین سویداے دل چشم سے آہین نکال رہا ہون یعنی جلوۂ معنی نے مجکو اتنا حیرت زدہ کیا ہے کہ میری آنکھ کے دل کے سویدا سے آہین نکل رہی ہین۔ سویداے دل چشم پتلی کو کہا جا سکتا ہے۔

تن بہ بند ہوس در ندادہ رکھتے ہین　　دل ز کار جہان اوفتادہ رکھتے ہین

ہمارے پاس ایسا جسم ہے جو ہوس کے بند مین قید نہین اور ہمارے پاس اس قسم کا دل ہے جو جہان کے کامون سے بالکل جاتا رہا ہے۔

تمیز زشتی و نیکی مین لاکھ باتین ہین　　بہ عکس آئینہ یک فرد سادہ رکھتے ہین

کون نیکی اور بدی اچھائی اور برائی کی تمیز کرے اور کون اس جھنجھٹ مین پڑے جیسے کہ آئینہ نیکی و بدی اچھائی برائی کی تمیز کے پھیر مین پڑا ہے ہم نے وہ عملت نہین رکھی بلکہ برعکس اس کے ایک سادہ فرد ہم رکھتے ہین۔

برنگ سایہ ہمین بندگی مین ہے تسلیم　　کہ داغ دل بہ جبین کشادہ رکھتے ہین

سایہ کی طرح ہم نے بندگی مین تسلیم و رضا کی خو ڈال رکھی ہے اور جیسے کہ سایہ کی جبین کشادہ پر ایک داغ تسلیم ہے اسی طرح ہم بھی دل کے داغ کو اپنی جبین کشادہ پر خوشی کے ساتھ لئے ہوے ہین۔ سایہ کی جبین کشادہ وہ جگہ جہان سایہ پڑے اور وہ زمین ہے جس کی تشبیہ جبین کشادہ سے نہایت ہی موزون اور مناسب ہے یا یہ کہ ہم کشادہ پیشانی کے ساتھ اپنے دل پر داغ رکھتے ہین جیسے کہ سایہ داغ غلامی اپنی جبین پر رکھتا ہے۔ آخری معنی زیادہ مناسب اور اقرب الی الذہن ہین۔

بہ زاہدان رگ گردن ہے رشتۂ زنار　　سر بپائے بت نا نہادہ رکھتے ہین

بندگی بت کر کے زاہدون کو غرور پیدا ہو گیا ہے گویا کہ رشتۂ زنار اُن کے لئے

رگ گردن (غرور) بن گیا ہو لہٰذا ہم اس خوف سے کہ ہم مغرور نہ ہو جائیں ایسا سر رکھتے ہیں کہ کسی بت کے قدم پر اس کو کبھی نہیں رکھا یا یہ کہ زاہد زنار پر مغرور ہیں جو بیسے کسی بت کے قدم پر نہیں رکھا

معاف بیہدہ گوئی ہین ناصحان عزیز — دلے بدست نگارے ندادہ رکھتے ہین

ہم اپنے ناصحان عزیز کی تلخ نوائی کو معاف کرتے ہین کیا کرین وہ غریب معذور و مجبور ہین انھون نے کبھی کسی معشوق سے دل تو لگایا نہین پھر وہ ایسی باتین نکرین تو کیا کرین۔

برنگ سبزہ عزیزان بدزبان یکدست — ہزار تیغ بہ زہرآب دادہ رکھتے ہین

جیسے کہ سبزہ زہرآب مین بجھی ہوئی تلوار لئے ہے ظاہر ہے کہ سبزہ کی پتیان اور گھاس تلوار سے مشابہ ہے اسی طرح ہمارے بدزبان عزیز بھی ہزارون تلوارین ہمارے قتل کے لئے ایسی لئے ہوئے ہین جنھین زہرآب مین بجھایا ہے۔

طاؤس نمط داغ کے گر رنگ نکالون — یک دفتر نامہ نیرنگ نکالون

اگر مین طاؤس کی طرح اپنے داغ دل کے رنگ دکھانے پر آؤن اور بتانا چاہون کہ میرا داغ دل کتنے کتنے رنگون مین رہ چکا ہے تو غالباً یہ نتیجہ نکلے گا کہ نیرنگ یعنی رنگا رنگی کا ایک پورا نسب نامہ دکھانا پڑے گا تب بتا سکون گا کہ کب کب داغ دل کا کیا کیا رنگ رہ چکا ہے۔

نے کوچۂ رسوائی و زنجیر پریشان — اے نالہ مین کس پردے سے آہنگ نکالون

نے (بانسری) ایک کوچۂ رسوائی ہے اور زنجیر ایک پریشان چیز ہے آخر اے نالۂ غم تو ہی بتا کہ مین کون سے پردے سے اپنی آواز نکالون اس مین یہ خرابی ہے اور زنجیر کی جھنکار مین پریشانی ہے۔

یک نشو و نما جا نہین جولان ہوس کو — ہر چند کہ بمقدار دل تنگ نکالون

دنیا مین کہین اتنی بھی جگہ نہین کہ میری ہوس ایک نشو و نما بھی کر سکے ہرچند
اپنے دل تنگ کی مقدار ہی کے موافق مین ہوس نکالون مگر اتنی بھی نہین نکل سکتی

سوداے عشق سے دم سرد کشیدہ ہون ۔ شام خیال زلف سے صبح دمیدہ ہون

مین سوداے عشق کی وجہ ایک دم سرد کشیدہ ہون گویا مین وہ صبح ہون جو
شام خیال زلف یار سے طلوع ہوئی ہے چونکہ شعرا صبح کے طلوع ہونے کو ایک دم
سرد سے تشبیہ دیتے ہین اس لئے کہا ہے کہ چونکہ سوداے عشق سے مین دم سرد
کھینچ رہا ہون اس لئے مین بھی ایک صبح معلوم ہوتا ہون ۔

دوران سر سے گردش ساغر ہے متصل ۔ خمخانۂ جنون مین دماغ رسیدہ ہون

دوران سر کی وجہ سے متواتر اور متصل طور پر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مین دور ساغر
مین شریک ہون اور پیالہ پر پیالہ چڑھاتا جاتا ہون گویا کہ مین جنون کے خمخانہ مین
ایک ایسا دماغ ہون جو نشہ سے سرشار ہے ۔

ظاہر ہین میری شکل سے افسوس کے نشان ۔ جون شانہ پشت دست بدندان گزیدہ ہون

افسوس کے نشان میری صورت اور شکل سے ظاہر ہو رہے ہین ۔ گویا مین شانہ
کی مانند ہون جو پشت دست کو اپنے دانتون سے چباے ڈالتا ہے ۔

ہون گرمی نشاط تصور سے نغمہ سنج ۔ مین عندلیب گلشن نا آفریدہ ہون

مین اپنے تصور کی خوشی کی گرمی سے نغمہ سنجی کر رہا ہون گویا کہ وہ بلبل ہون
جسکے لئے گلشن ہنوز پیدا بھی نہین کیا گیا مگر وہ خوش اور مسرور ہے ۔

دیتا ہون کشتگان کو سخن سے سر تپش ۔ مضراب تار ہاے گلوے بریدہ ہون

مین مرنے والون کو اپنی شیرین کلامی سے درس تپش دیتا ہون یعنی تڑپاتا ہون
گویا کہ مین مضراب ہون اور گلو بریدہ لوگون کے تار ون پر روان ہوتا ہون آگے

گویا مرنے والون کے تڑپانے کا باعث ہون۔

ہے جنبش زبان دہن سخت ناگوار خونابہ ہلاہل حسرت چشیدہ ہون

مجھے اپنے دہن مین اپنی زبان کی جنبش سخت ناگوار اور بری معلوم ہوتی ہے اور مین اس سے غایت درجہ تلخی اور ناگواری کا احساس کرتا ہون اس واسطے کہ مین زہر حسرت پی چکا ہون۔

چون بوے گل ہون گرچہ گرانبار مشت زر لیکن اسد بوقت گزشتن جریدہ ہون

اگرچہ بوے گل کی طرح میرے ہاتھ یا میری مٹھی مین بھی زر ہے زرگل یا زرور دوہ زرد پتیان جو پھول کے بیچ مین ہوتی ہین جنھین زیرہ گل بھی کہا جاتا ہے مگر جیسے کہ بو جب رخصت ہوتی اور جاتی ہے تو تنہا جاتی ہو اور کچھ نہین لے جاتی اسی طرح جاتے وقت مین بھی یکہ و تنہا ہون اور کسی چیز یا کسی آدمی کو ساتھ نہ لے جاؤن گا۔

خون درجگر نہفتہ بہ زردی رسیدہ ہون خود آشیان طائر رنگ پریدہ ہون

مین خون جگر مین چھپائے ہوے ہون اور زرد ہو رہا ہون گویا اس طائر رنگ کا نشیمن ہون جو پرواز کر چکا ہو۔

ہے دست زد بہ سیر جہان بستن نظر پاے ہوس بہ دامن مژگان کشیدہ ہون

آنکھ بند کر لینا سیر جہان پر دست رد یعنی دست واپسی پھیر دینا ہے یعنی سیر جہان کو نامنظور کرنا ہے اسی لئے مین آنکھ بند کر کے پاے ہوس کو دامن مژگان مین لپیٹے کر بیٹھ چکا ہون یعنی سیر جہان سے قطع نظر کر کے آنکھین بند حیرت زدہ بیٹھا ہون۔

مین چشم واکشادہ و گلشن نظر فریب لیکن عبث کہ شبنم خورشید دیدہ ہون

میری آنکھین کھلی ہوئی ہین اور گلشن جاذب توجہ اور جاذب نظر ہو مگر یہ سب میرے لیے بیکار ہو کیونکہ مین اس شبنم کی مانند ہون جس کو آفتاب کی کشش جذب کر رہی ہو

حاصل یہ ہے کہ باغ جہان کیسا ہی اچھا اور خوشگوار سہی مگر کیا کیا جاے کہ مین تو کسی اور ہی طرف کھنچ رہا ہون -

تسلیم سے یہ نالہ موزون ہوا حصول اے بے خبر مین نغمہ چنگ خمیدہ ہون

مین جب حکم یار کے ہر بات پر سر تسلیم خم کرتا رہا - اس وقت مجھے یہ نغمہ موزون جو تو سن رہا ہے حاصل ہوا ہے اے بے خبر تجھے معلوم بھی ہے مین وہ نغمہ ہون جو چنگ خمیدہ سے نکلا ہون تسلیم کو چنگ خمیدہ سے استعارہ کیا ہے - اس استعارہ بلیغ نے شعر کو نہایت ہی بلند کر دیا ہے -

پیدا نہین ہے اصل تگ و تاز جستجو مانند موج آب زبان بریدہ ہون

یہ معلوم نہین کہ میری تگ و تاز اور دوڑ دھوپ کا اصل منشا اور مقصد کیا ہے میری حالت موج دریا کی سی ہو کہ جیسے وہ دوڑ رہی ہے اور ابتک جستجو مین ہو مگر وہ ایک زبان بریدہ کی مانند ہے اس کی منزل اور مقصد کا کسی پر اظہار نہین ہو سکتا - بالکل اسی طرح مین بھی ایک زبان بریدہ ہون میرا حال بھی کسی پر نہین کھلتا -

سر پر مرے وبال ہزار آرزو رہا یارب مین کس غریب کا بخت رمیدہ ہون

ہزارون حسرتون اور ہزارون تمناؤن کا وبال میری گردن پر ہے اے میرے خدا آخر مین کس غریب کا بخت رمیدہ ہون کہ اس قدر حسرتون کا میرے سر پر وبال لدا ہوا ہے ظاہر ہے کہ غریب کے بخت رمیدہ کے سر پر بھی ہزارون حسرتون کا ہجوم اور وبال ہو گا -

مین بے ہنر کہ جوہر آئینہ تھا عبث پاے نگاہ خلق مین خار خلیدہ ہون

مین بے ہنر جو ہر آئینہ کی مانند تھا مگر اس کو لوگون نے سمجھا نہین اور آج مین دنیا کے پاے نگاہ مین ایک کانٹا معلوم ہو رہا ہون -

میرا نیاز عجز ہے مفت بتان اسد یعنی کہ بندۂ بہ درم ناخریدہ ہون

میرا عجز دنیا زیتون کے لئے صفت ہے یعنی بغیر کسی غرض و مطلب کے ان کے لئے میرا عجز ہے گویا کہ مین درم ناخریدہ غلام ہون -

وحشت گاہ امکان اتفاق چشم مشکل ہے   مہ و خورشید باہم ساز یک خواب پریشان ہے

دنیا ایک وحشت گاہ ہے یہان دو آنکھون کا ملنا ناممکن ہے اب رہا یہ کہ تو یہ اعتراض کرے گا کہ جب یہ بات ہے تو مہ و خورشید باہم کیون آنکھین ملا رہے ہین یا یہ دو آنکھین کیون مل رہی ہین سو اس دہوکہ مین نہ آنا - یہ دونون آنکھون کا ملنا ایک خواب پریشان کا سامان ہے -

نہ انشا معنی مضمون نہ املا صورت موزون   عنایت نامہا اہل دنیا ہرزہ عنوان ہین

اہل دنیا کے عنایت نامون کا کیا حال پوچھتا ہے سب کے عنوان بیہودہ - لغو - اور فضول ہین نہ انشا درست نہ املا درست - نہ معنی موزون - نہ حرف صحیح -

طلسم آفرینش حلقہ یک بزم ماتم ہے   زمانے کے شب یلدا سے موئے سر پریشان ہین

طلسم آفرینش یعنی مخلوق ایک حلقہ بزم ماتم ہے اور یہ جو تاریک راتین تو دیکھتا ہے یہ راتین نہین ہین بلکہ دراصل زمانے کے وہ پریشان بال ہین جو ماتم مین پریشان کئے جاتے ہین یعنی زمانے نے موئے سر پریشان کر لئے ہین صرف اس لئے کہ حلقہ ماتم اپنے پورے کمال کے ساتھ جاری رہے -

یہ کس ناہید کی تمثال کا ہے جلوہ سیمابی   کہ مثل ذرہ ہا خاک آئینے پرافشان ہین

یہ کس ناہید طلعت کی تصویر کا جلوہ سیمابی ہے یعنی پارے کی خاصیت رکھتا ہے کہ خاک کے ذرون کی مانند آئینے اڑنے کی کوشش مین مصروف ہین یعنی کس برق وش کی تصویر کا جلوہ سیمابی آئینہ کو مائل پرواز کر رہا ہے - ایک ایسا ہی شعر ہے ؎

ہوئے اس مہروش کے جلوہ تمثال کے آگے
پرافشان جوہر آئینہ مین مثل ذرہ روزن مین   غالب

نگر آتش بہار اکو کب اقبال چمکا دے — وگرنہ مثل خار خشک مردود گلستان ہین

شائد آگ یہ احسان کرسکے کہ ہمارے اقبال کے ستارے کو چمکا دے ورنہ ہم سوکھے ہوے کانٹون کی مانند گلستان کے مردود ہین یعنی گلستان نے ہم کو رد کردیا ہے اس مضمون کو مرزا نے ادنی تغیر کے ساتھ کئی جگہ کہا ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہین ؎

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا — فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر

جلوہ در طالع خاشاک من افتادز بون
غالب
شد غلط جادہ گلخن بگلستان رفتم

اسد بزم تماشا مین تغافل پردہ داری ہے — اگر ڈہانپے تو آنکھین ڈہانپ ہم تصویر عریان ہین

اے اسد بزم تماشا مین تغافل پردہ داری کا کام دیتا ہے اگر تجکو پردہ کرنا منظور ہے تو اور سب پردون کو چھوڑ اور آنکھین ڈہانپ کیونکہ ہم تصویر عریان کی مانند ہین یہی پردہ داری زیادہ موزون ہو۔

مرگ شیرین ہوگئی تھی کوہکن کی فکر مین — تہا حریر سنگ سے قطع کفن کی فکر مین

کوہکن کی موت فکر مین نہایت خوشگوار اور شیرین بن گئی تھی وہ جو پتھر کاٹ رہا تھا تو گویا کہ وہ حریر تھا جس سے وہ اپنے کفن کے قطع کرنے کی فکر کر رہا تھا۔ یعنی اس کو قطع سنگ قطع حریر معلوم ہوتا تھا۔

فرصت یک چشم حیرت شبنم آغوش ہے — ہون سپند آسا وداع انجمن کی فکر مین

ایک چشم حیرت کا وا کرنا اور ایک چشم حیرت کے کھولنے کی فرصت اور وقفہ گویا بہت زیادہ شوق اور جوش مین آغوش کا وا کرنا ہے میری صورت بالکل دانہ سپند کی سی ہے کہ جب اس کو آگ پر ڈالتے ہین تو وہ چٹکتا ہے تو پھٹنے اور شق ہونے سے حالت برشتگی مین گویا کہ ایک چشم حیرت کھولتا ہے اور یہی چشم حیرت کھولنا اس کے لئے آغوش وداع بن جاتا ہے یعنی اسی کے بعد وہ جل جاتا ہے اور

پوری انجمن سے رخصت ہو جاتا ہے۔

وہ غریبِ وحشت آبادِ تسلی ہون جسے　　کوچہ دیتا ہے زخمِ دل صبحِ وطن کی فکر مین

مین وحشت آباد تسلی کا ایک مسافر رہنوردہ ہون اور اس قدر واجب الرحم اور بیکس ہون کہ زخم دل بھی اپنی کشادگی اور تفرق کی وجہ سے میرے لئے راہ بنا رہا ہے اور کوچہ تیار کر رہا ہے تاکہ مین اپنے وطن مین پہونچ سکون۔ زخم کا کوچہ تیار کرنا نہایت بدیع اور بے مثل خیال ہے۔

سایۂ گل داغ و جوشِ نکہتِ گل موجِ درد　　رنگ کی گرمی ہے تاراجِ چمن کی فکر مین

سایۂ گل ایک داغ ہے اور جوش نکہت گل ایک موج درد ہے گویا کہ رنگ چمن کی گرم بازاری تاراج چمن کی فکر مین ہے۔

اے نواساز تماشا سر بکف جلتا ہون مین　　اک طرف جلتا ہے دل اور اک طرف جلتا ہون مین

اے نواساز تماشا یعنی اے فراہم کنندۂ اسباب تماشا مین سر بکف ہو کر جل رہا ہون ایک طرف میرا دل جلا جاتا ہے اور ایک طرف مین جل رہا ہون۔

شمع ہون لیکن بہ پا در رفتہ خارِ جستجو　　مدعا گم کردہ ہر سو ہر طرف جلتا ہون مین

مین شمع ہون لیکن وہ شمع کہ جستجو کرتے کرتے اس کے پاؤن مین کانٹے چبھ گئے ہین اب مین مدعا گم کردہ ہو کر ہر طرف جل رہا ہون اور آوارہ پھر رہا ہون یعنی مین شمع ہون لیکن صرف شمع جستجو بن گیا ہون اور اپنے مدعا کو گم کر بیٹھا ہون۔

ہے سراسر دستِ افسوسِ آتش انگیزِ تپش　　بے تکلف آپ پیدا کر کے تف جلتا ہون مین

دست افسوس کا ملنا تپش کی آگ کو بھڑکاتا ہے مین بے تکلف آپ مین تف پیدا کر کے جلتا ہون

ہے تماشا گاہ سوزِ تازہ ہر یک عضوِ تن　　جون چراغانِ دوالی صف بصف جلتا ہون مین

میرا ہر عضو بدن ایک سوز تازہ کا تماشا گاہ بنا ہے اور ہر ایک چراغان دوالی کی طرح صف بصف جل رہا ہے اسی واسطے ایک صورت تماشا گاہ بنا ہوا ہے۔

شمع ہون تو بزم مین جا پاؤن غالب کیطرح — بے محل اے مجلس آرائے نجف جلتا ہون مین

اگر مین شمع ہون تو غالب کی مانند بزم مین پہونچون مگر اے مجلس آرائے نجف (مراد حضرت علی سے) مین بے محل جل رہا ہون۔ صائب کہتا ہے ؎

سوختیم و سوزش ما بر کسے پیدا نشد
چون چراغان شب مہتاب بیجا سوختیم

فتادگی مین قدم استوار رکھتے ہین — برنگ جادہ سر کوے یار رکھتے ہین

افتادگی مین ہمارا قدم نہایت مضبوط اور استوار ہے اور جادہ کی مانند کوے یار کا ارادہ ہے یعنی جیسے کہ جادہ عاجزانہ خاک پر پڑا ہوا ہے مگر کوے یار تک پہونچنے کا ارادہ کر رہا ہے یا پہونچا ہے اسی طرح سے ہم بھی جادہ کی مانند کوے یار کا ارادہ رکھتے ہین اور افتادگی پر استوار ہین۔

برہنہ مستی صبح بہار رکھتے ہین — جنون حسرت یک جامہ وار رکھتے ہین

جس طرح کہ بہار حالت برہنگی مین مست نظر آتی ہے۔ جیسے کہ فصل گل نشے مین چور ہو کر دنیا کے سامنے ہے بالکل اسی طرح ہم ایک حسرت جامہ وار مین مجنون ہین جامہ وار سے مراد یا یہ ہو کہ ایک سراپا بہار کی حسرت ہے یا گل داغ جنون کی تمنا ہے۔ جامہ وار ایک منقش اور رنگین کپڑا ہوتا ہے جو بہار سے اشبہ ہے۔ اسی واسطے اپنی برہنگی جنون کو برہنہ مستی بہار سے تشبیہ دی بہار کی برہنہ مستی یہی ہے کہ اس جوش نشو و نما مین مست ہو کر اہل جہان کے سامنے جلوہ گر ہے۔

مطلب یہ ہو کہ ہمارے اندر صبح بہار کی برہنہ مستی ہے اور ایک جامہ وار کی حسرت کے مجنون ہین جیسے کہ صبح بہار برہنہ تھی اور ایک گل بوٹے کی چادر کی احتیاج تھی اسی طرح ہماری برہنگی و عریانی ایک جامہ وار کی تلاش مین ہو۔

طلسمِ مستیِ دل آں سوے ہجومِ سرشک — ہم ایک میکدہ دریا کے پار رکھتے ہیں

ہمارے ہجومِ سرشک کے ماورا ہمارے دل کی مستی کا ایک طلسم بنا ہوا ہے۔ یعنی ہجومِ اشک تو ایک ظاہری چیز ہے اس سے گزر کر جو ایک عالم ہے وہاں ہمارے دل کی مستی ظاہر ہوتی ہے جو گویا ایک طلسم ہے اس کی بالکل ایسی تشبیہ ہے جیسے دریا کے پار کوئی شراب خانہ ہوتا ہے اسی طرح ہمارے یہاں ماورائے ہجومِ اشک مستیِ دل کا طلسم ہے۔

ہمیں حریرِ شرر بافِ سنگ خلعت ہے — یہ ایک پیرہن زرنگار رکھتے ہیں

ہم مجنون ہیں اور وہ چنگاریاں برساتے ہوئے پتھر جو ہم پر پھینکے جاتے ہیں گویا کہ ہمارے واسطے خلعت ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک پیرہن زرنگار پہنے ہوئے ہیں۔ سنگ گویا ہمارے لئے حریر ہے جو شرر سے بنا ہے اور اس حریرِ شرر باف کے ہمارے واسطے ایک سنہرا پیرہن تیار ہو گیا ہے۔

نگاہِ دیدۂ نقشِ قدم ہے جادۂ راہ — گزشتگاں اثرِ انتظار رکھتے ہیں

جادۂ راہ ایک نگاہ ہے دیدۂ نقشِ قدم جس سے معلوم ہوتا ہے گزرے ہوئے اور رہنوردانِ راہِ عدم جن کا یہ نقشِ پا ہے ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ جادۂ راہ کی نگاہ سے تشبیہ دی ہے وجہ تشبیہ درازی رسائی وغیرہ ہو سکتی ہے نقشِ قدم کو ایک آنکھ فرض کیا ہے کہ جس کی نگاہ جادہ ہے۔ اس سے گزشتگان کا اثرِ انتظار ثابت ہوا۔

ہوا ہے گریۂ بیباک ضبط سے تسبیح — ہزار دانہ ہم ایک عقدہ دار رکھتے ہیں

ہمارا وہ گریہ جو نہایت بیباک تھا یعنی جس کو کوئی خوف اور خیال ہی نہ تھا ہمارے ضبط کی وجہ سے تسبیح ہو گیا ہے تسبیح کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قطرہائے اشک کو ضبط کیا ہے جو دانوں کی صورت ہو گئے ہیں اور تسبیح دانوں ہی سے تیار ہوتی ہے اور تسبیح ہزار دانوں کی بنی ہوتی ہے لہذا معلوم ہوا کہ ہم ایک عقدہ دار ہزار

دلون پر رکھتے ہین۔

بساط ہیچ کسی مین بہ رنگ ریگ روان　　ہزار دل بوداع قرار رکھتے ہین

ہم بساط ہیچ میرزی اور ہیچ کسی مین ریگ روان یعنی اس ریگ کی مانند جو ہر وقت اڑتا یا چلتا رہتا ہے ہزار دل ایسے رکھتے ہین جو قرار و صبر کو ہر وقت وداع کرتے رہتے ہین۔ یعنی ہم ریگ روان ہین۔ اور یہ روانی اور اضطرار جو ہم مین ہے یہ ہمارا وداع قرار ہے۔

جنون فرقت یاران رفتہ ہی غالب　　بسان دشت دل پر غبار رکھتے ہین

اے غالب ہم کو یاران رفتہ کی فرقت نے مجنون اور دیوانہ بنا دیا ہے اور ہمارا دل اس جنگل کی مانند ہو جس مین غبار ہو۔ بالکل اسی طرح ہمارے دل مین بھی غبار رنج والم بھرا ہوا ہے۔

چمن نا محرم آگاہی دیدار خوبان ہے　　سحر گلہائے نرگس چند چشم کور ملتے ہین

چمن دیدار خوبان کی آگاہی سے نامحرم ہو یعنی اس نے حسینون کا دیدار دیکھا ہی نہین ہے۔ صبح کے وقت نرگس کے پھول چند اندھی آنکھین ملا کرتے ہین اور یہی دلیل چمن کے نامحرم دیدار خوبان ہونے کی ہے۔

کیا جوہر سے عکس خط بتان وقت خود آرائی　　دل آئینہ زیر پائے خیل مور سے ملتے ہین

کیا عکس خط اور جوہر کے جھگڑے مین پڑا ہوا ہے اور کیون یہ سمجھ رہا ہے کہ آئینہ مین عکس خط پڑتا ہے۔ بات دراصل یہ نہین ہو بلکہ یہ ظالم معشوق آئینہ کے دل کو خیل مور جیسے پامال کراتے ہین۔ یعنی جب معشوق آئینہ دیکھتے ہین اور انکے خط کا عکس آئینہ مین پڑتا ہے تو گویا جوہر پڑتے ہین وہ خط جو خیل مور سے مشابہ ہو جوہر یعنی دل آئینہ کو پامال کرتا ہو۔ حاصل یہ کہ معشوق کسی حال مین ظلم سے غافل نہین ہوتے ان کی ظاہری حالت کچھ اور ہوتی ہو اور دل مین کچھ اور بات ہوتی ہو۔

تماشائے بہار آئینہ پرواز تسکین ہے کف گلبرگ سے پائے دل رنجور ملتے ہین

بہار کا نظارہ ایک آئینہ ہے جس مین تسکین کی پرواز یعنی تسکین کے اڑ جانے کی صورت نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ تماشائے بہار کے وقت پھولون کی پتیان حرکت کرتی اور ہلتی نظر آتی ہین اسی سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ کف گلبرگ نہین ہین بلکہ رنجورون کے پاؤن ہین جنھین وہ مل رہے ہین یعنی ایڑیان رگڑ رہے ہین کہ انکی تسکین پرواز کر گئی ہے۔

اسد حسرت کش یکداغ مشک آلودہ ہے یارب لباس شمع پر عطر شب دیجور ملتے ہین

اے میرے خدا ایک بیچارہ اسد ہی کہ ایک داغ مشک آلود کی تمنا کر رہا ہو اور میسر نہین حالانکہ شمع کے اوپر ہمیشہ عطر شب دیجور ملا جاتا ہے یعنی شمع کے لئے رات بھی لازمی ہو پھر میرا دل جو مثل شمع کے ہے اس کو ایک داغ مشک آلود سے ابتک خلاف قانون فطرت کیون محروم رکھا ہو۔ داغ کو شمع سے اور مشک کو بوجہ سیاہی کے شب سے تشبیہ دی ہو مگر شب دیجور کو عطر ٹھہرانے کی وجہ میرے خیال مین نہین آتی مطلب یہ ہو کہ مین بھی ایک داغ سیاہ چاہتا ہون جو سرمایہ فخر عشق ہو۔

ہوئی ہین آب شرم کوشش بیجا سے تدبیرین عرق ریز تپش ہین موج کی مانند زنجیرین

کوشش بیجا کی شرم سے وہ تدبیرین جو میرے حق مین یا ایک دیوانہ کے حق مین کی گئی تہین پانی ہو گئی ہین یعنی جو زنجیرین کہ دیوانہ کو پہنائی گئی تھین انکو تپش سے عرق آرہا ہو اور اسی عرق خجالت کی وجہ سے زنجیرین موج دریا معلوم ہوتی ہین زنجیر کی تشبیہ موج سے نہایت ہی مشہور مگر لطیف ہو۔

درشتی تامل پنبۂ گوش حریفان ہے وگرنہ خواب کی مضمر ہین افسانے مین تعبیرین

تامل اور غور و فکر کی درشتی حریفون کے لئے پنبہ گوش بن گئی ہے یعنی انکی فکر نے ان کو اصل مقصود تک پہونچنے سے محروم رکھا ہے وگرنہ افسانے مین خواب

کی تعبیریں بھی مضمر ہیں اور کوئی غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے ہر آغاز میں انجام اور ہر انجام میں آل کار کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں۔

اسد طرز عروج اضطراب دل کو کیا کہیے　　سمجھتا ہوں تپش کو الفت قاتل کی تاثیریں

اے اسد اضطراب دل کے طرز عروج کو میں کیا کہوں۔ اب حالت یہ ہے کہ میں اپنی تپش دل کو بھی الفت قاتل کی تاثیریں سمجھتا ہوں اور یہی دل کا عروج اضطراب ہے

پیدا شی حیلہ جو ہے ترک تنہائی نہیں　　ورنہ کیا موج نفس زنجیر رسوائی نہیں

اصل یہ ہے کہ ہم اپنی بد ذاتی کی وجہ سے ترک تنہائی کا کوئی حیلہ نہیں ڈھونڈھتے اور تنہائی کو برا سمجھنے کی کچھ دلیلیں قائم نہیں کرتے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تنہائی بھی کوئی بڑی عمدہ چیز نہیں ہے اور اگر سچ بھی تو تنہائی میسر کہاں ہے کیونکہ کہیں بھی جائیں اور کیسی ہی تنہائی اختیار کریں پھر بھی آمد و رفت نفس سے چھٹکارا نہیں ہے اور یہ نفس کی آمد و شد کی موج ایک زنجیر رسوائی ہے۔ اور جب یہ رسوائی ہے تو پھر تنہائی کہاں۔

وحشی خو کردہ نظارہ ہے حیرت جسے　　حلقۂ زنجیر جز چشم تماشائی نہیں

میری حیرت ایک وحشی ہے مگر ایسی وحشی ہے جسے نظارہ کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ چونکہ وحشی کو زنجیر میں رکھا جاتا ہے اس لئے اس کے لئے بھی زنجیر کی ضرورت ہے مگر اس کی زنجیر کا ہر حلقہ اس کے واسطے چشم تماشائی کا کام دیتا ہے اور اس کا سبب وہی اس کی خو کردگی نظارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری حیرت کا عالم بھی نظارۂ جمال محبوب سے خالی نہیں ہے۔

قطرہ کو جوش عرق کرتا ہے دریا دستگاہ　　جز حیا ہر کار سعی بے سر و پائی نہیں

جوش عرق شرم قطرہ کو دریا دستگاہ بنا دیتا ہے۔ یعنی جوش شرم سے قطرہ بڑھ کر دریا کی برابر مقدرت رکھنے والا ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ بے سر و پائی نہیں

جو سعی کی جاتی ہے اس کے لئے حیا پرکار ہے کہ اس کو معمولی جگہ سے بلند جگہ تک پہونچا دیتی ہے اور جوش شرم کچھ سے کچھ کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بے سروپائی مین کوئی سعی نہین ہو سکتی جیسے کہ قطرہ بے سروپا ہے مگر اس کا عرق انفعال اس کو دریا دستگاہ کرتا ہے اسی طرح حیا سعی کے لئے پرکار ہو جاتی ہے۔

چشم نرگس مین نمک بھرتی ہے شبنم سے بہار　　　فرصت نشو و نما ساز شکیبائی نہین

یہ نہ سمجھو کہ نشو و نما کی فرصت اسباب صبر و شکیبائی مہیا کرتی ہے۔ یہ سراسر غلط ہے۔ نرگس کو دیکھو کہ نشو و نما پا کر وہ آنکھ پیدا کرتی ہے مگر اسی آنکھ مین بہار شبنم کا نمک بھرتی ہے مطلب یہ کہ نشو و نما سے ہستی قابل فخر و امتیاز نہین ہے۔

کس کو دون یارب حساب سوزناکیہا ے دل　　　آمد و رفت نفس جز شعلہ پیمائی نہین

اے میرے خدا مین اپنے دل کی تپش اور سوزناکی کا کس کو حساب دون بڑی مصیبت مین ہون حالت یہ ہے کہ اب میرے نفس کی آمد و رفت بھی شعلہ پیمائی سے کم نہین ہے۔ پھر ایسا کون ہے کہ مین اس کو اپنے سوز دل کا حساب سمجھاؤن۔

مت رکھ اے انجام غافل زہ ہستی پہ غرور　　　مور کے پرہن سرو برگ خود آرائی نہین

اے انجام سے غافل کیا دنیا کے ساز و سامان پر اتراتا ہے یہ سمجھ لے کہ یہ تیرا تمام ساز و سامان خود آرائی چیونٹی کے پر ہین اور یہ ظاہر ہے کہ چیونٹی کے جب پر نکلتے ہین تو اس کی موت کا زمانہ قریب آ جاتا ہے۔ اسی طرح تیرا ساز و سامان تجھے موت سے قریب کر رہا ہے۔

ظاہرا سر پنجۂ افتادگان گیرا نہین　　　ورنہ کیا دامان کی حسرت نقش پا نہین

معلوم یہ ہوتا ہے کہ عاجزون کے پنجہ مین گیرائی کی طاقت ہی نہین ہے ورنہ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ نقش پا کو کسی دامن کے تھامنے کی حسرت نہین ہے اگر وہ اپنے پنجہ مین طاقت گیرائی دیکھے تو دامن تھام لے۔

آنکھیں پتھرائی ہیں نا محسوس ہے تارِ نگاہ　　　ہے زمیں از بسکہ سنگیں جادہ بھی پیدا نہیں

چونکہ آنکھیں پتھرا گئی ہیں لہٰذا اب تارِ نگاہ کا احساس بھی باقی نہیں رہا اسکی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ کسی سنگین زمین کے اوپر جادہ کے نشانات نمودار نہیں ہوتے ہیں پھر جب آنکھیں پتھرا گئیں تو ان میں تارِ نگاہ کیونکر ظاہر ہو۔ یہ بمنزلہ زمین سنگین ہیں اور تارِ نگاہ بمنزلہ جادہ کے۔

ہو چکے ہم جادہ ساں سو بار قطع و تا ہنوز　　　زینتِ یک پیرہن چوں دامنِ صحرا نہیں

جادہ کو جیسے لوگ قطع کرتے ہیں (جادہ قطع کرنا راہ طے کرنا) اسی طرح ہم کو سو بار قطع کیا ہو (قطع کرنے سے مراد یا ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے یا پامال کرنا) مگر افسوس ہے کہ آج تک ہم کسی پیرہن کے کام نہ آئے اور اسی طرح بیکار رہے جیسے کہ دامنِ صحرا بیکار رہتا ہے اور کسی پیرہن کی زینت نہیں ہوتا۔

ہو سکی ہے پردہ جوشیدنِ خونِ جگر　　　اشک بعد ضبط اغیار از پینہ مینا نہیں

وہ آنسو جو ضبط کے بعد ہماری آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں وہ جوشش خون جگر کے لئے پردہ ہیں اور اُن کو روکے ہوئے ہیں یعنی اگر وہ اشک نہوں جو ضبط کے بعد نکلتے ہیں تو ہم خون روئیں۔ ان آنسوؤں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پنبہ مینا ہوتا ہے کہ اس کے ہونے کی وجہ سے شراب شیشہ سے نہیں نکل سکتی ورنہ اگر وہ نہو تو شراب سُرخ نکلے۔

ہو سکے کب کلفتِ دل مانعِ جوشِ سرشک　　　گردِ ساحل سنگِ راہِ جوششِ دریا نہیں

کلفتِ دل طوفانِ اشک کو کب روک سکتی ہے۔ کلفت بمنزلہ گردِ ساحل ہے اور جوشِ سرشک بمقابل جوشش دریا کے جیسے جوشش دریا کو گردِ ساحل نہیں روک سکتی اسی طرح ہمارے دل کی کلفت بھی اس اشک طوفان کو نہیں روک سکتی ہے۔

ہے طلسم دہر مین صد حشر پاداش عمل — آگہی غافل کہ یک امروز بے فردا نہین

دنیا ایک طلسم ہی جہان پاداش عمل کے سیکڑون حشر برپا ہوا کرتے ہین اے غافل ذرا ہوشیار رہو اور سمجھ لے کہ دنیا مین کوئی امروز بغیر فردا کے ممکن نہین ہے یعنی عمل کے ساتھ ہی عمل کا بدلہ ملتا ہے۔ نواب سراج الدین احمد خان سائل کا ایک شعر ہے کیا خوب کہا ہی ؎

عمل شاہد ہی شرم و انفعال بادہ نوشی پر
ادہر بوتل ہوئی خالی ادہر بوتل کا چور اتہا

بسمل اس تیغ دو دستی کا نہین بچتا اسد — عافیت بیزار شغل کعبتین اچھا نہین

مرزا کو اوائل شباب مین کعبتین وغیرہ کا شوق تہا۔ چنانچہ ایک مرتبہ انھین علتون کی وجہ سے ایک کوتوال نے ان کو قید کرادیا تھا۔ اسی شغل کی نسبت اس شعر مین اشارہ کیا ہے۔ کعبتین کے کھیل کو تیغ دو دستی کہنا بہت لطف رکھتا ہے۔

ضبط سے مطلب بجز وارستگی دیگر نہین — دامن تمثال آب آئینہ سے تر نہین

ضبط کرنے سے آزادی کے سوا اور کوئی مطلب نہین ہے جیسے کہ تصویر کا دامن آئینہ کے پانی سے کبھی تر نہین ہوتا۔ اسی طرح ضابط لوگ سوائے وارستگی کے اور کوئی مطلب نہین رکھتے۔

ہی وطن سے باہر اہل دل کی قدر و منزلت — عزلت آباد صدف مین قیمت گوہر نہین

اہل دل کی قدر و منزلت ہمیشہ وطن سے باہر ہوتی ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ موتی جب صدف کے گوشہ مین رہتا ہے اس کو کوئی دیکھتا ہے نہ اسکی قدر و منزلت ہوتی ہے

اہل جوہر کو وطن مین رہنے دیتا گر فلک — لعل کیون آتا یہان کان بدخشان چھوڑ کر

باعث ایذا ہی برہم خوردن بزم سرور — لخت لخت شیشۂ بشکستہ جز نشتر نہین

بزم سرور کا برہم ہونا باعث ایذا ہے - جو شیشے کہ شراب کے پینے کے بعد توڑ دیے جاتے ہیں ان کا چورا نشتر معلوم ہوتا ہے اور نشتر ہی کی برابر تکلیف دہ ہوتا ہے -

واں سیاہی مردمک ہے اور یہاں داغ شراب مہ حریف نازش ہم چشمی ساغر نہیں

چاند کی سیاہی اس کی مردمک یعنی آنکھ کی پتلی ہے اور پیالے کی آنکھ کی پتلی اس کا داغ شراب ہے اس لیے چاند ساغر کی ہم چشمی کا دعوی نہیں کر سکتا چشم ساغر اس سے بہتر ہے بوجہ اس کے کہ اس کی پتلی داغ شراب سے بنی ہے - ساغر کو چاند سے اور آنکھ سے تشبیہ دینا شعرا کے مسلمات شاعری میں سے ہے -

ہے فلک بالا نشین فیض خم گردیدنی عاجزی سے ظاہر ارتبہ کوئی برتر نہیں

آسمان چونکہ جھکا ہوا ہے اسی واسطے فیض پا کر بالا نشین ہوا ہے - معلوم یہ ہوتا ہے کہ عاجزی سے کوئی رتبہ بلند تر نہیں ہے

دل کو اظہار سخن انداز فتح الباب ہے یاں صریر خامہ غیر از اصطکاک در نہیں

ہم جب اظہار سخن کرتے ہیں یعنی جب شعر لکھتے ہیں تو ہمارے دل کے لیے ایک کشادگی پیدا ہوتی ہے گویا وہ آواز جو لکھتے وقت قلم سے نکلتی ہے وہ آواز ہے جو دروازہ کھلتے وقت کواڑوں سے یا دروازہ کھلنے سے پیدا ہوتی ہے پھر فتح الباب نہ ہونا کیا معنی -

کب تلک پھیرے اسد لبہا تفتہ پر زباں طاقت لب تشنگی اے ساقی کوثر نہیں

تشنہ لب اسد پیاس کی وجہ سے بار بار ہونٹوں پر زبان پھیر رہا ہے آخر کب تک وہ غریب اس حال میں رہے اے ساقی کوثر اب اس میں لب تشنگی کی طاقت نہیں ہے رحم کیجئے اور اس کو سیراب کرم فرمایئے -

دیکھیے مست چشم کم سے سو ضبط افسردگاں جوں صدف پر در ہیں دنداں در جگر افسردگاں

وہ لوگ جنکو ضبط نے افسردہ کر دیا ہے اُن کو نظر حقارت سے نہ دیکھو۔ انکی دندان درجگر افسردگی (ضبط) کی مثال ایسی ہے جیسے کہ صدف کے اندر موتی بھرے ہوتے ہیں۔ دندان درجگر افسردن یعنی جو نشان دانتوں کے یا خود دانت جگر پر نقش ہوں ان کو موتی سے تشبیہ دی ہے اور الفاظ سے فائدہ اٹھایا ہے۔

گرم تکلیف دل رنجیدہ ہے ازبسکہ سپہر — قرص کافوری ہے بہر جان سرسام خوردگاں

چونکہ آسمان ہر وقت رنجیدہ دلوں کے تکلیف دینے میں سرگرم رہتا ہے اس لیے اُن لوگوں کے لیے جنھیں سرسام نے تباہ و پریشان کر دیا ہے قرص کافوری دیتا ہے۔ قرص کافوری سے مراد آفتاب ہے اور یہ عادت ہے کہ غربا جن کو جاڑے میں لحاف انکو میسر نہیں ہے دھوپ میں بیٹھتے ہیں تو گویا یہ علاج اور بھی اُن کے آزار کا موجب ہوتا ہے ایک تو سرسام خوردہ اسپر قرص کافوری معاذ اللہ

رنجش دل یک جہاں ویران کرے گی اے فلک — دشت ساماں ہے غبار خاطر افسردگاں

اے آسمان یہ سمجھ لینا کہ رنجیدہ دلوں کے دل کی رنجش ایک جہان کو ویران بنا کر چھوڑے گی کیونکہ افسردہ دلوں کا غبار دل سامان دشت مہیا کئے ہوئے بیٹھا ہے۔ گویا ؎

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفاں کئے ہوئے

ہاتھ پر ہو ہاتھ تو درس تاسف ہی سہی — شوق مفت زندگی ہے ابجد غفلت زدگاں

اے وہ لوگو کہ بیکاری میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہو اس حالت سے فائدہ اٹھاؤ اور اس دست بر دست سودن سے سبق تاسف حاصل کرو یعنی اس کو وہ سمجھو کہ جو حالت افسوس میں ملتے ہیں ارے غفلت کے متوالو ہوش میں آؤ دیکھو شوق تحصیل میں مفت ملتا ہو یعنی دراصل تو تمھارے ہاتھ بیکاری سے اس صورت میں ہیں اگر تم بیدار ہو تو اس صورت کو دست تاسف کی صورت سمجھ کر درس افسوس حاصل کر سکتے ہو۔

خار سے گل سینہ فگار جفا ہے اے اسد　　برگ ریزی ہو پرافشانی ناوک خوردگان

اے اسد گل نے کانٹے سے سینہ پر زخم کھائے ہیں اور اس کی جفاؤں سے زخمی ہوا ہے گویا کہ تیر کھائے ہوئے لوگوں کی پرافشانی برگ ریزی یعنی خزان کی صورت ہو اور یہ گویا گل ہیں جو خار سے زخمی ہوئے ہیں۔

خزینہ دار مسرت ہوئی ہوائے چمن　　بنائے خندہ عشرت ہے بر بنائے چمن

نسیم چمن خازن عیش و عشرت ہے اور گویا تمام خندہائے عشرت کی بنا بنائے چمن سے مستحکم اور مضبوط ہو اگر یہ نہ ہو تو خندۂ عشرت بھی نہ ہوا اور جب بنائے خندۂ عشرت موہون بنائے چمن ہے تو لازم آیا کہ چمن خزینہ دار مسرت ہے۔ اس سے ایک صغری کبری کا سا نتیجہ نکلتا ہے۔

بہ ہرزہ سنجی گلچین نہ کھا فریب نظر　　ترے خیال کی وسعت میں ہے فضائے چمن

کیا گلچین کی بیہودہ گوئی سے فریب کھا رہا ہے اور کیون اپنی نظر کو فریب خوردہ بنا رہا ہے کیسا چمن اور کیسی فضائے چمن یہ سب فریب ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تیرے خیال کی وسعت ہی فضائے چمن ہو باقی فضائے چمن کا کوئی وجود خارج مین نہین ہے ؎

آسی

دل اگر خوش ہو تو سب کچھ ہو نہین کچھ بھی نہین
ہمنشین کیسی خزان کیسی بہار زندگی

یہ نغمہ سنجی بلبل متاع زحمت ہو　　کہ گوش گل کو نہ راس آئیگی صدائے چمن

بلبل کی نغمہ سنجی کچھ بھی نہین ایک سامان زحمت ہے کیون کہ گوش گل کو صدائے چمن راس نہین آسکتی۔

صدائے خندۂ گل تا قفس پہونچتی ہے　　نسیم صبح سے سنتا ہون ماجرائے چمن

مجھ دور افتادۂ چمن کو چمن کی کیفیت کیا معلوم ہے کہ کیا کیا ہوتا ہے بس اتنا ہو کہ صبح کو جب خندۂ گل کی آواز نسیم کے دوش پر سوار ہو کر آتی ہے تو مین بھی سن لیتا ہون اور میرے قفس تک بھی وہ آتی ہے تو اسی سے چمن کا ماجرا معلوم ہوتا ہو۔

گل ایک کاسۂ دریوزۂ مسرت ہے　　کہ عندلیب نواسنج ہے گدائے چمن

بلبل باغ کی ایک کاسہ بدست فقیر ہے جو مسرت اور خوشی کی دریوزہ گری کر رہی ہے اور پھول اس کا کاسہ گدائی ہے۔

بہار راہرو جادۂ فنا ہے اسد　　گل شگفتہ ہین گویا کہ نقش پائے چمن

بہار جادہ فنا کی مسافر ہے اور کھلے ہوے پھول اُس کے نقش پا ہین گویا کہ بہار چلتی جا رہی ہے اور یہ پھول اس کے نقش پا ہین جو چلنے مین زمین چمن پر پڑتے جاتے ہین۔

حریف نالۂ پُر درد ہو تو ہو پھر بھی　　ہو اک تبسم پنہان ترا بہائے چمن

یہ مجھے معلوم ہے کہ میرے نالۂ پُر درد کا وہ دشمن اور حریف ہے مگر پھر بھی مین جانتا ہون کہ تیرا تبسم پنہان چمن کی قیمت ہے اور اسپر سے چمن کا چمن قربان ہو۔

کرم ہی کچھ سبب لطف و التفات نہین　　اُنھین ہنسا کے رُلانا بھی کوئی بات نہین

یہ نہ سمجھنا کہ کرم ہی لطف اور التفات کا باعث ہے۔ حاشا یہ نہین ہے وہان تو رنگ ہی یہ ہو کہ کرم کرتے ہین اور کرم کے بعد فوراً ستم ڈھاتے ہین گویا ہنسانا اور ہنسا کر رُلا دینا کوئی بات نہین ہے۔

.... نیرنگی آفرینش غم

غرضکہ دل کی کسی شے کو بھی ثبات نہین

کہاں سے لاکے دکھائیگی عمر کم مایہ ۔۔۔ یہ نصیب کو وہ دن کہ جسمیں رات نہیں

عمر کم مایہ کی مجال نہیں ہے کہ وہ کسی بدنصیب کو ایسا دن دکھا سکے کہ جس میں دن کے ساتھ رات نہو یعنی یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی بدنصیب کو ایسی خوشی نصیب ہو جسکے ساتھ کوئی رنج نہ ہو۔

زبان حمد کی خوگر ہوئی تو کیا حاصل ۔۔۔ کہ تیری ذات میں شامل تری صفات نہیں

یہ شعر توحید و تمجید میں کہا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اچھا یہ بھی مان لیا کہ ہماری زبان حمد کی خوگر ہو جائے مگر اس خوگر حمد ہونے سے فائدہ کیا ہے اس لئے کہ تیری ذات میں تیری صفات شامل نہیں ہیں تو پوری تعریف ہونا محال ہے جب تعریف ہوگی تیری ذات ہی کی ہوگی صفات باقی رہ جائیں گی۔

خوشی خوشی کو نہ کہہ غم کو غم نہ جان اسدؔ ۔۔۔ قرار داخل اجزائے کائنات نہیں

اے اسد دنیا کے رنج و غم خوشی و مسرت دونوں کا اعتبار نہیں ہے لہذا خوشی کو خوشی سمجھ اور نہ غم کو غم سمجھ اس واسطے کہ آفرینش کے اجزا میں قرار و ثبات داخل ہی نہیں ہے پھر خوشی اور غم کو کیونکر قرار و ثبات ہو سکتا ہے۔

جوں شمع ہم اک سوختہ سامان وفا ہیں ۔۔۔ اور اسکے سوا کچھ نہیں معلوم کہ کیا ہیں

ہم وہ ہیں کہ وفا نے ہمارا سامان ہستی جلا دیا ہے اور ہم شمع کی طرح سوختہ سامان ہو کر رہ گئے ہیں بس اتنا ہی ہم کو معلوم ہے اس کے سوا اور کچھ ہم نہیں جانتے کہ ہم کیا چیز ہیں کہاں [illegible] ہیں کہاں سے آئے ہیں۔

اک سرحد معدوم میں ہستی ہے ہماری ۔۔۔ ساز دل بشکستہ کی بیکار صدا ہیں

[illegible] یعنی اس سرحد میں ہیں جہاں کہ عدم ہی عدم ہے [illegible] ساز دل کی اور ساز دل ٹوٹ چکا ہے اس سے معلوم ہوا

کہ ہماری ہستی ایک سرحد معدوم مین ہے یعنی دراصل جب ہم صداے دل شکستہ ہین
تو ہمارا عدم و وجود برابر ہے -

جس رخ پہ ہون ہم سجدہ اسی رخ پہ ہے روا ~~ گو قبلہ نہین ہین مگر اک قبلہ نما ہین

کہتے ہین کہ ہم جس طرف ہون سجدہ ادہر ہی کرنا چاہیئے اس کے یہ معنی ہین
ہین کہ ہم کوئی قبلہ ہین نہین بلکہ قبلہ نما ہین پس جدہر ہمارا رخ پھر جاے سجدہ ادہر
فرض ہے ۔

مت ہو جیو اے سیل فنا ان سے مقابل ~~ جانباز الم نقش بہ دامان بقا ہین

دیکھ خبردار اے سیل فنا اُن لوگون سے نہ بولنا اور ان لوگون کا مقابلہ نہ کرنا
جو کہ غمون مین اپنی جان کو تباہ و برباد کر چکے ہین تو ان کا مقابلہ کر نہین سکتی ہو
گو یہ ظاہر مین فنا ہو چکے ہین مگر دراصل یہ بقاے جاوید کے دامن کے نقش و
نگار ہین اب زمانہ نہ کبھی ان کو مٹا سکتا ہے اور نہ کبھی یہ مٹ سکتے ہین ۔

پائی ہے جگہ ناصیہ باد صبا پر ~~ خاکستر پروانہ جانباز وفا ہین

باد صبا کی پیشانی پر ان لوگون کی جگہ ہے کیونکہ یہ اُس پروانہ کی خاک سے مشابہ
ہین جس نے وفا مین اپنی جان دیدی ہو یعنی یہ بھی سوز وفا سے جل جل کر خاک برباد
ہو چکے ہین اور ہوا ان کو اڑاے اڑاے پھرتی ہے ۔

ہر حال مین ہین مرضی صیاد کے تابع ~~ ہم طائر پر سوختہ رشتہ بپا ہین

صیاد ہم کو کسی حال مین بھی رکھے اُسی کی مرضی کے تابع ہین ۔ کچھ نہین کر سکتے
کیونکہ ہم ایسے طائر ہین جن کے پر جلا دیے ہون اور پاؤن مین تاگا باندھ دیا ہو
پھر بھلا وہ غریب سواے اس کے کہ صیاد کی مرضی کے پابند رہین اور کچھ کر ہی کیا
سکتے ہین ۔

اے وہم طرازان مجازی و حقیقی　　عشاق فریب حق و باطل سے جدا ہین

اُن لوگون کو مخاطب کرکے کہتے ہین جو بیٹھے ہوے یہ وہم کر رہے ہین کہ یہ حقیقت ہے اور یہ مجاز ہے کہ اے وہم طرازان حقیقت و مجاز کس پھیر مین پڑے ہو اور کس غم مین مبتلا ہو۔ عاشق اس فریب مین نہین آتے اُن کے یہان حقیقت اور مجاز کی کوئی قید نہین - وہ فریب حق و باطل سے الگ رہتے ہین۔ تم لوگ جو یہ وہم کر رہے ہو اصل مین وہی ہو عاشق نہین ہو۔

ہم بیخودی شوق مین کر لیتے ہین سجدے　　یہ ہم سے نہ پوچھو کہ کہان ناصیہ سا ہین

تم لوگ اس غم مین مبتلا ہو کہ ہمارے سجدے کی حقیقت کو سمجھو اور معلوم کرو مگر یہ بیخبر یہ کچھ بھی نہین ہے۔ ہمارا نہ کوئی مطمح نظر ہے اور نہ کوئی ہمارا منتظر ہے۔ بیخودی شوق جس جگہ ہمارا سر جھکا دیتی ہے ہم سجدہ کر لیتے ہین۔ یہ ہم سے ہرگز نہ پوچھو کہ تم نے سجدہ کہان کیا۔ اور کس کے در پر ناصیہ فرسائی کی۔ یہ سب فضول ہے۔

اب منتظر شوق قیامت نہین غالب

دنیا کے ہر اک ذرہ مین سو حشر بپا ہین

غالب کو اب تک انتظار قیامت تھا مگر اب انتظار نہین رہا اس لئے کہ بچشم غور دیکھنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ دنیا کے ذرہ ذرہ مین قیامت چھپی ہوئی ہے اور کوئی خاص ضرورت قیامت کے انتظار کی نہین ہے۔

ردیف واو

بہم بالیدن سنگ و گل صحرا یہ چاہی ہے   کہ تار جادہ بھی کہسار کو زنار مینا ہو

بہار کی نشو ونما صحرا مین پتھر اور گل دونون کو بڑھاتی ہی جتنا کہ سنگ کوہ مین نشو ونما ہو اسیقدر پھولون مین بالیدگی ہے اور اس بالیدگی کا یہ عالم ہے کہ تار جادہ کہسار اس خط کی طرح بنتا جا رہا ہی جو شیشہ شراب کے آدہے بھر جانے پہ معلوم ہوتا ہے یعنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگل ایک شیشہ سبز شراب ہے اور جادہ ایک خط مینا ہی جو شیشہ مین پڑا ہوا ہی -

حریف وحشت ناز نسیم عشق جب آؤن   کہ مثل غنچہ ساز یک گلستان دل مہیا ہو

یعنی نسیم عشق کی وحشت ناز کا اس وقت حریف ہو سکتا ہون اور اس وقت اسکا مقابلہ کر سکتا ہون جب میرے پاس بھی ایک دل ایسا موجود ہو جو مثل غنچہ کے سامان چمن مرتب اور مہیا رکھتا ہو غنچہ اگر نسیم چمن کا مقابلہ کرتا ہی تو اسی صورت اور اسی حالت مین کہ اس کے پاس ایسا دل ہی جو ساز یک گلستان دل رکھتا ہے -

بجاے دانہ خرمن یک بیابان بیضہ قمری   مرا حاصل وہ نسخہ ہی کہ جس سے خاک پیدا ہو

بجاے اس کے کہ دانہ پیدا ہو میرے یہان بیضہ قمری ملتے ہین اور یہی خرمن شمار ہوتا ہی گویا کہ میری کوششون کا حاصل وہ نسخہ ہی جس سے خاک پیدا ہوا کرتی ہی یعنی میری کوشش کے خرمن کو ہمیشہ برق ناکامی جلا دیا کرتی ہی اور خاک ہی خاک میرے خرمن مین نظر آتی ہے بیضہ قمری کو خاکستری اور جگہ بھی مرزا نے کہا ہے ؎

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ   اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

کرے کیا ساز بینش وہ شہید درد آگاہی   جسے موے دماغ بیخودی خواب زلیخا ہو

وہ شخص جسے آگاہی کے درد نے شہید کر دیا ہے یعنی جن کو اس کی آگہی نے تباہ و برباد کیا ہے۔ وہ کیا سامان بینش پیدا کر سکتا ہے اور بینش سے اس کو کیا حاصل ہے جس کو اگر خواب زلیخا بھی نظر آتا ہے تو اس کے دماغ کے لئے باعث زحمت اور پریشانی ہوتا ہے اور وہ اس کو بھی ایک امر ناپائدار اور فضول سمجھتا ہے۔

دل چون شمع بہر دعوت نظارہ لایعنی　　نگہ لبریز اشک و سینہ معمور تمنا ہو

اگر دعوت نظارہ کا مستدعی ہے تو شمع کا سا دل پیدا کر اور یہ حالت رکھ کہ آنکھ اشکون سے لبریز ہو۔ اور سینہ تمنا سے معمور ہو۔ چونکہ شمع میں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں اس لئے دل چون شمع کے لانے کی فرمایش کی مگر نگاہ کا لبریز اشک ہونا خلاف معمول ہے بلکہ صحیح دیدہ لبریز ہوتا ہے۔

نہ دیکھیں روئے یکدل سرد غیر از شمع کافوری　　خدایا اسقدر بزم اسد گرم تماشا ہو

اے خدا بزم اسد میں گرمی تماشا یہاں تک ہو کہ ایک دل کو بھی سرد نہ پائیں اگر سرد ہو تو بس شمع کافوری ہی سا ہو۔

اگر وہ آفت نظارہ جلوہ گستر ہو　　ہلال ناخنک دیدہ ہاے اختر ہو

اگر وہ آفت نظارہ اپنا جلوہ دکھائے تو ہلال تارون کی آنکھون میں ناخنہ کی صورت بن جائے یعنی ہلال سب کو برا معلوم ہونے لگے۔ ناخنہ ایک مرض ہے جو آنکھ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور تمام آنکھ پر محیط ہو کر آنکھ کو بے نور کر دیتا ہے۔

بہ یاد قامت اگر ہو بلند آتش غم　　ہر ایک داغ جگر آفتاب محشر ہو

اگر میرے غم کی آگ اس کے قامت کے غم میں بلند ہو تو میرا ہر داغ جگر آفتاب محشر کی شور ہو جائے کیونکہ اس کے قامت کو بھی قیامت جانتے ہیں اور یہ سب اسی کا اثر ہوگا۔

ستم کشی کا کیا دل نے حوصلہ پیدا　　اب اس سے ربط کرون جو بہت ستمگر ہو

میرے دل نے جو حوصلہ پیدا کر لیا ہے اور وہ اچھی طرح ستم کش ہو گیا ہے اب اس کو ظلم و ستم سے کوئی تکلیف پیدا نہیں ہوتی - لہذا میرا ارادہ ہے کہ ایسے ظالم سے دوستی پیدا کرون جو انتہائی ستم گر ہو تا کہ جفا کی لذت پا سکون اور ظلم کا لطف اٹھا سکون یا محبوب کو میرے ستانے مین لطف آئے -

عجب نہین ہے تحریر حال گریۂ چشم — کہ روے آب جو ہر موج نقش مسطر ہو

کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ اگر گریۂ چشم کے حال کے تحریر کرنے کے واسطے مین بیٹھون تو اسکے اثر سے ہر سطر سطر کی ایک موج روئے آب بن جائے -

امیدوار ہون تاثیر تلخ کامی سے — کہ قند بوسۂ شیرین لبان مکرر ہو

مین اپنی تلخ کامی کی تاثیر سے امید رکھتا ہون کہ شیرین لبون کے بوسہ کی قند مکرر میسر ہو جائے یعنی تاثیر تلخ کامی ان کو مکرر میرا نام لیکر برا کہنے پر آمادہ کرے اور مجھے بوسہ کے مکرر لینے کا لطف آئے یا یہ کہ مین تلخ کام ہون لہذا مجھے یہ قند مکرر دیجائے -

صدف کی ہے ترے نقش قدم مین کیفیت — سرشک چشم اسد کیون نہ اسمین گوہر ہو

تیرا ہر نقش قدم صدف کی خاصیت رکھتا ہے اسد جو اس پر آنکھین مل مل کر روتا ہے تو کیا باعث ہے کہ اس کے اشک اس صدف مین گوہر نہ بن جائین - اشک کی تشبیہ گوہر سے مسلمات شعرائے ماضی و حال سے ہے -

بے درد سر بہ سجدۂ الفت فرو نہ ہو — جون شمع غوطہ داغ مین کھا گر وضو نہ ہو

بغیر درد کے سجدۂ الفت مین سر نہ جھکا - شمع کی مانند داغ مین غوطہ لگا لے اگر وضو نہ ہو شمع کا داغ مین غوطہ لگانا نہایت ہی عمدہ مضمون ہے اور غالبًا نیا ہے -

دل دے کف تغافل ابروئے یار مین — آئینہ ایسے طاق پہ گم کر کہ تو نہ ہو

اپنا دل ابروے یار کے دست تغافل کو دیدے دل ایک آئینہ ہے اس کو ایسے طاق پر رکھ کر گم کر کہ تیرا وہان گزر نہ ہو - وہ طاق تغافل ابروے یار کا ہے -

زلف خیال نازک و اظہار بیقرار — یارب بیان شانہ کش گفتگو نہو

زلف خیال نہایت نازک ہی۔ اور قوت اظہار بیقرار ہی ایخدا بیان اس زلف مین گفتگو سے شانہ کشی نہ کرے یعنی میرے خیال نہایت نازک ہین وہ متحمل بیان نہین ہوسکتے اگرچہ ضرورت اظہار بیقرار ہو۔

تمثال ناز جلوۂ نیرنگ اعتبار — ہستی عدم ہے آئینہ گر روبرو نہو

تصویر ناز نیرنگ اعتبار کا ایک جلوہ ہی۔ عالم اعتبار جو ایک نیرنگی ہی اس کا اظہار تمثال ناز سے ہوتا ہی ہم ہستی کو ہستی صرف اسلیے جسے کہتے ہین کہ آئینہ سامنے ہی ورنہ حقیقتا ہستی ایک عدم ہی۔ جو نیرنگ اعتبار سے زیادہ وقیع نہین ہی۔ اور بالکل ایک اعتباری اور فرضی شے ہی۔

مژگان خلیدۂ رگ ابر بہار ہے — نشتر بہ مغز پنبۂ مینا فرو نہو

پنبۂ مینا کے مغز مین نشتر چبھونے اور فصد کرنے کی کوئی ضرورت اب باقی نہین ہے اس واسطے کہ اس کی رگ یعنی رگ ابر بہار کی پلکین چبھ چکی ہین اور وہی اس کی فصد ہے مطلب یہ ہی کہ بہار خود شیشہ و مینا سے بادۂ سرخ روان کردینے والی ہی کوئی کھولے یا نہ کھولے شراب اس سے خود اُبلیگی۔

عرض نشاط دید ہی مژگان انتظار — یارب کہ خار پیرہن آرزو نہو

مژگان انتظار خود ہی نشاط دید کا پیش کرنا ہی یعنی اسے مژگان انتظار نہ سمجھو بلکہ یہ پیش کشی نشاط دید ہی۔ اے خدا اب اتنی تمنا ہے کہ کوئی خار پیرہن آرزو مین نہ چبھ جائے۔

مین مژگان انتظار سے دیدار کی خوشی سمجھا ہون اے میرے خدا کہین ایسا نہو کہ یہ خار پیراہن آرزو ثابت ہون۔ یا یہ کہ اگر عرض نشاط دید مژگان انتظار بنے تو بنے مگر اے میرے خدا یہ خلش پیراہن آرزو نہ بنے۔ یہ کچھ اس قدر الجھا ہوا شعر ہی کہ صحیح معنی ذہن نشین

نہین ہوتے۔

وان پرفشان دام نظر ہون جہان اسد — صبح بہار بھی قفس رنگ و بو نہو

اے اسد میرا دام نظر وہان پرفشان ہو یعنی مین نے اس جگہ اپنی نظرون کا جال بچھایا ہو جہان صبح بہار بھی رنگ و بو کو نہین روک سکتی یا جہان کہ صبح بہار مین بھی رنگ و بو کی گنجایش نہین ہو۔

مبادا بے تکلف فصل کا برگ و نوا گم ہو — مگر طوفان مے مین پیچش موج صبا گم ہو

کہین ایسا نہو کہ فصل بہار کا سازوسامان بغیر کسی تکلف کے ضائع اور برباد ہو جائے ہونا یہ چاہیئے کہ طوفان شراب مین موج نسیم گم ہو کر رہ جاے کہ اس طرح گم ہونا باعث عشرت ہو یعنی لطف جب ہی کہ موج ہوا موج شراب بن کر رہ جائے۔

سبب وارستگان کو ننگ ہمت ہے خداوندا — اثر سرمے سے اور لبہاے عاشق سے صدا گم ہو

اے میرے خدا آزاد لوگون کی ہمت کے لئے کسی سبب کا پیدا ہونا باعث ننگ ہے عاشق کے لبون سے صدا ناپید ہو جائے مگر اس طرح نہین کہ سرمہ اُن کی صدا کو ناپید کر دے بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ پہلے سرمے سے آواز کے گم کر دینے کا اثر جاتا رہے اور پھر ان کے لبون سے صدا گم ہو جاے تاکہ کسی سبب سے ان کی خاموشی کا تعلق نہ ہو ورنہ ان کی ہمت کے یہ منافی ہو۔

نہین جز درد تسکین بکو ہشہاے بیدردان — کہ موج گریہ مین صد خندۂ دندان نما گم ہو

بے درد لوگ جو دردمندون کو ملامتین کر کے تسکین دیتے ہین اس کا سوائے درد کے اور کوئی حاصل نہین ہے۔ ہم بھی مانتے ہین کہ وہ یعنی بیدرد دردمندون کے واسطے روتے ہین مگر یہ رونا ایسا ہے کہ اس مین سیکڑون خندۂ دندان نما گم ہو سکتے ہین اور چھپ سکتے ہین۔

ہوئی ہے ناتوانی بیدمانع شوخی مطلب — جبین مین در لباس سجدہ ایدست دعا گم ہو

ہماری ناتوانی کا دماغ کسی شوخی مطلب کے اظہار کی تاب نہین لاسکتا اے دست دعا ہاتھ اٹھانے کی ہم مین تاب طاقت نہین ہی بہتر یہ ہو کہ تو سجدہ کا لباس پہن کر جبین عجز مین چھپ جا۔ کیونکہ ہماری ناتوانی کو یہ شوخی اور دست درازی کا مطلب پسند نہین ہو۔ مطلب یہ ہو کہ اظہار مدعا کی شوخی کو چھوڑ۔ اور صرف عجز و نیاز ہی سے کام رکھ۔

تجھے ہم مفت دین یک جہان چین جبین لیکن ۔۔۔ مبادا اے پیچ و تاب طبع نقش مدعا گم ہو

اے پیچ و تاب طبع ناساز ہم چین جبین کا ایک جہان مفت تیری نذر کرتے ہین۔ لیکن ذرا سمجھ لے اور سوچ لے کہین ایسا نہو کہ اس ہجوم کشاکش اور پیچ و تاب مین تو نقش مدعا کو گم کر بیٹھے یعنی ایذا و غم کے ہزارون سامان ہمارے پاس موجود ہین مگر ایسا نہو کہ مقصد اصلی سے دور ہو جاے اور کثرت مشکل آسانی مشکل کا سبب ہو جاے

بلاگردان تمکین تبان صد موجۂ گوہر ۔۔۔ عرق بھی جنکے عارض پر بہ تکلیف حیا گم ہو

موتیون کی سو موجین تمکین و نازنینان پر قربان ہین حالت یہ ہو کہ اُن کے ماتھے پر عرق بھی حیا کی وجہ سے نہین آسکتا اور وہین آنے والے قطرہ ہاے عرق حیا موج گوہر ہین۔ اس طرح گویا گوہر ان کی تمکنت پر قربان ہو رہے ہین۔

اٹھاوے کب وہ جان شرم تہمت قتل عاشق کی ۔۔۔ کہ جسکے ہاتھ مین مانند خون رنگ حنا گم ہو

وہ جان حیا قتل عاشق کی تہمت کا کب متحمل ہو سکتا ہے جس کے دست نازنین مین حنا کا رنگ بھی خون عاشق کی طرح گم ہو جاتا اور چھپ جاتا ہو۔

کرین خوبان جو سیر حسن اسد یک پردہ نازک تر ۔۔۔ دم صبح قیامت گریبان قبا گم ہو

اے اسد اگر حسینان جہان اور ایک ہلکا سا پردہ ڈال کر اپنے حسن کی سیر کرین تو ہم یقین کرتے ہین کہ دم صبح قیامت گریبان قبا مین گم ہو کر رہ جاے یعنی وہ قیامت جو ان کے حسن کی اس تھوڑی سی عریانی سے ظاہر ہے وہ گریبان قبا مین چھپ جاے

اور وہ سراپا قیامت ہو کر رہ جائین۔

خشکی مے نے تلف کی میکدے کی آبرو کاسۂ دریوزہ ہے پیمانۂ دست سبو

مے کی خشکی اور مے کے نہونے نے میخانے کی آبرو تلف کر دی آج وہ پیمانہ جو سبو پر رکھا ہے بھیک کا پیالہ معلوم ہوتا ہے۔

بہر جاں پروردن یعقوب بال خاک سے دام لیتی ہے پر پرواز پیراہن کی بو

بوے پیراہن یعقوبؑ کی بالیدگی روح کے لئے بازوے خاک سے پر پرواز قرض لیکر مصر سے کنعان تک آرہی ہے۔

گرد ساحل ہے نم شرم جبین آشنا گر نہ باندھے قلزم الفت مین سر جا کدو

وہ لوگ جو دریاے محبت کے شناور ہین اگر بجاے کدو کے جسپر پیراک پیرتے ہین اپنے سر سے کام نہ لین تو گرد ساحل ان کی پیشانی کے واسطے عرق شرم بن جاے۔

گرمی شوق طلب ہے عین تا پاک وصال غافلان آئینہ دان ہے نقش پاے جستجو

شوق طلب کی گرمی وصل کا عین تپاک ہے اے غافلو وہ نقش جو پاے جستجو سے اٹھ آئین وہ آئینہ دان ہین یعنی اُن مین آئینے تھے جن مین منزل مقصود کا پتہ ملتا ہے۔

خوے شرم سرد بازاری ہے سیل خانمان ہے اسد نقصان مین مفت صاحب سرمایہ تو

وہ پسینہ جو شرم سرد بازاری اور ناقدری کی وجہ سے اسد کی پیشانی پر بہتا ہے وہ اس غریب کے واسطے سیل خانمان ہے یعنی اس کو تباہ و برباد کرنے والا ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ تیرے صاحب سرمایہ ہوتے ہوے وہ بیچارہ مفت نقصان اٹھا رہا ہے۔

رنگ طرب ہے صورت عہد وفا گرو تھا کسقدر شکستہ کہ ہے جا بجا گرو

رنگ طرب عہد وفا کی طرح گرد اور رہن ہے خدا معلوم یہ کس قدر شکستہ تھا کہ جا بجا

گرد ہے یعنی اگر ٹوٹا ہوا نہ ہوتا تو جا بجا گرد نہ ہوتا۔

ہر ذرہ خاک عرض تمناے رفتگان — آئینہ ہا شکستہ و تمثال ہا گرد

خاک کا ہر ذرہ گویا مرنے والون کی تمناؤن کا اظہار کر رہا ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کہ آئینے ٹوٹ گئے ہین اور تصویرین گرد ہین۔ آئینہ کو دل سے استعارہ کیا ہے اور تمثال آئینہ عالم ارواح سے مراد ہے یعنی جو ذرہ ہاے خاک عرض حال کر رہے ہین وہ ٹوٹے ہوے دل ہین۔

طاقت بساط دستگہ یکقدم نہین — جون شاخ جنبلاک کھون دست و پا گرد

آدمی جب روان ہوتا ہے یا جب چلتا ہے تو اپنے دست و پا گرد رکھ دیتا ہے ورنہ چل نہین سکتا۔ دست و پا گرد رکھنا یہی ہے کہ وہ پھیل کر چلتا ہے بالکل ایسی ہی میری مثال ہے کہ مجھ مین ایک قدم اٹھانے کی بھی طاقت نہین ہے جب تک کہ ہاتھ پاؤن گرد نہ کر دون۔

ہے وحشت جنون بہار اسقدر کہ ہے — بال پری بہ شوخی موج صبا گرد

جنون بہار مین اس قدر وحشت بھری ہوئی ہے کہ ہر موج باد صبا کی شوخی مین کسی پری کی شوخی پرواز گرد معلوم ہوتی ہے یعنی جس طرح کہ پری کا سایہ پڑتے ہی آدمی دیوانہ ہو جاتا ہے اسی طرح عالم بہار کی موج صبا کا عالم ہے کہ جیسے ہی وہ جسم سے مس کرتی ہے آدمی مجنون ہو جاتا ہے اسی سے پتہ چلتا ہے کہ موج صبا مین شوخی بال پری گرد ہے۔

ہون سخت جان کاوش فکر سخن اسد — تیشے کے کوہسار مین ہے یک صدا گرد

اے اسد مین کاوش فکر سخن مین بڑا سخت جان واقع ہوا ہون۔ گویا کہ تیشے کے پہاڑ مین میری ایک آواز گرد ہو رہی ہے۔ آواز گرد ہونے سے مراد وہی سخن ہے جو کاوش اور فکر کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

وضع نیرنگیٔ آفاق نے مارا ہم کو　　ہو گئے سب ستم و جور گوارا ہم کو

ایک زمانہ تہا کہ ظلم وستم سے ہم گھبرا جاتے تھے اور تمام منکر پریشان ہو جاتے تھے گر قربان جائیے اس گردش روزگار کے اور نثار ہو جیئے اس انقلاب زمانہ کے جس نے ہم کو مار ڈالا آج وہی ظلم وستم سب ہم کو گوارا ہو گئے - اور انہیں تمام ظلموں کے خوگر ہو گئے - مولانا حالی کا بالکل ایک ایسا ہی شعر ہے - فرماتے ہیں ؎

دنیا کے نرخشوں سے چیخ اٹھے تھے ہم اول
آخر کو رفتہ رفتہ سب ہو گئے گوارا

دشت وحشت میں نہ پایا کسی صورت سے سراغ　　گرد جولان جنون تک نے پکارا ہم کو

مجھے از خود رفتگی نے وحشت کے دشت ناپیدا کنار میں ایسا گم کر دیا کہ اگرچہ گرد جولان جنون نے بھی مجھے سیکڑوں آوازیں دیں مگر پھر بھی میرا کہیں پتہ نہ لگا - گرد جولان جنون وہ گرد جو حالت جنون کی دوا دوش میں اڑتی ہو -

عجز ہی اصل میں تھا حامل صد رنگ عروج　　ذوق پستی مصیبت نے ابھارا ہم کو

ہمارا عجز ونیاز ہی در اصل تمام عروج کا حامل اور ذمہ دار تھا پستی مصیبت کا جو ہم کو ذوق رہا در اصل اس نے ہم کو ابھار دیا اور کہیں سے کہیں پہونچا دیا -

ضعف مشغول ہے بیکار بہ سعی بیجا　　کر چکا جوش جنون اب تو اشارا ہم کو

ضعف بیکار اتنی کوشش کر رہا ہے اور بیکار ہم کو روکے ہوئے ہے ہم اب اسکے روکے رکنے والے نہیں ہیں - اب ہمارا جوش جنون ہم کو اشارہ کر چکا - اب ہم بغیر رہ نوردی اور دشت گردی کے رہ نہیں سکتے ہیں لہذا ضعف کی یہ تمام کوشش بیکار ہے -

صور محشر کی صدا میں ہے فسون امید　　خواہش زیست ہوئی آج دوبارا ہم کو

صور محشر کی آواز میں ضرور کوئی نہ کوئی امید کا جادو ہے جسنے ہماری امید میں جان

ڈال دی ہو ورنہ کیفیت یہ تھی کہ ہم جب سے کہ مرے تھے گوشۂ قبر مین مایوس پڑے تھے اور کوئی امید دیدار باقی نہین رہی تھی مگر جیسے ہی صور پھنکا فوراً ہی امیدین از سر نو پیدا ہوگیئن اور ہم کو پھر امید دید بندھ گئی - یہ مسلمہ مسئلہ ہو کہ قیامت مین دیدار ہوگا -

تختۂ گور سفینے کے مماثل ہین اسد　　بحر غم کا نظر آتا ہے کنارا ہم کو

یہ معلوم ہوتا ہے کہ گور کے تختے کشتی ہین جو ہم کو غم و رنج کے دریاے ذخار سے پار لگا رہی ہین اور آج مدتون کے بعد ہم کو اس دریا کا کنارا نظر آیا ہو - ورنہ ہم تو یہ سمجھے تھے کہ کہین اس دریا کا کنارا ہی نہین ہو -

حسن بے پروا گرفتار خود آرائی نہو　　گر کمینگاہ نظر مین دل تماشائی نہو

حسن باوجودیکہ بے پروا ہو مگر پھر بھی خود آرائی مین گرفتار رہتا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر کی گھات مین دل تماشائی ہے اور دیکھنے کی تاک مین لگا ہوا ہو اگر دل کمین گاہ مین نہ لگا رہے تو حسن کو خود آرائی کی احتیاج نہ رہے - مطلب ہو کہ حسن کا بناؤ سنگار تمام تر عشق کے واسطے ہے اور وہی اس ہنگامہ خیزی کا باعث اور موجب ہو -

ہیچ ہے تاثیر عالمگیری ناز و ادا　　ذوق عاشق گر اسیر دام گیرائی نہو

ناز و ادا نے جو تمام عالم پر اپنا سکہ جما رکھا ہے اور عالمگیر ہو رہی ہو یہ تمام تر بیکار اور ہیچ ثابت ہو بشرطیکہ عاشق کا ذوق دام گیرائی مین قید نہو یعنی اگر عاشق اس کو بطیب خاطر قبول نہ کرے تو عالمگیری ناز و ادا بیکار اور فضول ثابت ہو جائے -

خود گداز شمع آغاز فروغ شمع ہے　　سوزش غم در پئے ذوق شکیبائی نہو

سوزش غم بیکار صبر و شکیب کی کوشش مین مصروف ہے اس کو معلوم نہین ہو کہ شمع کے گداز ہی سے دراصل شمع کا فروغ شروع ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ کچھ کھو کر ہی آدمی حاصل کرتا ہو -

تار تار پیرہن ہی اک رگ جان جنون　　عقل غیرت پیشہ حیرت سے تماشائی نہو

پیرہن کا ایک ایک تار جنون کی ایک رگ جان ہی عقل غیرت پیشہ کو یہ چاہیے کہ حیرت سے وہ اسے نہ دیکھے ایسی حیرانی کی ضرورت نہیں ہی۔

بزم کثرت عالم وحدت ہی بینا کیلئے　　بے نیاز عشق اسیر زور تنہائی نہو

بزم کثرت چشم حق بین کے لئے عالم وحدت ہے اس کو ہر ذرہ مین وہی عالم وحدت نظر آتا ہی یکتائی اور تنہائی کی ضرورت نہیں ہی لہذا ہر وہ شخص جس کو عشق نے بے نیاز کر دیا ہی وہ زور تنہائی مین اسیر نہو تنہائی کی چشم بینا کیواسطے احتیاج نہین ہی۔

ہی محبت رہزن ناموس انسان اے اسد　　قامت عاشق پہ کیون ملبوس رسوائی نہو

اے اسد جب محبت انسان کی ناموس کے لئے رہزن ثابت ہوئی ہی پھر اس حالت مین عاشق کے جسم پر کیون لباس رسوائی نہو کیونکہ عشق انسان کے واسطے رہزن شہر ناموس ہے۔ سعدی نے کہا ہی ؎

ہر کجا سلطان عشق آمد نماند
قوت بازوے تقوی را محل

مطلب یہ ہی کہ محبت کرنا اور بدنام نہ ہونا بعید از قیاس ہے۔ محبت کے ساتھ بدنامی ضرور ہوتی ہی۔

ردیف ہائے ہوز

حیرت ہجوم لذت غلطانی تپش　　سیماب بالش و کمر دل ہے آئینہ

ایک طرف تو حیرت ہو اور ایک طرف لذت ہجوم تپش ہو جو ہم یہ دونوں چیزیں ایک حالت میں موجود ہیں دل کا تکیہ سیماب ہو اور شبکا آئینہ ہو - آئینہ استعارہ کیا ہو حیرت سے اور بالش سیماب بیقراری اور تپش سے مطلب یہ ہو کہ دو صورتیں دل کے لئے معارض ہیں حیرت اور بیقراری نہ یوں چین ہو نہ یوں آرام ہے -

ہم زانوے تامل و ہم جلوہ گاہ گل　　آئینہ بند خلوت و محفل ہے آئینہ

آئینہ ہی ہم زانوے تامل ہے اور آئینہ ہی جلوہ گاہ گل ہو گویا کہ خلوت و جلوت کی رونق آئینہ ہی کے دم سے وابستہ ہے اور جو کچھ ہے اسی کی بدولت ہو آئینہ ہم زانوے تامل اسی لئے ہے کہ آئینہ کو زانو پر رکھ کر دیکھتے ہیں اور جلوہ گاہ گل اس لئے ہے کہ اس میں حسن کی تصویر نظر آتی ہے حقیقت یہ ہے کہ آئینہ کے جلوہ گاہ گل ہونے کا کوئی خاص ثبوت اس شعر میں نہیں ملتا -

دل کارگاہ فکر و اسد بینوائے دل　　یاں سنگ آستانہ بیدل ہے آئینہ

اسد کے پاس دل نہیں ہو حالانکہ دل ہی کارگاہ فکر ہوا کرتا ہو ہمارے واسطے آستانہ بیدل آئینہ بنا ہوا ہو اور وہی دل ہے وہی ہماری مبداء فکر ہو صرف طرز بیدل ہی پہ ہماری فکر سخن کا انحصار ہے اور اسی آستان کا پتھر اسد کا آئینہ ہے -

ہے ترو دل سراغ درد بدل خفتگان نہ پوچھ　　آئینہ عرض کر خط و خال بیان پوچھ

جن کے دل میں درد نے مقام اور قیام کیا ہے ان کا حال اپنے دل سے پوچھ انکے خط و خال بیان سے کام نہ لے بلکہ اپنے آئینہ سے کام لے - آئینہ ہی یہ کام کرسکتا ہے -

آئینہ سے مراد وہی مخاطب کا دل ہے۔

ہندوستان سایۂ گل پائے تخت تھا　　سامان بادشاہی وصل بتاں نہ پوچھ

سایۂ گل گویا کہ ہندوستان تھا اور وہی ہندوستان ہمارا پائے تخت تھا ہائے کیا پوچھتا ہے اس زمانہ کی بادشاہی کا حال جبکہ ہم کو وصل بتاں میسر تھا یعنی جب ہم کو وصل بتاں میسر تھا تو گویا ہم بادشاہ تھے۔ اور سایہ گل و گلزار میں جو ہم بیٹھتے تھے وہ ہمارا پایہ تخت تھا۔ سایہ گل کو ہندوستان بوجہ تاریکی اور سیاہی کے کہا ہے۔

تو مشق ناز کر دل پروانہ ہے بہار　　بیتابی تجلی آتش بجاں نہ پوچھ

تجھے اپنی مشق ناز سے غرض ہے تو اپنی مشق ناز کئے جا اگرچہ بہار پروانے کا دل بنی ہوئی ہے مگر اس سے تجھے کیا غرض کہ اس پروانہ آتش بجان کی تجلی میں کس قدر بیتابیاں اور تجلیاں بھری ہوئی ہیں۔ تجھے اپنے کام سے کام ہے کسی کے دکھ درد سے کیا غرض۔ بہار کو پروانہ کا دل اس لحاظ سے کہا ہے کہ دل پروانہ بھی سوز اور آتش عشق سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور گل بہاری بھی بلحاظ رنگ سرخ ہوتے ہیں بے قراری پروانہ آتش بجان بہار کے پھولوں کی وہ حرکت ہو سکتی ہے جو ہوا کی شوخی سے چمن میں پیدا ہوتی ہے۔

غفلت متاع کفۂ میزان عدل ہوں　　یارب حساب سختی خواب گراں نہ پوچھ

اے میرے خدا میرے خواب گراں اور میری غفلت بے پایاں کا حساب نہ کر کیونکہ میزان عدل کے پلے میں میری طرف سے نیکیوں کے بجائے غفلت ہی غفلت ہے پھر حساب ہی کیا ہے یہاں تو غفلت کے سوا اور کچھ موجود ہی نہیں ہے۔

ہر داغ تازہ یک دل داغ انتظار ہے　　عرض فضائے سینۂ درد امتحاں نہ پوچھ

میرے دل کا ہر تازہ داغ گویا کہ ایک دل ہے جو داغ کا انتظار کر رہا ہے پھر ایسی حالت میں تو اس سینہ کی وسعت اور فضا کا کیا حال پوچھتا ہے جو درد کا امتحان کر رہا ہے

کوئی حد و حساب ہو تو بیان کیا جائے -

کہتا تھا کل وہ نامہ رسان سے بسوز دل   درد جدائی اسد اللہ خان نہ پوچھ

میرا محبوب کل قاصد سے نہایت درد کے ساتھ کہہ رہا تھا کہ اسد اللہ خان کی جدائی کا جس قدر مجکو افسوس اور قلق ہی اس کو کچھ نہ پوچھ -

رفتار سے شیرازۂ اجزائے قدم باندھ   اے آبلہ محمل پے صحرائے عدم باندھ

اے آبلے تو صحرائے عدم کے لئے محمل باندھ لے اور چلنے کے واسطے تیار ہو جا اور اس رفتار سے اجزائے قدم کی شیرازہ بندی کر لے یعنی اجزائے قدم کی شیرازہ بندی کر کے عدم تک پہونچ - آبلہ کو محمل کہنا نہایت لطیف ہی کیونکہ آبلہ صورتاً محمل سے مشابہ ہی -

بیکاری تسلیم بہر رنگ چمن ہے   گر خاک ہو گلدستۂ صد نقش قدم باندھ

بیکاری تسلیم ہر رنگ مین چمن ہی - اگر چمن کی خاک بھی ہو تو اسپر بھی گلدستۂ نقش قدم کا گمان کرنا چاہئے - کیونکہ خاک مین تسلیم کا رنگ نمودار ہی یعنی شیوہ تسلیم سیکڑون خوبیان اپنے دامن مین رکھتا ہی - اگرچہ وہ ظاہرا بیکار معلوم ہوتا ہے -

دیباچۂ وحشت ہی اسد شکوۂ خوبان   خون کر دل اندیشہ و مضمون ستم باندھ

اے اسد معشوقون کا شکوہ وحشت کا دیباچہ ہی تو اندیشہ کا دل خون کر اور ستم کا مضمون لکھ مطلب یہ ہی کہ یہ شکوہ خون اندیشہ سے لکھا جا سکتا ہے اس کے سوا نہین -

خلق ہی صفحۂ عبرت سے سبق ناخواندہ   ورنہ ہی چرخ و زمین یک ورق گردانده

کیا کیا جائے کہ مخلوق صفحۂ عبرت سے سبق نہین لیتی اور مآل ہستی پر نظر نہین رکھتی - ورنہ حقیقت یہ ہی کہ ہستی کوئی چیز نہین ہی چرخ و زمین کا کوئی وجود نہین ہی بلکہ آسمان اور زمین دراصل ایک ورق ہین جسے پلٹ دیا گیا ہے - ادہر زمین ادہر آسمان یعنی عالم ہستی ایک گردش مین ہے اور کسی رنگ کو قرار و ثبات نہین ہے - آسمان و زمین کو ایک

الٹا ہوا ورق کہنا نئی بات ہے - ادھر کچھ اور اُدھر کچھ اور -

میکدے مین ز دل افسردگی بادہ کشان موج مے مثل خط جام ہے ہر جا ماندہ

میکدے مین بادہ کشون کی دل افسردگی کی وجہ سے موج شراب خط پیالہ کے کی مانند منجمد اور بے حس ہو کر رہ گئی ہے اور اس مین ذرا بھی روانی نہین ہے یہ تمام میکشون کی افسردگی کا اثر ہے -

خواہش دل ہے زبان کو سبب گفت و بیان ہے سخن گرد ز دامان ضمیر افشاندہ

زبان کی گفتگو اور بیان دل کی خواہش کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی جب دل مین کوئی بات پیدا ہوتی ہو تو زبان اس کا اظہار کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سخن یعنی کلام نظم ایک گرد ہو جو دامان دل سے جھاڑی جاتی ہو - یعنی شعر نام ہے محض اظہار جذبات دل کا

کوئی آگاہ نہین باطن ہمدیگر سے ہے ہر اک فرد جہان مین ورق ناخواندہ

کوئی ایک دوسرے کے دلی بھیدون سے آگاہ نہین ہو - گویا دنیا کا ہر ایک فرد ایک ایسا ورق ہو جو دوسرے کے مطالعہ مین نہین آیا اور جسے دوسرے نے پڑھا نہین ہے -

حیف بے حاصلی اہل ریا پر غالب یعنی ہین ماندہ ز آنسو و ازین سو راندہ

اے غالب ریا کارون کی بے حاصلی پر بڑا افسوس ہے نہ بیچارون کو کچھ دنیا مین حاصل ہوتا ہے نہ دین مین - ازین سو راندہ و از ان سو درماندہ - گویا کہ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا - اس سے پہلا شعر بھی کچھ اسی قسم کا ہو جس سے شکایت مترشح ہوتی ہو معلوم ہوتا ہو کہ یہ غزل کچھ اثر لیکر کہی گئی ہے -

بسکہ مے پیتے ہین ارباب فنا دزدیدہ خط پیمانہ مے ہے نفس دزدیدہ

چونکہ ارباب فنا پوشیدہ طور پر مے پیتے رہتے ہین اس واسطے خط پیمانہ مے ان کا

نفس دزدیدہ بن گیا ہے یعنی پیمانہ مے مین یہ خط نہین ہو بلکہ ان کا وہ دم ہو جو انہون نے چرالیا ہو۔ یا یہ کہ ان کا نفس دزدیدہ بمنزلہ پیمانہ مے کے نشان کے ہے جو ان کے چھپ کر مے کشی کرنے کا نشان ہے ۔

بہ غرور طرح قامت رعنائی سرو　　طوق ہو گردن قمری مین رگ بالیدہ

سرو کے قد کی دلکشی اور رعنائی کو دیکھ کر قمری کو غرور پیدا ہو گیا ہے اور اس کی گردن کا طوق رگ بالیدہ یعنی رگ گردن (غرور) ہو گیا ہو یہی طوق غرور کا نشان ہے مطلب یہ ہو کہ قمری اپنے محبوب کی رعنائی اور زیبائی سے مغرور ہو رہی ہے ۔

کی ہو وا اہل جہان نے بہ گلستان جہان　　چشم غفلت نظر شبنم خور نادیدہ

اہل زمانہ نے باغ زمانہ مین اس شبنم کی طرح چشم غفلت کھولی ہو جو ہنوز پرتو خورشید سے محروم ہے یعنی چشم غفلت کھولی تو ضرور مگر کوئی نتیجہ نہین ملا۔ یا یہ کہ جیسے شبنم خور نادیدہ باغ مین چشم غفلت کھولتی ہے مگر پرتو خورشید فوراً ہی اس کو فنا کر دیتا ہو اسی صورت سے اہل جہان نے بھی گلستان عالم مین آنکھین کھول رکھی ہین مگر ہنوز مآل ہستی سے بے خبر ہین ۔

یاس آئینۂ پیدائی استغنا ہے　　نا امیدی ہو پرستار دل رنجیدہ

یاس آدمی کے سامنے ایک استغنا کا آئینہ لا کر رکھ دیتی ہے اور نا امیدی دل رنجور کی خدمت گزاری کرتی ہے یہ ایک مشہور مقولہ ہے کہ الیاس احد الراحتین یعنی یاس سے بھی ایک قسم کا آرام ہوتا ہے ۔ اسیطرح مرزا نے کہا ہے کہ یاس آدمی کو بے پروا بنا دیتی ہے اور نا امیدی دل کو مدد پہونچا دیتی ہے ۔

واسطے فکر مضامین متین کے غالب　　چاہئے خاطر جمع و دل آرامیدہ

مضامین متین کی فکر کے واسطے اے غالب آسودہ دل اور خاطر جمع چاہئے پریشانی خیال اور تکدر حواس مین مضمون آفرینی کیونکر ہو سکتی ہو اور آدمی کیا کر سکتا ہے ۔

جوشِ دل ہے نشہ ہائے فطرتِ بیدل نہ پوچھ　　قطرہ ہی میخانہ ہے دریائے ساحل نہ پوچھ

اس حالت میں کہ دل کا جوش ہے اسی کو دیکھ اور اسی کی واردات سُن بیدل کی فطرت کے نشے کو کیا پوچھتا ہے اس کا تو بہت بڑا درجہ اور مرتبہ ہے۔ جب قطرہ ہی ایک میخانہ ہے تو اس دریا کی واردات کیا سننا چاہتا ہے جس کا کہیں کنارا ہی نہیں ہے۔ بقول شخصے قیاس کن زگلستان من بہار مرا والا مضمون ہے۔

آبلہ پیمانۂ اندازۂ تشویش تھا　　اے دماغِ نارسا خمخانۂ منزل نہ پوچھ

پاؤں کا آبلہ آبلہ نہ تھا بلکہ اندازہ پریشانی رہنوردی کا ایک پیمانہ تھا جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ منزل کے پہونچنے تک ایسی ایسی لاکھوں صعوبتوں اور دشواریوں کا سامنا ہوگا۔ پس اس صورت میں اے دماغ نارسا خمخانہ منزل کی دشواریوں اور تکلیفوں کا کیا اندازہ بتایا جائے نہ معلوم آبلے کی طرح کتنے پیمانے بھرے گے۔ مطلب یہ ہو کہ اے دماغ آبلہ پا ہی سے دشواریوں کا اندازہ کر۔ منزل تک پہونچنے کی تکلیفوں کا تخمینہ دریافت نہ کر وہ تو بہت دور ہے۔

ہیں گشتن ہائے دل بزمِ نشاطِ گردباد　　لذتِ عرض کشادِ عقدۂ مشکل نہ پوچھ

دل کی کشادگی اور فراخی بگولے کی طرح محفل طرب سے مشابہ ہے جیسے اس کی کشادگی میں پریشانی ہی پریشانی ہے ایسے ہی میرے عقدۂ مشکل کے حل ہونے کا رنگ ہے لہذا اس کے کھلنے کی لذت کچھ نہ پوچھیے۔ ایک جگہ فرمایا ہے

تنگیِ دل کا گلہ کیا یہ وہ کافر دل ہے
کہ اگر جمع نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

نے صبا بال پری نے شعلہ سودائے جنون　　شمع سے جز عرض افسونِ گدازِ دل نہ پوچھ

نہ باد صبا کوئی سایہ پری کا کام کرتی ہے اور نہ شعلہ اس کے لئے سودائے جنون کا سامان ہے شمع سے کچھ نہ پوچھنا چاہئے کہ صبا اور شعلہ اس کے واسطے کیا کیا سامان

مہیا کرتے ہین اُس سے سوائے گداز دل کے فسون کے اور کچھ نہ پوچھ۔

ایک مژہ برہم زدن حشر دو عالم فتنہ ہے — یان سراغ عافیت جز دیدہ بسمل نہ پوچھ

ایک پلک مارنا دونون جہان کے فتنون کا حشر ہے۔ لہٰذا دنیا مین اگر تجھے عافیت اور آسودگی کا کھوج لگانا ہے تو صرف دیدہ بسمل سے اس کا پتہ لگا۔ اور دیکھ کہ ایک پلک جھپکانے مین کس قدر فتنے برپا ہوتے ہین اور کتنے فتنون کا حشر ہوتا ہے پلک کا جھپکانا ایک حشر سامانی کی کیفیت رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا وہ جگہ ہے جہان ہر چشم زدن مین سیکڑون فتنے مہیا ہوتے ہین اگر راحت کی تمنا ہے تو دیدہ بسمل سے اس کا پتہ لگا۔ کیونکہ یہان بس آنکھ بند کر لینا ہی باعث راحت ہے۔

تا تخلص جامہ شنگرفی ارزانی اسد — شاعری جز ساز درویشی نہین حاصل نہ پوچھ

پہلے قاعدہ تھا کہ دیوان وغیرہ لکھتے تھے تو تخلص رنگین روشنائی سے لکھا کرتے تھے جیسا کہ قدیمی لکھی ہوئی کتابون سے پتہ چلتا ہے اسی بنا پر شاعر کہتا ہے کہ شاعر کا تخلص تک جامہ شنگرفی پہنے ہوے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری نام ہے ساز درویشی کا اور یہ سراپا فقر ہی فقر ہے۔ اس لئے اس کا حاصل اور نتیجہ دریافت کرنا بے سود ہے۔

شکوہ و شکر کو ثمر بیم و امید کا سمجھ — خانہ آگہی خراب دل نہ سمجھ بلا سمجھ

کوئی شکوہ ہے تو وہ نتیجہ ہے بیم کا اور کوئی شکر ہے تو ثمرہ ہے امید کا۔ خدا اس دوربینی کا ستیاناس کرے اس نے جان کھا رکھی ہے۔ دل کیا ہے کمبخت ایک بلا ہے کہ ہر صورت مین ایک آفت کا سامنا ہے یعنی آگہی اور باخبری ہی دل کی ایک دشمن ہے جس کی بدولت ان زحمت ہائے ناروا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

وحشت درد بیکسی بے اثر اسقدر نہین — رشتہ عمر خضر کو نالہ نارسا سمجھ

خضر کی عمر کا رشتہ ایک نالۂ نارسا ہے ورنہ درد بیکسی کی وحشت اسقدر بے اثر نہین ہو سکتی

جس قدر کہ اُن کے رشتۂ عمر مین بے اثری ہے جس کا کوئی حاصل ہی نہین اسی سے معلوم ہوتا ہو کہ ان کی عمر محض ایک نالۂ بے اثر ہے ورنہ تنہائی کے درد کی وحشت خدا نخواستہ اس قدر کیون بے اثر ہونے لگی تھی اس کا پھر بھی کوئی نہ کوئی حاصل ہوتا ہے۔

شوق عنان گسل اگر درس جنون ہوس کرے　　جادۂ سیر دو جہان یک مژہ خواب پا سمجھ

اگر میرا شوق بیتاب درس جنون کی خواہش کرے تو ایک خواب پا مین دونون جہان کے جادہ کی سیر مخفی ہے۔ یا یہ کہ اگر میرا شوق بیتاب درس جنون لینا چاہے تو ایک پلک جھپکانے کی اس حالت مین جبکہ پاؤن سو جاتا ہو دونون جہان کی سیر کرسکتا ہے گویا وہی یک مژہ خواب پا اس کے لئے جادہ سیر دو جہان ہو۔ چونکہ حالت خواب مین مژہ جھپکانے کی ضرورت ہے لہذا خواب پا کے لئے بھی پلک کے جھپکانے کی ضرورت سمجھی گئی۔

گاہ بہ خلد امیدوار گہ بہ جحیم بیمناک　　گرچہ خدا کی یاد ہو کلفت ماسوا سمجھ

کبھی خلد کی امید ہوتی ہو اور کبھی دوزخ کا خوف ہوتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ خدا کی یاد مین بھی کلفت ماسوا شامل رہتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مومن کا ایمان خوف ورجا کے درمیان ہوا کرتا ہے۔

اے بہ سراب حسن خلق تشنۂ سعی امتحان　　شوق کو منفعل نہ کر ناز کو التجا سمجھ

اے وہ شخص کہ تو دوست کے حسن خلق کے دھوکے مین پڑا ہوا ہے اور سعی امتحان کا تشنہ ہو یعنی امتحان کی لایعنی تمنا مین مبتلا ہے کیون اپنے شوق کو شرمندہ کرتا ہو اس سے کوئی التجا کرنا بے سود اور بیکار ہو اور اگر تو یہی چاہتا ہو تو بس یہ کافی ہو کہ دوست کے ناز ہی کو اپنی التجا سمجھ لے باقی بے سود ہو۔

شوخی حسن و عشق ہے آئینہ دار ہمدگر　　خار کو بے نیام جان ہم کو برہنہ پا سمجھ

یہ سمجھ لے کہ حسن اور عشق کی شوخی ایک دوسرے کی خدمت گزار اور آئینہ دار ہین۔

نہ وہ اس سے غافل نہ یہ اُس سے لہذا جہاں تجھے کوئی خار نظر آئے وہاں اُس خار کو تیغ برہنہ سمجھ لے اور ہمارے متعلق یہی خیال کرے کہ ہم بھی وہیں برہنہ پا موجود ہیں کیونکہ رابطۂ عشق و حسن اسی کا متقاضی ہے۔

نغمۂ بیدلی اسد ساز فسانگی نہیں　　　بسمل درد خفتہ ہو گریۂ ماجرا سمجھ

اے اسد نغمہ بیدل یعنی کلام بیدل کوئی کہانی نہیں ہے یا کہانی کا کوئی سامان نہیں ہے بلکہ تجھے پہلے اُس درد پنہاں کو دیکھنا چاہئے جو اس میں پوشیدہ ہے اسی سے بسمل ہو جا اور اُن کے کلام کو نوحہ حال سمجھ تب اُس سے لذت اندوز ہو گا

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اے اسد زمانہ بیدلی کے مضمون کو ساز فسانگی نہ جان اور انھیں قصہ کہانی نہ سمجھ بلکہ یہ ایک درد خفتہ ہے اور گریہ ماجرا ہے اس سے سبق لے اور اس سے بسمل ہو جا۔

کلفت ربط این و آن غفلت مدعا سمجھ　　　شوق کرے جو سرگران محمل خواب پا سمجھ

این و آن - ما و شما - اپنا غیر - کی دوستی اور ربط کی خاطر جو کچھ تو تکلیف اٹھا رہا ہے اس کو اپنے مدعا کی غفلت سمجھ - اور کہیں آنے جانے کی زحمت بیجا گوارا نہ کر بلکہ اگر شوق تجھکو سرگران کرے تو اس سرگرانی کو یہ سمجھ لے کہ خواب پا کا محمل آیا ہے یعنی اس کو خواب پا سمجھ اور خیال کرے کہ تیرا پاؤں خواب اور آرام کا طلبگار ہے اور اس تمنائے لایعنی سے تجکو روکنا چاہتا ہے۔

جلوہ نہیں ہے درد سر آئینہ صندلی نکر　　　عکس کجا و کو نظر نقش کو مدعا سمجھ

آئینہ کے صندلی چوکھٹے کو آئینہ کی پیشانی پر صندل لگانے سے تعبیر کرکے کہتے ہیں کہ آخر آئینہ پر صندل کیوں لگاتا ہے اس میں تیرا جلوہ پڑتا ہے تو جلوہ تو جلوہ ہے کوئی درد سر نہیں ہے - عکس کہاں رکھا ہے اور نظر کہاں ہے یہ سب نقوش آئینہ کے لئے نقش مدعا ہیں لہذا تیری یہ فکر کہ تو اس کو صندلی کرتا ہے بیکار ہے۔

ہے خط عجز نا و تو اول درس آرزو ہے یہ سیاق گفتگو کچھ نہ سمجھ فنا سمجھ

آرزو کا پہلا درس عاجزی ہی ہے یعنی کوئی آرزو کرتے ہی عجز پیدا ہوتا ہے۔ گویا یہاں کی گفتگو کا سیاق سباق ہی یہ ہے کہ تمام چیزوں کو ہیچ اور لاشے تصور کر لیا جائے اور ماسوائے فنا کسی شے کو کچھ نہ سمجھا جائے۔

چربی پہلوئے خیال رزق دو عالم احتمال کل ہے جو وعدۂ وصال آج بھی اینڈا سمجھ

پہلوئے خیال اس قدر چرب ہوتا ہے کہ دونوں عالم کو اپنے اندر جذب کرنے کی قدرت اس میں موجود ہے لے میرے خدا جو وعدہ وصال کل کے لئے ہے اس کو آج بھی سمجھ لے خیال آج کو کل اور کل کو آج بنا سکتا ہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں جو بہت ہی قرین قیاس و عقل ہیں کہ گو پہلوئے خیال نہایت چرب اور قوی ہے اور ہمارا یہ خیال ہے کہ کل وصل ضرور ہوگا۔ مگر احتمالات اتنے ہیں کہ پہلوئے خیال کی چربی اُن کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ اس کو نوالہ کئے لیتے ہیں اور کھائے جاتے ہیں لہذا اے میرے خدا کل کے لئے جو وعدہ وصال اظہار کیا ہے اسی کو آج بھی سمجھ لے تاکہ احتمالات کے جھگڑوں سے میں پہلوئے خیال کو بچا لوں۔

نے سر برگ آرزو نے رہ و رسم گفتگو اے دل و جان خلق تو ہم کو بھی آشنا سمجھ

نہ ہمارے لئے کوئی سامان آرزو مہیا کیا جاتا ہے نہ ہم سے گفتگو کی رسم و راہ ہے۔ اے دنیا کے دل و جان بننے والے دنیا کی دلی مدعا کو پورا کرنے والے تو ہم کو آشنا سمجھ۔ ہم بھی تیرے چاہنے والوں میں ہیں ہم بھی تیرا خیال رکھتے ہیں لہذا تجھے ہمارا بھی خیال چاہیئے۔

پوچھے ہے حال اس انداز اس عتاب کیساتھ لبوں پہ جان بھی آجائیگی جواب کیسا

مدتوں کے بعد کسی تغافل شعار نے حال دل پوچھا ہے مگر نہایت غصہ کے لہجہ میں اور نہایت بری طرح اسی پر ایک آرزو مند پرسش حال کہتا ہے کہ خدا کے لئے حال پوچھ

مگر اس غصے کے لہجے میں نہ پوچھ اس قدر رنجیدہ بنا کر نہ پوچھ اس قدر عتاب نہ کر کہیں ایسا نہو کہ جواب کے ساتھ ہی ساتھ میری جان بھی لبون پر آ جائے۔

مجھے بھی تا کہ تمنا سے ہو نہ مایوسی　　　ملو رقیب سے لیکن ذرا حجاب کیساتھ

کوئی ستم شعار رقیب سے بھی نہیں ملتا اور اس سے بھی اسی طرح کشیدہ ہے جیسے کہ غالب سے اسی پر غالب کہتے ہیں کہ یہ انداز اور یہ تغافل تو آسنا ہمت شکن ثابت ہو رہا ہے کہ میں بھی مایوس تمنا ہوتا جاتا ہوں اور جو آرزوئیں ہیں وہ سب ختم ہو رہی ہیں ایسی حالت میں اپنی چھاتی پر پتھر رکھ کر رقیب کی سفارش کرتے اور کہتے ہیں کہ اس سے ملو تا کہ مجھے قطعی مایوسی نہو جائے مگر ذرا حجاب کے ساتھ ملو ورنہ اگر تم قطعًا اسی کے ہو کر رہ گئے تو وہ بھی میری مایوسی کا سبب ہوگا۔

نہو ہر زہ رواداری سعی بیہودہ　　　کہ دور عیش ہے مانا خیال و خواب کیساتھ

کیا بے فائدہ کوشش کر رہا ہے اور کیا بیکار عیش و راحت کی تمنا میں مشغول ہے اسے چھوڑ اگر عیش و آرام میسر ہوا بھی تو کیا ہے۔ زمانہ عیش کی ہستی بس اتنی ہی ہو جیسے خیال و خواب کی نہ ان کو قیام ہے اور نہ اس عیش و آرام کو ثبات ہے۔

بہر نمط غم دل باعث مسرت ہے　　　نمو ہے حسرت دل ہے ترے شباب کیساتھ

اگرچہ میں غم دل میں مبتلا ہوں مگر بہر طور میرا یہ غم دل میرے لئے باعث مسرت ہے کیونکہ جس قدر تیرا شباب ترقی کر رہا ہے اسی قدر میری حسرت دل بڑھ رہی ہے تو گویا اسکا نمو اس کے ساتھ اور اس کی ترقی اس کے ساتھ لازم و ملزوم ہو گئی ہے۔

سکون دل کو تعلق ہے اضطراب کیساتھ　　　پہلا مصرع اصل میں بالکل شکستہ حالت میں ہے پڑھا نہیں جاتا۔

لگاؤ اسکا ہے باعث قیام ہستی کا　　　ہوا کو لاگ بھی ہے کچھ مگر حباب کیساتھ

ہوا پانی میں ایک گرہ لگا دیتی ہے اسی سے بلبلا بنتا ہے اور ہوا ہی بلبلے کو فنا کرتی ہے

شعر کا مطلب ان دونون باتون کو سمجھنے کے بعد کچھ دشوار نہین رہتا۔

ہزار حیف کہ آشنا نہین کوئی غالب جو جاگنے کو ملا دیوے آکے خواب کیساتھ

عاشق شب فراق مین بے قرار ہے ادھر رات کی تاریکی ہے درازی ہے اور ادھر کرب ہے بے قراری ہے نہ دل مین قرار ہے نہ آنکھون مین نیند ہے چارون طرف سے ہزارون رنجون اور پریشانیون کا سامنا ہے اس وقت گھبراتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاے زمانہ بھرا ہوا ہے تو ہوا کرے اس سے کیا حاصل ہے کیا فائدہ میرے درد دل کی داد دینے والا کوئی نہین۔ میری بیداری کو نیند کے ساتھ کوئی نہین ملا سکتا۔ یہ نہایت ہی عمدہ شعر کہا ہے نہایت گہرا خیال ہے۔

ردیف (ی)

دل ہی نہین کہ منت دربان اٹھایئے کس کو وفا کا سلسلہ جنبان اٹھایئے

پہلے درِ دلدار پر جاکر دربانون کے ناز نخرے اس لئے برداشت کرتے تھے کہ دل مجبور کرتا تھا مگر اب بدقسمتی سے دل ہی نہین ہے پھر آخر دربانون کے غمزے کیون اٹھائین اور کس کو وفا کا سلسلہ جنبان ٹھہرائین۔

تا چند داغ بیٹھے نقصان اٹھایئے اب چار سوے عشق سے دوکان اٹھایئے

کہان تک داغ ہو کر بیٹھے ہوے نقصان اٹھایا کرین بہتر یہ ہے کہ عشق کے اطراف سے اپنی دوکان بڑھا دین اور اس حد مین قدم ہی نہ رکھین۔

ہستی فریب نامۂ موج سراب ہے یک عمر ناز شوخی عنوان اٹھایئے

جس کو ہستی سمجھ رہی ہو وہ ایک فریب نامہ ہے موج سراب کا یعنی اس خط فریب آلود مین دھوکہ ہی دھوکہ ہے اور اصل مین کچھ بھی نہین جیسے کہ موج سراب صرف

دہوکے کی ٹٹی ہوتی ہے۔ ایسے ہی ہستی بھی ہر اس موج سراب مین جو ایک فریب نامہ سے مشابہ ہے صرف عنوان ہی عنوان ہے (موج سراب کو عنوان کہا گیا ہے) عمر بھر اسی عنوان کے پھیر مین پڑے رہے۔

ضبط جنون سے ہر سر مو ہے ترانہ خیز   یکنا لہ بیٹھے تو نیستان اٹھایئے

جنون کے ضبط کرنے سے میرے جسم کے ہر بال سے ایک ترانہ نکل رہا ہے اور یہ کیفیت ہو گئی ہے کہ اگر تھوڑی دیر بیٹھئے تو ایک نیستان کی کیفیت آ جائے گی۔

طرز خراش نالہ سے رشک نمک اثر   لطف کرم بدولت مہمان اٹھایئے

اشک نمک اثر طرز خراش نالہ کی بدولت ہین ایسی حالت مین گویا یہ لطف و کرم مہمان کی وجہ سے اٹھا رہے ہین۔ اور یہان مہمان سے مراد نالہ ہے۔

کیا پوچھے ہو بر خود غلطی ہاے عزیزان   خواری کو بھی اک عار ہو عالی نسبون سے

جو عالی نسب واقع ہوئے ہین ان عزیزون کی غلطیان کیا پوچھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ان سے خواری کو بھی عار ہے وہ بھی ان کے پاس نہین آتی۔

گو تم کو رضا جوئی اغیار ہے لیکن   جاتی ہو ملاقات کب ایسے سببون سے

ہر چند کہ تم غیر کے ہو کر رہ گئے ہو اور شب و روز اسی کی رضا جوئی مین مصروف رہتے ہو اور اس سے سمجھتے ہو کہ مین اب تمھاری محبت کو ترک کر دون گا مگر یہ صرف تمھارا خیال ہے۔ محبت ایسی بلا ہے جو رشک پر غالب ہے۔ میری ملاقات ایسے سببون سے ترک نہین ہو سکتی۔ حکیم مومن خان کہتے ہین ؎

مومن

ہے شب وصل غیر بھی کاٹی
تو مجھے آزمائے گا کب تک

داغ

عدو کے ساتھ ہی آئین وہ خیر وقت اخیر
وہ اب کرینگے گوارا جو عمر بھر نہ گیا

مت پوچھ اسد وعدۂ کم فرصتی زیست　　دو دن بھی جو کاٹے تو قیامت تعب سے

اے اسد کم فرصتی زیست کے وعدہ کی کیفیت کیا پوچھتا ہی - بس کچھ نہ پوچھ حقیقت یہ ہی کہ ہم نے یہ زندگی کے دو دن بھی قیامت کے رنج و غم اٹھا اٹھا کر گزارے ہین -

مجھے معلوم ہی جو تو نے میرے حق مین سوچا ہے　　کہین ہو جاے جلد اے گردش گردون دون وہ بھی

اے گردش زمانہ جو تو نے میرے حق مین سوچا ہی اور جس درجہ پر تو مجکو پہونچانا چاہتی ہے وہ بھی معلوم ہے خیر یہ سب کچھ مجھے گوارا ہے اور اب میرے لئے وہ کوئی نئی بات نہین ہی خدا کرے وہ بھی جلد ہو جاے اور اس تکلیف بیم و رجا سے نجات پاؤن -

بے تکلف در بلا بودن بہ از بیم بلاست

نظر راحت پہ میری کر نہ وعدہ شب کے آنیکا　　کہ میری خواب بندی کیلئے ہوگا فسون وہ بھی

للّٰہ میری راحت کو برباد نہ کر مجھ سے شب کے آنے کا وعدہ نہ کر تیرا یہ وعدہ میری خواب بندی کا منتر ہو جاے گا اور مجھے شب بھر نیند نہ آے گی مین پریشان رہون گا -

صد رنگ گل کترنا در پردہ قتل کرنا　　تیغ ادا نہین ہی پابند بے نیامی

تیغ ناز سو سو طرح کے گل کھلاتی ہی اور پردہ مین رہ کر قتل کرتی ہی اُسکے واسطے کچھ اس بات کی ضرورت نہین ہی کہ وہ بے نیام ہو تب کوئی کام کرسکے بلکہ وہ پردہ مین رہ کر یہ قیامت ڈہاتی ہی -

طرف سخن نہین ہی مجھ سے خدا نکردہ　　ہی نامہ بر کو اس سے دعواے ہم کلامی

خدانخواستہ وہ مجھ سے بالمقابل ہو کر بات نہین کرتا بلکہ میرے قاصد کو اس سے البتہ ہم کلامی کا دعوی ہی -

طاقت فسانۂ باد اندیشہ شعلہ ایجاد　　اے غم ہنوز آتش اے دل ہنوز خامی

حالت یہ ہے کہ طاقت ایک افسانہ یاد ہوگئی یعنی طاقت طاق ہوگئی اندیشہ اور فکر میں تجلیوں کا عالم پیدا ہوگیا تو کیا اے غم اب تک تجھے آگ کی ضرورت ہے اور اے دل کیا اب تک تجھ میں خامی باقی ہو۔

ہر چند عمر گزری آزردگی میں لیکن	ہے شرح شوق کو بھی جوں شکوہ ناتمامی

اگرچہ رنج و غم میں عمر گزر گئی ہے مگر شرح شوق ہنوز اس طرح ناتمام ہو جیسے کہ شکوہ ناتمام ہے غرضکہ نہ شکوۂ غم میرا پورا ہوا نہ شوق کی طرح عمر پوری ہو سکی۔ اور عمر آزردہ رہتے رہتے ختم ہوگئی۔

ہے یاس میں اسد کو ساقی سے بھی فراغت	دریا سے خشک گزرے مستوں کی تشنہ کامی

ناامیدی میں اسد کو ساقی کی بھی ضرورت نہیں رہی اور اس سے بھی فارغ ہوگیا گویا مستوں کی تشنہ کامی دریا سے خشک گزر گئی۔

دہلی کے رہنے والو اسد کو ستاؤ مت	بیچارہ چند روز کا یہاں میہمان ہے

مرزا کا اصلی مولد و مسکن آگرہ تھا اسی بنا پر فرماتے ہیں کہ اے دلی کے رہنے والو غریب اسد کو کیوں ستا رہے ہو اس کو پریشان نہ کرو غریب ہو مسافر ہو چند روز کا مہمان ہے پھر تم کہاں یہ کہاں۔

گر مصیبت تھی تو غربت میں اٹھا لیتے اسد	میری دہلی ہی میں ہونی تھی یہ خواری ہائے ہائے

اے اسد اگر مصیبت تھی تو پردیس میں اٹھا لیتے کوئی نہ جانتا اور کسی کو نہ معلوم ہوتا مگر بڑی مصیبت یہ ہے کہ میں وطن میں یعنی دلی میں خوار ہوا۔ افسوس افسوس۔ مرزا نے اس خیال کو یوں بھی لکھا ہے ؎

مجکو دیار غیر میں مارا وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

دوسرے شعرا نے بھی اس خیال کو بہت ہی لطیف پیرایے میں لکھا ہے۔

کیا غم ہے اس کو جسکا علی سا امام ہو — اتنا بھی اے فلک زدہ کیوں بے حواس ہے

بالکل صاف شعر ہے چونکہ مروجہ پوری غزل میں سے ایک یہی شعر رہ گیا تھا لہذا لکھدیا گیا۔

پہلو تہی نہ کر غم و اندوہ سے اسد — دل وقف درد کر کہ فقیروں کا مال ہے

اے اسد رنج و غم سے پہلو تہی نہ کر اور دل کو نہ بچا بلکہ اس کو درد کے لئے وقف کر دے کیونکہ یہ مال فقیروں کا ہے اور وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا یعنی جہاں تک ممکن ہو رنج و غم سہو دل کی ہستی اسی لئے ہے

نظر بہ نقص گدایاں کمال بے ادبی ہے — کہ خار خشک کو بھی دعوے چمن نسبی ہے

فقیروں کے عیوب پر نظر کرنا عین بے ادبی ہے اس واسطے کہ خار خشک اگرچہ بذاتہ کچھ بھی نہیں مگر اس کا بھی یہ دعوی ہے کہ میں نے بھی چمن ہی میں نشو و نما پائی تھی اور چمن سے میرا سلسلہ قرابت ہے اسی طرح فقیر بھی خدا کے بندے ہیں ان کو برا سمجھنا اور برا کہنا سزاوار نہیں ہے

ہوا وصال سے شوق دل حریص زیادہ — لب قدح پہ کف بادہ جوش تشنہ لبی ہے

وصل ہونے کے بعد دل حریص کا شوق اور زیادہ ہو گیا گویا کہ پیالہ جس کا شراب سے وصل ہو گیا اس کے جھاگ اس کے جوش تشنہ لبی کی دلیل ہیں مطلب یہ ہے کہ وصل کے بعد بھی عاشق کا جوش و خروش کم نہیں ہوتا بلکہ وہ اور بڑھتا یا بدستور قائم رہتا ہے اسی خیال کو ایک جگہ یوں ظاہر کیا ہے ؎

گر ترے دل میں ہو خیال وصل میں شوق کا زوال
موج محیط آب میں مارے ہے دست و پا کہ یوں

خوشا وہ دل کہ سراپا طلسم بے خبری ہو — جنون و یاس و الم رزق مدعا طلبی ہے

وہ دل بڑا اچھا ہے جو سراسر بے خبری کا طلسم بنا ہوا ہو نہ اسے کسی راحت کا علم ہو اس کا ہو اور نہ مسرت کا یہ جنون اور ناامیدی دراصل مدعا طلبی کے حیلے بہانے ہیں جب تک کہ یہ

دل مین موجود ہین اُس وقت تک عشق کا کمال نہین ہوسکتا۔

چمن مین کس کی یہ برہم ہوئی ہی بزم تماشا — کہ برگ برگ سمن شیشہ ریزہ حلبی ہے

چمن مین چمبیلی کے پہولون کی پتیان دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہی کہ یہ شیشہ کے ٹکڑے ہین اس کے بعد یہ گمان پیدا ہوتا ہی کہ یہ ٹکڑے شیشہ شراب کے ہین اسپر حیرت و استعجاب کے عالم مین خیال آتا ہی کہ اے میرے خدا یہ کس کی محفل برہم ہوگئی ہے کہ شیشون کے ریزے پڑے ہوے ہین۔ قاعدہ ہی کہ بعد شراب پینے کے یا محفل برہم ہونے کے شیشہ شراب کے ٹکڑے پڑے رہ جاتے ہین جنھین شرابی حالت نشہ مین پھینک دیا کرتے ہین اسی سے بزم تماشائی برہمی کا خیال آیا ہی۔

امام ظاہر و باطن امیر صورت و معنی — علی ولی اللہ جانشین نبی ہے

یہ شعر بھی عقائد کے متعلق ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مدح مین کہا گیا ہے۔

ظاہر ہی طرز قید سے صیاد کی غرض — جو دانہ دام مین ہی سو اشک کباب ہے

صیاد نے جس صورت سے ہم کو قید رکھا اسی سے اس کی غرض ظاہر ہوتی ہے اس واسطے کہ دام مین جو دانہ ہم دیکھ رہے ہین وہ اس اشک کی صورت مین ہی جو حالت برشتگی مین کباب سے نکلتا ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ سیکڑون ہمارے ہم جلیس اس قید مین پڑے ہین اور کباب ہوکر رہ گئے ہین جن کے اشک ابتک موجود ہین گمان غالب ہے کہ یہی معاملہ ہمارے ساتھ پیش آے گا اور ہمارے اس طرح سے

قید کرنے کی غایت یہی ہی۔

بے چشم دل نہ کر ہوس سیر لالہ زار — یعنی یہ ہر ورق ورق انتخاب ہے

جب تک کہ چشم دل بینا نہو اس وقت تک لالہ زار کی سیر کی تمنا نہ کر یہ سمجھ لے کہ چمن کا ہر ورق ایک ورق انتخاب ہی۔ اس کو چشم دل دیکھ۔

ہے پیچ و تاب رشتۂ شمع سحرگہی　　خجلت گدازی نفس نارسا مجھے

میرا ہر نفس نارسا میرے واسطے ایسا ہو گیا ہے جیسے کہ شمع کی بتی کو صبح کے وقت ایک پیچ و تاب ہوتا ہے نفس کی تشبیہ رشتۂ شمع سحرگہی کے پیچ و تاب سے نہایت بدیع ہے۔

واں رنگہا بہ پردۂ تدبیر ہیں ہنوز　　یاں شعلۂ چراغ ہے برگ حنا مجھے

وہاں پردہ تدبیر میں رنگینیاں کی جا رہی ہیں اور یہاں یہ حالت ہے کہ چراغ کے شعلہ کا مجھے برگ حنا پر گمان ہوتا ہے یعنی کسی تدبیر کی ضرورت نہیں ہے اور ہر تدبیر میرے لئے الٹی ہو رہی ہے۔

پرواز ہا نیاز تماشائے حسن دوست　　بال کشادہ ہے نگہ آشنا مجھے

حسن دوست کے لئے پرواز بطور نیاز پیش کئے جاتے ہیں اسی لئے میری نگہ آشنا جو اسکے نظارہ سے کامیاب ہے میرے واسطے بازوئے کشادہ کا کام دیتے ہیں۔

از خود گزشتگی میں خموشی پہ حرف ہے　　موج غبار سرمہ ہوئی ہے صدا مجھے

میری از خود رفتگی اور از خود گزشتگی سے دنیا میری خموشی کے مطلب کو سمجھ گئی اور اس لئے میری خموشی پر الزام آگیا۔ یعنی سکوت داستان خوان مصیبت بن گیا۔ اسی لئے موج غبار سرمہ جو خموشی ہے وہ میرے لئے صدا بن گئی ہے۔

تا چند پست فطرتی طبع آرزو　　یا رب ملے بلندی دست دعا مجھے

اے خدا آرزو کی پست فطرتی طبع کا میں کب تک اور کہاں تک متحمل ہوں اتو میرے خیالات کو ایسی بلندی عطا کر کہ جیسے دست دعا کو عطا کی ہے آرزو خود پست فطرت ہے یا آرزو کا پیدا کرنا پست فطرتی ہے اس واسطے میں نہیں چاہتا کہ اب میرا اس سے سابقہ رہے۔

یکبار امتحان ہوس بھی ضرور ہے   اے جوش عشق بادۂ مرد آزما مجھے

اے جوش عشق تو مجھے بوالہوس تو ضرور قرار دیتا ہے اور جب میں تجھ سے طلب بادہ کرتا ہوں تو یہ کہکر ٹال دیتا ہے کہ یہ کچھ نہیں یہ صرف ہوس ہے۔ مگر خیر ایک مرتبہ اس ہوس کا امتحان تو کرلے ذرا آزما کر تو دیکھ کہ میری اس ہوس کا درجہ بھی تو دیکھ لے۔

میں نے جنوں سے کی جو اسدؔ التماس رنگ   خون جگر میں ایک ہی غوطہ دیا مجھے

اے اسد میں نے جنون سے جو رنگ کے لئے التماس اور تمنا کی تو اس نے مجھکو خون جگر میں ایک غوطہ دیا۔ رنگ سے تنوع معنی پیدا ہوتا ہے نہ معلوم یہ چاہا تھا کہ مجھے بھی کوئی رنگ عنایت کر۔ نہ معلوم یہ خواہش تھی کہ میرا رنگ رفتہ مجھے واپس کر۔ بہرحال رنگ کے معنی کوئی خاص مقرر نہیں کر سکتے۔ اس کا خون جگر میں غوطہ دینا بھی نہایت لطیف ہے ہوسکتا ہے کہ اس نے مجھے یہ رنگ عنایت کیا اور ہوسکتا ہے کہ سزا دی۔

کہوں کیا گرمجوشی میکشی میں شعلہ رویاں کی   کہ شمع خانۂ دل آتش مے سے فروزاں کی

کیا پوچھتے ہو اس گرمجوشی کا حال جو شعلہ رویوں نے حالت میکشی میں ظاہر کی ہے گرمجوشی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ دل کی آگ کو شراب کی آگ سے روشن کیا اور یہ انتہا گرمجوشی ہے اس شعر میں بھی دل کی آگ روشن کرنا دونوں طرف منسوب ہوسکتا ہے یا یہ کہ ہماری آتش شوق کو بھڑکا دیا۔ یا یہ کہ اپنی دل کی شمع کو جلا دیا۔ میرے نزدیک قوی امکان آتش عشق کا بھڑکانا ہے اور موخر الذکر معنی میں صرف ایک مناسبت شعلہ رو کی ہے باقی کچھ نہیں۔

ہمیشہ مجکو طفلی میں بھی مشق تیرہ روزی تھی   سیاہی ہے مرے ایام میں لوح دبستاں کی

میں وہ بدنصیب ہوں کہ بچپن ہی سے تیرہ روزی کی مشق کرتا رہا ہوں اور میرے ایام کی تیرگی اور سیاہی وہ ہے جو لوح مشق پر مکتب میں میرے مشق میں صرف ہوتی تھی اس سے مطلب صرف اتنا نکلتا ہے کہ میں بدنصیب ازلی یا بدقسمت فطری ہوں۔

ورتنغ آہ سحرگہ کار باد صبح کرتی ہے — کہ ہوتی ہے زیادہ سرد مہری شعلہ رویانکی

افسوس کہ میری آہ گرم سحر بھی شعلہ رویون کے دل مین کوئی گرم جوشی پیدا نہین کرتی
بلکہ اس مین بھی نسیم صبح کا اثر ہے اور ان شمع رویون مین اور سرد مہری کا اثر پیدا کرتی ہے

مجھے اپنے جنونکی بے تکلف پردہ داری تھی — لیکن کیا کرون آئے جو رسوائی گریبان کی

مین بے تکلف اپنے جنون کی پردہ داری کر رہا تہا مگر کیا کیا جائے گریبان کے رسوا
ہونے کی نوبت آئی اور اسی سے مجھے بھی رسوا ہونا پڑا۔

ہنر پیدا کیا ہی مین نے حیرت آزمائی مین — کہ جوہر آئینہ کا ہر پلک ہے چشم حیران کی

مین نے حیرت آزمائی مین ایک ہنر پیدا کیا ہے میری چشم حیران کی ہر پلک آئینہ کا
جوہر بن گئی ہے اور یہی ہنر ہے چشم حیران بمنزلہ آئینہ کے ہے اور مژگان جوہر کی طرح ہے۔

خدایا کس قدر اہل نظر نے خاک چھانی ہے — کہ ہین صد رخنہ جون غربال دیوارین گلستانکی

خدایا اہل نظر کہان کہان خاک چھانتے پھرا کئے ہین اور انہون نے سیر گلستان مین
کتنی خاک اڑائی ہے کہ باغ کی دیوارین چھلنی ہو گئی ہین جو ان کی کاوش نظر کا پتہ
دے رہی ہین۔

ہوا شرم تہیدستی سے وہ بھی سرنگون آخر — بس اے زخم جگر اب دیکھ لی شورش نمکدانکی

تہیدستی کی شرم سے وہ بھی سرنگون ہو گیا اور اس نے بھی گردن جھکا لی اے زخم جگر
بس نمکدان کی شیخی دیکھ لی کہ یا تو ان شور اشوری پا یا مین بے نمکی۔ یعنی ہمارے زخم پر
اس قدر نمک چھڑکا گیا کہ وہ عاجز ہو کر سرنگون ہو گیا۔

بیاد گرمی صحبت برنگ شعلہ دہکے ہے — چھپاؤن کیونکہ غالب سوزش داغ نہانکی

داغ دل صحبت ہائے گزشتہ کی یاد مین برابر شعلہ کی مانند دہکتا رہتا ہے اے غالب مین

اپنے زخم کی سوزشین کیونکر چھپاؤن اور کیسے پوشیدہ رکھون وہ چھپنے کے قابل ہی نہین ہے دیکھنے والے دیکھ کر ہی اس کی حالت کا اندازہ کر لیتے ہین۔

نہ کھینچ اے سعی دست نارسا زلف تمنا کو پریشان تر ہے موے خامہ سے تدبیر مانی کی

اے دست نارسا کی کوشش کیون بیکار زلف تمنا کے نقش بنا رہی ہی تجھ سے یہ نہین ہو سکتے کیا تجھے یہ معلوم نہین ہے زمانی ایسا چابک دست بھی اتنا عاجز ہے کہ موے قلم سے زیادہ اس کی تدبیر اس جگہ بیکار اور پریشان ہوتی ہے موے قلم سے وہ بال مراد ہین جو مصورون کے موقلم مین ہوتے ہین۔

اسد کو بوریے مین دھر کے پھونکا موج ہستی نے فقیری مین بھی باقی ہے شرارت نوجوانی کی

موج ہستی نے اسد کو بوریے مین رکھ کر پھونک دیا اس شعر مین موج ہستی کو بلحاظ موج بوریا کہا گیا ہی یعنی اسد کو خود اسی کی ہستی نے تباہ و برباد کر دیا اس وجہ سے کہ وہ موج ہستی مشابہ ہے بوریا سے لہذا اسد کو بھی فقیر کہہ سکتے ہین مگر موج ہستی کا اس طرح پھونکنا پتہ دیتا ہے کہ اس مین نوجوانی کی شرارت باقی ہے شرارت اور پھونکنے مین بوجہ شرر ایک مناسبت لفظی و معنوی موجود ہے نوجوانی کی شرارت سوز عشق ہے

بجز دیوانگی ہوتا نہ انجام خود آرائی اگر پیدا نہ کرتا آئینہ زنجیر جوہر کی

خود آرائی کا انجام دیوانگی ہوتا ہی مگر آئینہ نے جوہر سے ایک زنجیر تیار کر رکھی ہے جو اس جنون اور اس وحشت کی روک تھام کئے ہوے ہے۔

غرور لطف ساقی نشۂ بیباکی مستان نم دامان عصیان ہے طراوت موج کوثر کی

لطف ساقی کے غرور نے مستون پر بیباکی کا ایک نشہ چڑھا دیا ہے اور ان کو بیباک بنا دیا ہے اب حالت یہ ہے کہ وہ طراوت موج کوثر کو صرف دامان عصیان کی نمی سمجھتے ہین یعنی کوثر کوئی چیز ہی نہین ہے ان کے دامان تر کی نمی ہے یہ غرور اور یہ سمجھنا نتیجہ ہے ساقی کے لطف کا۔ ایسا ہی یہ شعر میر درد کا ہے

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

مرا دل مانگتے ہیں عاریت اہل ہوس شاید — یہ جانا چاہتے ہیں آج دعوت میں سمندر کی

اہل ہوس عاریتاً مجھ سے میرے دل کی تمنا رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مانگا ہوا اپنا دل ہیں اُن کو ویدیں تو وہ سمندر کی دعوت میں ہو آئیں۔ سمندر اگر یہاں اُس کیڑے سے مراد ہے جسے بتایا جاتا ہے کہ آگ میں پیدا ہوتا ہے تو دل کی ضرورت بلحاظ اس کی سوزناکی کے ہے اور اگر سمندر سے مراد دریا ہو تو دریا دلی کی وجہ سے دل کی ضرورت ہے مگر پہلا خیال زیادہ قرین قیاس اور درست ہے۔

اسد جز آب بخشیدن ز دریا خضر کو کیا تھا — ڈبوتا چشمۂ حیواں میں گر کشتی سکندر کی

اے اسد سوا اس کے کہ دریا کا تھوڑا سا پانی خرچ ہو جاتا اور خضر کا کیا بگڑتا اگر سکندر کی کشتی چشمۂ حیوان میں ڈبو دیتا یعنی جب کشتی ہی ڈبونا تھی تو آب حیوان میں کشتی ڈبوتا۔ یہاں بھی لفظ کشتی میں ایک ایہامی لطف ہے۔

ہوا ہے مانع عاشق نوازی ناز خود بینی — تکلف برطرف آئینۂ تمیز حائل ہے

معشوق کی خودی اور خود بینی کا ناز عاشق نوازی کا مانع ہو گیا ہے اور آئینۂ تمیز درمیان میں حائل ہے یعنی اس کا یہ سمجھ لینا کہ یہ عاشق ہے اور اس سے ناز پیدا ہونا ایک آئینہ حائل کا کام دے رہا ہے۔

بسیل اشک لخت دل ہے دامن گیر مژگاں کا — غریق بحر جویائے خس و خاشاک ساحل ہے

آنسوؤں کی سیل میں جو دل کے ٹکڑے بہے ہوئے چلے آتے ہیں وہ پلکوں کا دامن پکڑتے ہیں۔ گویا کہ ڈوبنے والے تنکے کا سہارا ڈھونڈ رہے ہیں۔

بہا ہے یاں تک اشکوں میں غبار کلفت خاطر — کہ چشم تر میں ہر اک پارۂ دل پائے در گل ہے

اشکون کے ساتھ اس قدر میرے دل کا غبار کلفت نکلا ہے کہ میری آنکھ سے ہر ایک وہ
دل کا ٹکڑا جو رونے مین آنکھون تک آیا ہے کیچڑ مین پھنسا ہوا ہے یعنی ادھر غبار
کلفت اور ادھر آب اشک یہ دونون مل کر خاصی کیچڑ ہو گئی ہے۔

نکلتی ہے تپش مین بسملونکی برق کی شوخی　　غرض اب تک خیال گرمی رفتار قاتل ہے

برق کی شوخی جو پائی نکلتی ہے وہ بسملون کی تپش کے انداز مین نکلتی ہے معلوم ہوتا ہے
کہ اس وقت تک بسملون کو گرمی رفتار قاتل کا خیال لگا ہوا ہے

رنگ نے گل سے دم عرض پریشانی بزم　　برگ گل ریزۂ مینا کی نشانی مانگے

حال پریشانی بزم کے اظہار کے وقت رنگ نے پھولون سے انکی پتیان مانگ لین
تاکہ اس سے شیشے کے ان ٹکڑون کا جو محفل مین ٹوٹنے کے بعد پڑے رہ جاتے ہین
نقشہ کھینچکر اہل محفل کو دکھاوے۔ رنگ سے مراد رنگ گل یعنی گل جو پھولون کی پتیون
پر ہے وہ یہ پتیان لیکر ان ٹوٹے ہوے مینا سے مے کے ٹکڑون کی تصویر دکھا رہا ہے
جو پریشانی بزم عشرت کے وقت بزم مین پائے جاتے ہین۔

آمد خط سے نہ کر خندۂ شیرین کہ مباد　　چشم مور آئینۂ دل نگرانی مانگے

آمد خط کی وجہ سے خندۂ شیرین نہ کر کہین ایسا نہو کہ چشم مور بھی آئینہ دل نگرانی طلب
کرنے لگے یعنی خط کے حسن پر تیرا خوش ہونا اس بات کا خوف دلاتا ہے کہ چشم مور بھی جو
کسی قابل نہین آئینہ دل نگرانی کیلیے طلب کرے چشم مور سے مراد وہی سبزۂ خط ہے۔

ہون گرفتار کمین گاہ تغافل کہ جہان　　خواب صیاد سے پرواز گرانی مانگے

مین اس کمین گاہ تغافل مین جاکر گرفتار ہوا ہون جہان پرواز خواب صیاد
سے گرانی مانگ کر آرام یا ماندگی کی تمنا مین رہتا ہے پھر اس کمین گاہ کی سختی کی حا
ہی پوچھنا بیکار ہے جہان پرواز بھی آرام کا مستدعی اور طلبگار ہے۔

وحشت شور تماشا ہے کہ جون نکہت گل　　نمک زخم جگر بال فشانی مانگے

شور تماشا کی وہ وحشت ہی کہ زخم سی جو گل کی طرح ہی نمک زخم نکہت گل کی مانند اڑا جاتا ہے۔

وہ تپ عشق تمنا ہی کہ جون رشتۂ شمع　　شعلہ تا نبض جگر ریشہ دوانی مانگے

مجھے اس تپ عشق کی خواہش ہی کہ جس مین یہ خاصیت ہو کہ شعلۂ غم نبض جگر تک ریشہ دوانی کرتا چلا آئے جیسے کہ رشتۂ شمع کے سوز کی ریشہ دوانی اس کی انتہا تک ہوا کرتی ہے۔

گر ملے حضرت بیدل کا خط لوح مزار　　اسد آئینۂ پرواز معانی مانگے

اگر حضرت بیدل کا لوح مزار کہین مل جائے تو اسد اسی سے آرایش معانی کے لئے آئینہ مانگے یعنی اسی سے اکتساب فیض کرے۔

سر نشۂ گردش اگر کیفیت افزا ہو　　نہان ہر گرد باد دشت مین جام سفالی ہے

اگر نشۂ گردش کا سرور کوئی کیفیت پیدا کرے تو پھر جنگل کے ہر بگولے مین ایک جام سفالی نظر آئے کیونکہ وہ بھی ہر وقت گردش مین ہی۔ مطلب یہ ہی کہ گردش کے لطف کو چونکہ تو نے نہین سمجھا اس لئے اس کے سرور سے واقف نہین۔

عروج نشہ ہی سر تا قدم قد چمن رویان　　بجائے خود وگرنہ سرو بھی مینائے خالی ہی

اصل یہ ہی کہ معشوقون کا قد سر سے پاؤن تک عروج نشے کی کیفیت پیدا کرتا ہی اور اسی سے اس کو عروج نشے کا لطف حاصل ہوتا ہی۔ ورنہ اگر قد ہی پر صرف دلکشی اور لطافت کو منحصر کہا جائے تو ہر سرو بھی ایک مینائے خالی معلوم ہوتا ہی بات ہی کیا رہی صرف یہ فرق باعث دلکشی و بالیدگی انبساط ہے۔

ہوا آئینہ جام بادہ عکس روئے گلگون سے　　نشان خال رخ داغ شراب پرتگالی ہی

میرے محبوب کے عکس رخ سے آئینہ جام بادہ بن گیا کیونکہ وہ گلگون تھا اور شراب بھی

گلگون ہوتی ہو تو اس عکس کے پڑنے سے یہ معلوم ہوا کہ شیشہ مین شراب بھری ہوئی ہو اور اس کے خال رُخ کے عکس سے یہ گمان گزرتا ہو کہ پیالہ مین شراب پرنگالی کا داغ لگا ہوا ہے۔

بے پا خامۂ مُو طے رہِ وصفِ کمر کیجیے کہ تارِ جادہ سر منزل نازک خیالی ہو

چاہیے کہ محبوب کے وصفِ کمر کی راہ کو مو قلم کے پاؤن سے طے کرین کیونکہ اس کی کمر سر منزل نازک خیالی کا ایک جادہ ہو لہذا بغیر پائے خامۂ مو کے طے ہونا محال ہو۔

اسد اٹھنا قیامت قامتوں کا وقتِ آرائش لباسِ نظم مین بالیدنِ مضمونِ عالی ہو

اے اسد جب یہ محبوبان قیامت قامت آرائش کے وقت کھڑے ہوتے ہین تو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ کوئی مضمون عالی نظم کے سانچے مین ڈھل کر بڑھ گیا اور بلند سے بلند تر ہو گیا ہے۔

بہشتی ہو اہلِ خاک کو ابرِ بہاری سے زمین جوشِ طرب سے جامِ لبریز سفالی ہو

اہل زمین کالی گھٹائین دیکھ دیکھ کر مست ہو رہے ہین اور زمین خوشی اور مسرت کے جوش کی وجہ سے بھرا ہوا سفالی جام معلوم ہوتی ہو۔

اسد مت رکھ تعجب خرد ماغی ہا منعم کا کہ نامردی بھی شیرافگن میدانِ قالی ہے

اے اسد اگر دولت مند کچھ خرد ماغ واقع ہوا ہو تو اس سے تعجب نہ کر تعجب کی بات نہین ہو کیونکہ یہ نامرد تو قالین کے میدان کا شیر افگن ہو لہذا اس کو بھی خرد ماغ ہونا چاہیے۔ قالین پر شیر وغیرہ کی تصویرین ہوتی ہین اور منعم قالین پر بیٹھا ہوا ہے اسلئے اسکو شیرافگن قالین کہا

نشہ ہو بے چمن دود چراغ کشتہ جام داغِ شعلہ اندود چراغ کشتہ ہے

نشہ ہو اور چمن باغ نہ ہو تو وہ نشہ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ جیسے بجھے ہوئے چراغ کا دھوان ہوتا ہو اور اس صورت مین جام ایک داغ معلوم ہوتا ہو کہ جس کو شعلہ سے زراندود

کر دیا ہے۔

داغ ہمدیگر ہیں اہل باغ گر گل ہو شہید　　لالہ چشم حسرت آلود چراغ کشتہ ہے

اہل باغ ایک دوسرے سے رشک کرتے ہیں اور یہ حالت ہے کہ اگر خون میں کفن گل شہید ہو تو لالہ اس چراغ کی جس کو بجھا دیا ہو چشم حسرت آلود معلوم ہو۔

شور ہے کس بزم کے عرض جراحت خانہ کا　　صبح یک زخم نمک سود چراغ کشتہ ہے

نہ معلوم یہ کس بزم کے جراحت خانہ کے ظاہر کرنے اور پیش کرنے کی زبانہ میں دھوم مچی ہوئی ہے کہ صبح بھی ایک زخم نمک سود معلوم ہوتی ہے اور یہ زخم اس چراغ کا ہے جس کو کشتہ کر دیا گیا ہے یہ لحاظ چاک کے صبح کو زخم سے اور بہ لحاظ سفیدی کے زخم نمک سود سے تشبیہ دی گئی ہے۔

نامراد جلوہ ہر حالت میں حسرت گل کرے　　لالہ داغ شعلہ فرسود چراغ کشتہ ہے

وہ شخص کہ دید جلوہ سے محروم اور نامراد رہا اُس سے ہر صورت اور ہر حالت میں حسرتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ چراغ کشتہ جو حالت محرومی جلوہ میں شہید کر دیا گیا اپنے داغ شعلہ فشاں کا لالہ کے بھیس میں اظہار کر رہا ہے۔ اس شعر میں گل کرنا ظاہر کرنے کے معنی میں آیا ہے اور یہ صرف تناسب الفاظ کے لئے ہے۔

ہو جہاں تیرا دماغ ناز مست بیخودی　　خواب ناز گلرخاں دود چراغ کشتہ ہے

جس جگہ کہ تیرا دماغ ناز بیخودی سے مست ہو یعنی جہاں تو مست ہو کر بیخود ہو وہاں معشوقوں کا خواب ناز بھی بے قدر اور بے کیف ہو جائے گا۔ اور وہ خواب اس چراغ کا دھواں بن کر رہ جائے گا جو بجھنے کے بعد پریشان ہو جاتا ہے یعنی تجھے اس حالت میں دیکھنے کے بعد اُن کا خواب خواب پریشان کی صورت اختیار کرے گا۔ اور اُنکے آرام کی صورت بھی بدل جائے گی۔

ہے دل افسردہ داغ شوخی مطلب سے　　شعلہ آخر فال مقصود چراغ کشتہ ہے

اے اسد میرا اچھا ہوا دل شوخی مقصد کی وجہ سے داغ ہو کر رہ گیا ہے اور شعلہ حصول مقصود کے لئے گویا ایک فال بد ہے جس سے بدانجامی کا اظہار ہو رہا ہے آخر مین نے شعلہ کو بھی دیکھا کہ وہ مقصد چراغ کے لئے ایک فال بد تھا جس کا انجام چراغ کا کشتہ ہو جانا ہوا۔ ایسا ہی کچھ میرے حق مین بھی ہونے والا ہے۔ کیونکہ فال ویسی ہی ہے۔

ہنگام تصور ہون دریوزہ گر بوسہ　　　یہ کاسۂ زانو بھی اک جام گدائی ہے

مین تصور محبوب کے وقت جو سر بزانو بیٹھا ہون تو گویا بوسہ کی بھیک مانگ رہا ہون اور یہ کاسۂ زانو میرے لئے بھیک مانگنے کا پیالہ ہے۔ چونکہ زانو پر سر جھکا کر بوسہ محبوب کا خیال ہے اس لئے کاسۂ زانو کاسۂ گدائی ہے۔

وہ دیکھ کے حسن اپنا مغرور ہوا غالب　　　صد جلوہ آئینہ ایک صبح جدائی ہے

صبح جدائی سو آئینون کا ایک آئینہ ہے۔ اسی آئینہ مین میرے محبوب نے اپنا حسن دلکش دیکھا۔ جس سے وہ مغرور ہو گیا اور مجھ سے ملنے کے لئے اس کے دل مین انکار پیدا ہوا صبح جدائی سے وہ صبح بھی مراد ہو سکتی ہے جو شام وصل کے بعد نمودار ہو یعنی اس نے اس مین اپنا حسن دیکھا اور مجھ سے جدا ہوا۔

یون بعد ضبط اشک پھرون گرد یار کے　　　پانی پیے کسو پہ کوئی جیسے وار کے

اشک آنکھون مین بھرے ہین اور محبوب کے گرد پھر رہے ہین گویا کہ محبوب پر دار دار کر پانی پی رہے ہین۔ یہ ایک رسم ہے کہ مریض پر یا کسی عزیز پر وار کر پانی پی لیتے ہین آب اشک کو پانی اور چشم پر آب کو جام سے تشبیہ دینا مسلمات سے ہے۔

بعد از وداع یار بخون در طپیدہ ہین　　　نقش قدم ہین ہم کف پائے نگار کے

وداع یار کے بعد ہم خون مین لوٹ رہے ہین اور ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے کہ اس کے مہندی لگے ہوئے پاؤن کے نقش قدم ہین۔ چونکہ نقش قدم بھی خاک پر لوٹتا ہے۔

اسی افتادگی کی وجہ سے خود کو نقش قدم کہا اور چونکہ خون مین لوٹ رہی ہین اس لئے
حنائی پاؤن کا نشان بتایا گیا۔

ظاہر ہے ہم سے کلفت بخت سیاہ روز گویا کہ تختۂ مشق ہین خط غبار کے

ہم کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ بخت سیاہ کی تکلیف کس درجہ پر ہوتی ہے اور کتنی ہوتی
ہے اس مصیبت کا اظہار تمامتر ہمین سے ہوتا ہے گویا کہ ہم زمانہ کے لئے خط غبار کی لوح
مشق ہین (غبار سے مراد تکالیف زمانہ) اور خط غبار ایک خط بھی ہے چونکہ اس لفظ
مین ایہام ہے لہذا بنظر تناسب اس کو یہان صرف کیا گیا۔

حسرت سے دیکھ رہتے ہین ہم آب و رنگ گل مانند شبنم اشک ہین مژگان خار کے

پھولون کی آب و تاب کا دور سے نظارہ کر کے حسرتین کر رہے ہین گویا کہ ہم بے بس
مژگان خار کے اشک ہین۔ ع

مین ہون وہ قطرۂ شبنم جو ہو خار بیابان پر

ہم مشق فکر وصل و غم ہجر سے اسد لائق نہین رہے ہین غم روزگار کے

غم فراق اور فکر وصل بس یہی دو کام ہین جو ہمارے لئے مخصوص ہو گئے ہین اور کوئی
کام ہم سے نہین ہو سکتا۔ زمانہ کے دوسرے غم اٹھانے کی ہم کو مہلت ہے نہ ضرورت ہے۔ نہ
قدرت ہے ؎

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

نقص ظاہری رنگ کمال طبع نہان ہے کہ بہر مدعا دل زبان لال زندان ہے

نقص ظاہری مین طبیعت کے کمال کا رنگ پوشیدہ ہے کیونکہ مدعائے دل نکلنے
نہین پاتا اور وہ دل ہی مین رہ جاتا ہے۔ گویا کہ زبان گنگ ایک قیدخانہ ہے جو کمال طبع
کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور اس کو برباد نہین ہونے دیتا۔

خموشی خانہ زاد چشم بے پروا نگاہان ہے — غبار سر بیان گرد سواد سنبلستان ہے

خاموشی گویا کہ ان بے پروا نگاہ معشوقوں کی غلام خانہ زاد ہے اور غبار سرمہ سواد سنبلستان کی گرد معلوم ہوتا ہے۔ غبار سرمہ سے مراد وہی خاموشی ہے۔ سواد سنبلستان میں معشوق سنبلستان خط رخسار۔ چونکہ سواد سرمہ یعنی خموشی کا تعلق دہن محبوب سے ہے اور دہن ابرو سے قریب ہے اسواسطے اس خاموشی کو گرد سواد سنبلستان کہا گیا یا یہ کہ چشم کو چونکہ سخن گو بھی کہا گیا ہے مگر جو معشوق کہ اپنے عجب اور بے پروائی کی وجہ سے نگاہ بھی نہیں کرتے اُن کی آنکھ گویا خاموش ہے۔ اور غبار سرمہ جس کا آنکھ سے تعلق ہے وہ گویا گرد سواد سنبلستان ہے۔

زبس دوش رم آہو پہ ہے محمل تمنا کا — جنون قیس سے بھی شوخی لیلیٰ نمایاں ہے

چونکہ تمنا کی محمل یعنی تمنا کی آرام گاہ رم آہو کے دوش پر ہے یعنی حالت رمیدگی میں ہے اس واسطے قیس کے جنون سے بھی شوخی لیلےٰ کا اظہار ہوتا ہے لیلیٰ میں بذات خود رمیدگی ہے اور مجنون کی تمنا دوش رمیدگی پر ہے اس واسطے دونوں میں یکسانیت ہے۔

نقاب یار ہے غفلت نگاہی اہل بینش کی — فرو پوشیدنی ہا پردہ تصویر عریاں ہے

اہل بینش کی غفلت نگاہی نے یار کے چہرے پر نقاب ڈالدیا ہے اور اُن کا آنکھیں بند کر لینا اس تصویر عریان کا پردہ بن گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے مگر اس واسطے نہیں دکھائی دیتا کہ ہم لوگ خود غافل ہیں اور ہماری غفلت اسکے جلوہ کا پردہ بنی ہوئی ہے۔

اسد بند قبائے یار ہے فردوس کا غنچہ — اگر وا ہو تو دکھلا دوں کہ یک عالم گلستاں ہے

اے اسد بند قبائے یار یعنی ہمارے یار کے قبا کا غنچہ باغ فردوس ہے اگر وہ کھل جائے تو میں لوگوں کو دکھا دوں کہ گلستان ہی گلستان کا عالم نظر آئے۔

نہ ہلیئے غنچہ دل در پردہ جوش ظہور آخر — گل نرگس بہم آئینہ وا تعلیم کوران ہے

جوش ظہور کے پردے میں دل بے قدر رہا اور باوجود ظاہر ہونے کے اس کو کسی نے نہ دیکھا گویا کل موجود ہے مگر نرگس اس کو دیکھ نہیں سکتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے اندھوں کی ولایت میں آئینہ کو بذات خود آئینہ سمجھتے ہے مگر اقلیم کوران میں کوئی اس کا پوچھنے والا نہیں ہوا اور وہ بے قدر رہی۔ جوش ظہور سے ادراک کہاں دنیا ہوسکتی ہے۔

تکلف ساز رسوائی ہے غافل شرم رعنائی ۔۔۔ دل خوں گشتہ در دست حنا آلود عریاں ہے

اے غافل رعنائی کو شرم کرنا چاہیے کہ اس کا تکلف سامان رسوائی پیدا کر رہا ہے تکلف میں تو مہندی لگاتا ہے اور وہ مہندی بکھرا ہے ظاہر بتا رہا ہے کہ تو نے دل کا خون بہایا ہے اور دنیا اس کو دیکھ رہی ہے۔ حنا آلودگی حالت خون شدگی دل کو عریاں کر کے سمجھے رسوا کر رہی ہے

تکلف برطرف خواب زلیخا جمع کر ورنہ ۔۔۔ پریشاں ہے خط آغوش وداع یوسفستاں ہے

تکلف کو چھوڑ اور ایک خواب زلیخا کے خواب کی طرح حاصل کر ورنہ اصل بات یہ کہ خواب پریشان یوسف کے وداع کا آغوش ہو جائے گا۔ پریشانی کو کشادگی سے تعبیر کر کے آغوش وداع جو کشادہ ہوتی ہے قرار دیا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ دل جمعی حاصل کر ورنہ یوسف مقصود کا پانا محال ہے۔

اسد جمعیت دل در کنار بیخودی خوشتر ۔۔۔ دو عالم آگہی سامان یک خواب پریشاں ہے

اے اسد تمام جمعیت دل بیخودی کی گود میں اچھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ زمانہ بھر کی آگاہی اور ہوشیاری ایک خواب پریشان کے واسطے پیدا ہوئی ہیں۔

عاشق نقاب جلوۂ جاناں نہ چاہیے ۔۔۔ فانوس شمع کو پر پروانہ چاہیے

عاشق کو جلوۂ محبوب کا نقاب ہونا چاہیے اور اپنے معشوق کے جلوہ پر خود اس طرح چھا جانا چاہیے جس طرح کہ جہاں شمع ہو وہاں پروانوں کے پر سے فانوس بنانا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

پیدا کرین دماغ تماشائے سرو گل حسرت کشون کو ساغر و مینا نہ چاہیے

حسرت کشون کو ساغر و مینا کی ضرورت نہین ہے اور اس کی حسرت نہ کرنا چاہیے بلکہ سرو و گل کے دیکھنے کے لئے جگر پیدا کرین اس واسطے کہ خود سرو بجائے مینا کے اور گل بجائے ساغر کے ہو اور یہ ان کی سرور کا باعث ہو جائین گے۔

دیوانگان ہین حامل راز نہان عشق اے بے تمیز گنج کو ویرانہ چاہیے

عشق کے راز اور رموز پوشیدہ کے حامل دیوانے ہین اور کیون نہون اسواسطے کہ خزانہ ہمیشہ ویرانون مین دفن کیا جاتا ہے دیوانے بمنزلہ ویرانے کے ہین اور راز نہان عشق بمقابلے خزانے کے ہین۔

ساقی بہار موسم گل ہے سرور بخش پیمان سے ہم گزر گئے پیمانہ چاہیے

اے ساقی موسم گل کی بہار سرور افزا ہے اگرچہ ہم نے ترک شراب نوشی کا عہد کر لیا تھا مگر اب ہم کو پیمان کی ضرورت نہین ہم پیمانہ چاہتے ہین۔

ہاتھ پر گر ہاتھ مارے یار وقت قہقہہ کرمک شب تاب آسا مہ پر افشانی کرے

اگر میرا دوست قہقہہ مار کر ہاتھ پر ہاتھ مارے جیسا کہ دستور ہے کہ قہقہہ کی ہنسی ہنس کر ہاتھ پر ہاتھ مارا کرتے ہین تو اس کے اثر سے چاند کرم شب تاب کی طرح پر افشانی کرنے لگے اور تڑپ کی صورت اس مین پیدا ہو جائے۔

وقت اس افتادہ کا خوش جو قناعت سے آشنا نقش پائے مور کو تخت سلیمانی کرے

وقت اس افتادہ کا خوش - فارسی کے محاورے کا ترجمہ ہے جیسے عرفی ایک شعر مین کہتا ہے کہ ع

وقت عرفی خوش کہ بگشودند چون در بر رخش
بر در بگشودہ ما کون [illegible] در دیگر نزد

اُر دو مین کہین گے اے اسد وہ شخص بڑا اچھا جو قناعت کر کے ایک جگہ پڑ رہے اور نقش پاے مور کو تخت سلیمان سمجھے نقش پاے مور بوجہ افتادگی زمین سے کہا گیا ہے۔

ہے صریر خامہ ریزشہاے استقبال ناز — نامہ خود پیغام کو بال پر پرواز ہے

صریر خامہ (وہ آواز جو لکھنے کے وقت قلم سے نکلتی ہے) صریر خامہ نہین ہے بلکہ استقبال ناز کی ایک ریزش اور بارش ہے یعنی ناز خود پیغام کا استقبال کرتا ہے اس طرح سے گویا نامہ خود پیغام کے لئے پر پرواز بن جاتا ہے۔ نامہ کی تشبیہ بوجہ اُس بسط اور کشادگی کے پر پرواز سے دی گئی جو اس مین موجود ہے۔

سر نوشت اضطراب انجامی الفت نپوچھ — نال خامہ خار پیراہن آغاز ہے

نہ پوچھ کہ محبت والفت کی سر نوشت مین آخر آخر مین کس قدر اضطراب بیقراری لکھی ہوئی ہے گویا کہ نال خامہ وہ سوت جو قلم کے جوف سے قلم بناتے وقت نکلتا ہے وہی نال خامہ یا خود نے خامہ پیراہن آغاز محبت کے لئے کانٹون کا کام دیتا ہے یعنی تقدیر محبت لکھتے ہوے قلم کا سوت یا خود قلم آغاز محبت کے لئے کانٹے ہین جو بے قرار کرتے ہین۔

شوخی اظہار کو حرز وحشت مجنون اسد — بسکہ لیلائے سخن محمل نشین راز ہے

مجنون کی وحشت کے سوا کوئی اس کی شوخی کا اظہار نہین کر سکتا کیونکہ لیلاے سخن راز کے محمل مین پوشیدہ ہے لہذا پہلے مجنون کی سی وحشت پیدا کی جاے تب اس شوخی کا اظہار ہو سکتا ہے۔

خواب جمعیت مخمل ہے پریشان مجھ سے — رگ بستر کو ملی شوخی مژگان مجھ سے

خواب مخمل سے مراد ہے مخمل کا یکسان اور ہموار ہونا یہ بھی بالکل خواب سبزہ کی طرح ہے کہ سبزہ کے گرنے ہموار ہونے اور کو سبزۂ خوابیدہ کہتے ہین۔ کہتے ہین کہ بستر مخمل میری وجہ سے پریشان ہے اور رگ بستر کو مین نے شوخی مژگان عنایت کر دی ہے گویا کہ ہر ایک ریشۂ مخمل

ایک نشتر مژگان ہوگیا ہے جو بے خوابی کی وجہ سے باز ہے۔ چونکہ برابر شب ہجر میں نے کروٹیں بدلی ہیں اور پریشان رہا ہوں لہذا مخمل کی بھی بنید اڑ گئی۔ اور رگ بستر مژگان وا ماندہ ہوگئی۔ ایسا ہی شعر ہے جو مرزا معز فطرت نے کہا ہے ؎

زیں داد م بکف سر رشتۂ آشفتہ حالی را
رگ خواب پریشان کردہ ام خواب نہالی را

کنج تاریک و کمین گیریٔ اختر شمری ۔۔۔ عینک چشم بنا روزن زندان مجھ سے

میں قید ہوں اور زندان کے ایک تاریک گوشہ میں روزن دیوار زندان سے شب فراق کے تارے گن رہا ہوں گویا کہ روزن زندان کو میں نے عینک چشم بنا دیا ہے۔

اے تسلی ہوس وعدہ فریب افسون ہے ۔۔۔ ورنہ کیا ہو نہ سکے نالہ بہ سامان مجھ سے

اے میری تسلی دل چونکہ مجھے اپنے محبوب سے ابھی وعدہ کی ہوس ہے بس وہی فریب وعدہ میرے واسطے افسون بنا ہوا ہے اور میں خاموش ہوں ورنہ کیا مجھ سے ایک ایسا نالہ نہیں ہو سکتا جو سامان تر سامان میرے واسطے مہیا کر دے۔

بستن عہد محبت ہمہ نادانی تھا ۔۔۔ چشم نکشودہ رہا عقدۂ پیمان مجھ سے

عہد محبت کا باندھنا سراسر میری نادانی پر مبنی تھا اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا بلکہ وہ گرہ جو پیمان محبت کے وقت باندھی گئی تھی وہ ایک چشم ناکشودہ ہو کر رہی یعنی یار نے مجھے آنکھ کھول کر بھی نہ دیکھا اور پیمان نا ثابت ہو گئی۔

اے اسد دسترس وصل تمنا معلوم ۔۔۔ کاش ہو [illegible] برچیدن دامان مجھ سے

اے اسد مجھے تمنا کی دسترس [illegible] معلوم [illegible] کہ ہے کاش ایسا ہو کہ بے تعلقی کی قدرت پیدا ہو جائے [illegible] اپنے مقصد کو تو پہنچ سکی نہیں چاہتا ہوں کہ [illegible] قدرت پیدا ہو [illegible] سے کنارہ کش ہو جائے۔

نگہ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد — ہے چراغان خس و خاشاک گلستان مجھ سے

اے اسد میری نگاہ گرم سے آگ برس رہی ہے اور میری وجہ سے تمام خس و خاشاک
پر جنگل مین چراغان معلوم ہوتا ہے یعنی جدہر نگاہ گرم سے دیکھتا ہون آگ لگ جاتی ہے

زلف شب درمیان دادن نہین ممکن دریغ — ورنہ صد محشر بہ رہن صافی رخسار ہے

زلف کو ایک رات فرض کیا اور رخسار کو صبح محشر کہا اسی بنا پر شعر کے یہ معنی ہین
کہ زلف کی رات گزارنا اور اس رات کو چھوڑ جانا ممکن نہین ہے ورنہ اس کے رخسار
کی صفائی مین سیکڑوں محشر رہن اور پوشیدہ ہین۔

دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ رات گزرنے کے بعد دن آتا ہے اور دن گزرنے کے بعد
رات آتی ہے لہذا کہتے ہین کہ افسوس ہے تو آتا ہے کہ ہم اپنے محبوب کی زلف کی رات
کو ہر محشر کے دن کے درمیان مین نہین ڈال سکتے کہ دن گزرے اور فوراً یہ رات
آجائے ورنہ اس کی صفائی رخسار سے سیکڑوں قیامتین پیدا ہوسکتی ہین کہ ایک
حشر گزرا اور یہ شب زلف درمیان مین آئی پھر دوسرا حشر صفائی رخسار گزرا پھر شب
زلف درمیان مین آگئی ۔ اسی طرح صد محشر پیدا ہوسکتے ہین۔

در خیال آباد سودائے سر مژگان دوست — صد رگ جان جادہ آسا وقف نشتر زار ہے

گویا مژگان دوست کا سودا اور خیال ایک شہر ہے جس کا نام خیال آباد ہے
اس مین راستے اور سڑکین رگ جان کی بنی ہین جہان نشتر زار ہی نشتر زار ہین
مطلب یہ ہے کہ خیال مژگان دوست مین رگ جان مین سیکڑوں نشتر زار چھپے
ہوئے ہین۔

بسکہ ویرانی سے کفر و دین ہوئے زیر و زبر — گرد صحرائے حرم تا کوچہ زنار ہے

چونکہ ویرانی کی وجہ سے کفر اور دین سب کے سب زیر و زبر ہوگئے ہین
تو آج یہ حالت ہے کہ صحرائے حرم کی گرد زنار کے کوچہ تک پائی جاتی ہے مطلب

یہ ہے کہ زمانہ کے انقلاب نے اس قدر ابتری پھیلائی کہ آج کفر و اسلام یکسان ہو کر رہ گئے ہین۔

اے سر شوریدہ ناز عشق و پاس آبرو یک طرف سودا و یکسو منت دستار ہے

اے سر شوریدہ ادہر تو عشق کا ناز ہے اور ادہر حفظ آبرو کا خیال ہے یہ تو بالکل وہی بات ہوئی کہ ایک طرف تو پگڑی بچانے کی فکر ہے اور ایک طرف سر مین سودا اٹھا رکھا ہے۔

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی
غالب
عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کا

وصل مین دل انتظار طرفہ رکھتا ہے مگر فتنہ تاراج تمنا کے لئے درکار ہے

دل کو وصل محبوب مین بھی ایک انتظار ہے اور یہ انتظار کچھ عجیب انتظار ہے ظاہرا اسوقت تو کسی انتظار کی ضرورت ہے نہین بس ہے تو یہی ہے کہ تاراج تمنا کے لئے کسی فتنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

خانمان ہا پائمال شوخی دعوی اسد سایۂ دیوار سیلاب در و دیوار ہے

اے اسد بہت سے گھر ہین جنھین شوخی دعوی نے پامال کر دیا ہے یہ سمجھ لے کہ سایۂ دیوار اس بارہ مین در و دیوار کے لئے سیلاب کے مانند ہے جو اُس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے

محبت طرز پیوند نہال دوستی جانے دویدن ریشہ سان مفت رگ خواب زلیخا ہے

محبت نہال دوستی کا طریق پیوند جانتی ہے یعنی محبت ایک ایسی چیز ہے جو نہال دوستی کے پیوند کا طریقہ جانتی ہے۔ خواب زلیخا کے لئے دوڑنا اور ریشہ دوانی کرنا بالکل آسان ہے یعنی رگ خواب زلیخا کا اثر یوسف تک پہونچتا ہے۔

نشاط دیدہ بینا ہے کو خواب چہ بیداری بہم آوردہ مژگان بوسہ روئے تماشا ہے

یعنی خواب ہو یا بیداری ہو چشم بینا کے لئے دونون ایک ہین اور وہ دونون سے تماشا حاصل کرتی ہو گویا اگرچہ چشم حقیقت بین بند ہوتی ہو تو اس بند ہونے مین اسکی پلکون کا ملنا روے تماشہ کا بوسہ لینا ہو مژگان کے ملنے کو بوسۂ روے تماشہ اسلئے کہا گیا کہ اس مین بھی منہ اور رخسار ملتے ہین۔

نگہ معمار حسرت ہا چہ آبادی چہ ویرانی — کہ مژگان جس طرف وا ہو بکف داماں صحرا ہے

میری نگہ شوق حسرتون کی معمار ہو یعنی برابر حسرتون کی عمارتین بناتی چلی جاتی ہو خواہ وہ آبادی ہو خواہ ویرانی ہو۔ کچھ بھی ہو اور حالت یہ ہو کہ جس طرف ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہین دامان صحرا ہی نظر آتا ہے جسے بسانے اور آباد کرنے کی ضرورت ہو۔

نہ سووے آبلون مین گر سرشک دیدۂ نم سے — بہ جولانگاہ نومیدی نگاہ عاجزان پا ہے

مصیبت یہ ہے کہ دیدۂ نم کے آنسو آبلے ہین جنکی وجہ سے نگاہ سو گئی ہے یعنی یہی آنسوؤن کا پانی نگاہ کو ساتھ لیکر آبلون مین آرام کر رہا ہو اگر ایسا نہ ہو تو میدان ناامیدی مین عاجزون کی نگاہ پاؤن کا کام دیتی ہو۔ اور وہ اس میدان کی اسی پاؤن سے تک و دو کرتے رہتے ہین۔

بہ سختی ہاے قید زندگی معلوم آزادی — شرر بھی صید دام رشتۂ رگ ہاے خارا ہے

زندگی کی قید کی سختیون سے جیتے جی آزادی محال اور ناممکن ہو شرر کو دیکھئے کہ وہ رگ سنگ (وہ لکیرین جو پتھر مین ہوتی ہین) کے تاگون کے جال مین جکڑا ہوا ہو اور آزاد نہین ہو سکتا۔ اسی طرح کوئی شخص جیتے جی سختی کی قید سے آزادی نہین پا سکتا۔ ایک جگہ فلسفیانہ طریق سے کہتے ہین ؎

قید حیات و بند غم اصل مین دونون ایک ہین
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پاے کیون

اسد یاس تمنا سے نہ رکھ امید آزادی — گداز آرزوہا آبیار آرزوہا ہے

اے اسد یہ نہ سمجھنا کہ تمناؤں سے مایوس ہونے کے بعد آزادی حاصل ہو جائے گی اور اب کوئی تمنا پیدا نہ ہو گی یہ سمجھ لے کہ یہ آرزوئیں جو گذار پا کر پانی ہو تی ہیں یہ آرزوئوں کی آبیاری کر رہی اور اُن کو سینچ رہی ہیں لہذا جتنی مایوسی ہو گی اور زیادہ آرزوئیں پیدا ہوں گی۔

بہ ذوق شوخی اعضا تکلف بار بستر ہے   معاف پیچ و تاب کشاکش ہر تار بستر ہے

شوخی اعضا کے ہوتے تکلف بستر کے لئے بار معلوم ہوتا ہے میرے بستر کے ہر تار کے لئے کشمکش اور پیچ و تاب معاف ہے یعنی میری تڑپ نے میرے ہر تار بستر کو کشمکش اور پیچ و تاب کے لئے مجاز کر دیا ہے۔

مژہ فرش رہ و دل ناتوان و آرزو مضطر   بہ پائے خفتہ سیر وادی پرخار بستر ہے

حالت یہ ہے کہ پلکیں فرش راہ بنی ہوتی ہیں۔ دل ناتوان ہے اور پڑا ہوا ہے۔ آرزو بیقرار ہے تو اس صورت میں میرا بستر میرے پائے خفتہ کے واسطے وادی پرخار ہے جس کی پائے خفتہ سے سیر کر رہا ہوں۔

ہو سکے کیا خاک دست و بازوئے فرہاد سے   بیستون خواب گران خسرو پرویز ہے

بھلا اس صورت میں فرہاد کے دست و بازو سے کیا کام ہو سکتا ہے کہ خسرو پرویز شیرین کے ساتھ اپنی خواب گران میں مشغول ہے گویا کہ یہ بیستون پرویز کی نیند ہے جو پہاڑ کی صورت میں فرہاد کے سامنے ہے ایسی حالت میں اس کے ہاتھ پاؤں کیا کام کر سکتے ہیں۔

اُن ستم کشتوں کے کیا ہیں پس نیز نگاہ   پردہ بادام یک غربال حسرت بیز ہے

چونکہ بہت ہی ستم کشتوں کے سیکڑوں ہزاروں نیز نگاہ کھائے ہیں تو اسی سے آج یہ کیفیت ہے کہ بادام کا پردہ یعنی چھلکا ایک حسرت بیز چھلنی بن کر رہ گیا ہے گویا بادام کے چھلکے کے سوراخ زخم ہیں جو نگاہوں کے تیر سے پیدا ہوئے ہیں۔

خونچکان ہے جادہ مانندِ رگِ سودائیان　　سبزۂ صحرائے الفت نشترِ خونریز ہے

محبت کا جادہ راہ سودائیون کی رگ کی طرح خونچکان ہو رہا ہے گویا صحرائے الفت کا سبزہ ایک خونریز نشتر ہے جو برابر خونچکانی کر رہا ہے یہان محبت کی سختی راہ کا بیان مقصود ہے جو ایک تشبیہی صورت مین بیان ہوا ہے -

عارضِ گل دیکھ روئے یار یاد آیا اسد　　جوششِ فصلِ بہاری اشتیاق انگیز ہے

فصل بہار کے رخسار یعنی اُس کی رونق اور تر و تازگی دیکھ کر دوست کا پُر رونق چہرہ یاد آیا اصل یہ ہے کہ فصل بہار نہایت ہی جوش انگیز اور ولولہ خیز چیز ہے -

ہے بہارِ تیز رو گلگونِ نکہت پر سوار　　یک شکستِ رنگِ گل صد جنبشِ مہمیز ہے

بہار نہایت تیزی کے ساتھ خوشبو کے گھوڑے پر سوار ہو کر چلی جا رہی ہے اور ایک شکستِ رنگِ گل سے سیکڑون جنبشِ مہمیز کا اثر پیدا ہوتا ہے مہمیز کرنا گھوڑے پر ایڑ لگانے کو کہتے ہین -

شبنم آسا کو مجالِ سبحہ گردانی مجھے　　ہے شعاعِ مہر زنارِ سلیمانی مجھے

سبحہ گردانی اور تسبیح پڑھنے کا شوق شبنم ہی کو مبارک رہے مجھے اس کی مجال نہین ہے بلکہ شعاعِ آفتاب میرے لیے زنارِ سلیمانی ہے - زنارِ سلیمانی اُس خط کو کہتے ہین جو مہرون پر باریک باریک لکیرین ہوا کرتی ہین یعنی زنارِ سلیمانی ہی میرے واسطے شعاعِ آفتاب کا کام دے رہا ہے -

بلبلِ تصویر ہون بیتابِ اظہارِ تپش　　جنبشِ نالِ قلم جوشِ پریشانی مجھے

مین بلبلِ تصویر ہون کہ اپنے سوز و تپش کے ظاہر کرنے کے واسطے بیتاب ہون قلم کی وہ جنبش جو میرے کھینچنے اور بنانے مین ہوتی ہے میرے لیے ایک

جوش پریشانی ہے یعنی اُسی سے میری پریشانی کا اظہار ہوتا ہے -

وا کیا ہرگز نہ میرا عقدۂ تارِ نفس　　ناخنِ بُریدہ ہے تیغِ صفاہانی مجھے

میرے تارِ نفس کی گرہ اس سے کھل نہین سکی یعنی یہ میری زندگی کی گتھیان کو نہین سلجھا سکی اس لیے مین تیغ اصفہانی کو ایک ناخن بریدہ کی مانند سمجھتا ہون جو سراسر بیکار ہے -

جو غزل ذیل مین لکھی جاتی ہے یہ غالب کی ایک ایسی غزل ہے جو بعض بعض پرچون مین خود انھین کے نام سے چھپ چکی ہے اور بعض بیاضون مین بھی انہین کے نام سے پائی جاتی ہے چنانچہ میرے پاس جو دو بیاضین قلمی قدیم موجود ہین اُن مین یہ غزل غالب ہی کے نام سے ہے مگر نہ مطبوعہ مروجہ دیوان مین اس کا کہین نام و نشان ہے اور نہ حمیدیہ نسخے مین اس کا کوئی پتہ چلتا ہے اور جہان تک میرا اندازہ ہے اسکے یہ بھی مین نہین کہہ سکتا کہ یہ غزل غالب کے تخیل سے کوئی نسبت رکھتی ہے مگر مین پھر بھی بغیر کسی قسم کی صحیح رائے کے اظہار کے اور غزلون کے ساتھ اس کی بھی شرح کرنا مناسب سمجھتا ہون - اگرچہ بادی النظر مین اس کی شرح کی کوئی خاص ضرورت اور احتیاج نہین دیکھتا - مگر چونکہ میرا اصول شرح یہ رہا ہے کہ کسی شعر کو یہ کہکر نہ چھوڑا جائے کہ بالکل صاف شعر ہے اس واسطے اس کا لکھنا ہی زیادہ انسب ہے -

بتائین ہم تمھارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے　　اسے ہم سانپ سمجھے اور اُسے من سانپ کا سمجھے

تم ہم سے پوچھتے ہو کہ تم ہمارے رخسار اور زلفون کو کیا سمجھتے ہو تو خیر لو بتاتے ہین - اسے یعنی زلف کو ہم سانپ سمجھے ہین اور اسکو یعنی عارض کو سانپ کا من سمجھے ہین اس شعر مین غیر مرتب لف و نشر کی ایک صورت پائی جاتی ہے -

یہ کیا تشبیہ بیہودہ ہے کیون موذی سے نسبت دین　　ہما عارض کو اور کاکل کو ہم ظلِ ہما سمجھے

یہ چونکہ پہلے شعر مین عارض کو سانپ کے من سے اور کاکل کو سانپ سے تشبیہ

دے چکے ہین لہذا ابا کر کے کہتے ہین کہ استغفر اللہ یہ ہم نے کیا تشبیہ دی موذی سے تشبیہ دینا بری بات ہے۔ لہذا عارض ہما ہے اور کاکل ہما کا سایہ ہے ہما ایک مشہور مبارک فال جانور ہے جس کے سر پر اس کا سایہ پڑے اس کے لئے حکم لگایا جاتا ہے کہ وہ بہت نصیبہ ور ہوگا۔

غلط ہی ہوگئی تشبیہ تو ایک طایر ہما اسے برگ سمن اور اسکو سنبل کی جٹا سمجھے

جیسا کہ پہلی تشبیہ کو معیوب قرار دیکر اس سے ابا کیا تھا اسی طرح اس تشبیہ سے بھی گریز کیا ہے اور کہتے ہین کہ یہ تو بدتمیزی ہوئی وہ ہما کیا کچھ بھی کیون نہ ہو ایک جانور سے تشبیہ دینا معیوب ہے بلکہ اس کا رخسار برگ سمن ہے اور اس کی زلف سنبل کی جٹا ہے۔

نباتات زمین انکو کیا نسبت معاذ اللہ اسے برق اور اسے ہم کالے ساون کی گھٹا سمجھے

جی نہ مانا اور یہ تشبیہ کہ رخسار چنبیلی کے پھول کی پتی اور زلف سنبل کی جٹا ہے بھی مرغوب طبع نہ ٹھہری تو مجبوراً یہ کہا کہ نہین گھاس پھوس سے ایسی عمدہ چیزون کو کیا نسبت دی جائے بلکہ اس کے رخسار اپنی درخشانی اور صفائی کی وجہ سے برق ہین اور اس کی زلفین ساون کی کالی گھٹا ہین۔

گھٹا اور برق سے کیونکر گھٹا کر انکو نسبت دون اسے ظلمات اسے ہم چشمۂ آب بقا سمجھے

مگر گھٹا اور برق رتبہ مین ایسے کہان ہین ان سے نسبت دینا تو ان کے رتبہ کو کم کر دینا ہے بلکہ ہمارے نزدیک اس کی زلفین ظلمات ہین اور رخسار چشمۂ آب بقا ہین۔

جو کہئے یہ فقط مقصود تھا خضر و سکندر سے ید بیضا اسے اور اسکو موسیٰ کا عصا سمجھے

یہ ظلمات اور آبحیات چونکہ خضر و سکندر سے متعلق ہین لہذا یہ کہنا بھی فضول ہے ہم رخسار کو ید بیضا سمجھتے ہین اور زلف کو بوجہ لمبائی کے موسیٰ کا عصا جانتے ہین۔

جو اس تشبیہ سے بھی داغ ان دونوں کو آتا ہو — اسے وقت نماز صبح اور اسکو عشا سمجھے

پھر کہتے ہیں کہ یہ بھی ٹھیک نہیں بلکہ ہم رخسار کو صبح کی نماز کا وقت جانتے ہیں کیونکہ وہ روشنی میں ان سے مشابہ ہیں اور زلف کو نماز عشا کا وقت جانتے ہیں کیونکہ وہ تاریکی میں اسی سے مشابہ ہے۔

جو یہ نسبت پسند خاطر والا نہ ہو تو پھر — اسے قندیل کعبہ اسکو کعبہ کی ردا سمجھے

اور اگر یہ نسبت بھی آپ کو پسند نہ ہو تو ہم رخسار کو قندیل کعبہ اور زلف کو کعبہ کی ردا یعنی چادر کعبہ کہیں گے۔ ردا سے کعبہ بوجہ سیاہی کے کہا گیا۔

اسد ان ساری تشبیہوں کو رد کر کے یہ کہتا ہے — سویدا اس کو سمجھے اسکو ہم نور خدا سمجھے

یہ ساری تشبیہیں بیکار سی ہیں ہم ان تشبیہوں کو مسترد کر کے کہتے ہیں کہ اس کی زلف کی سیاہی سویدائے دل ہے اور اس کے رخسار کا نور نور خدا ہے۔ اگرچہ اس غزل میں مرزا کا رنگ طبعی بالکل نہیں پایا جاتا۔ مگر چونکہ ڈی کی مدح دیکھتے ہوئے اور ان تشبیہوں پر نظر رکھتے ہوئے اس قسم کی تشبیہیں غزل کو بھی ان سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ اصل میں اردو میں وہ جو کچھ کہتے تھے یا بادشاہ کے حکم سے یا خاطر احباب سے کہتے تھے اور جب یہ مسلم ہے تو پھر اسے بھی مرزا سے منسوب کرنا ہی پڑے گا۔

نسیم صبح جب کنعان میں بوئے پیرہن لائی — پئے یعقوب ساتھ اپنے نوید جان تن لائی

یہ تلمیح ہے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف۔ کہتے ہیں کہ نسیم صبح جب مصر کی طرف سے خوشبوئے پیراہن یوسف لیکر کنعان میں آئی تو گویا پدر مفارقت زدہ یوسف کے لئے جان و تن کے زندہ کرنے کی خوشخبری لیکر آئی۔

وقار ماتم شب زندہ دار ہجر رکھنا تھا — سپیدی صبح غم کی دوش پر رکھ کر کفن لائی

عاشق جو شب فراق میں رات بھر جاگتا رہا گویا اس کا وقار تاہم قائم رکھنے کے لئے صبح تیم کی سفیدی اپنا کاندھے پر اس کو دفن کرنے کے لئے کفن لیکر آئی یہ ایک نازک تخئیل ہے۔

ز آفت گاہ صحرا ازل تا عرصۂ امکان — مگر روح روان فتراک میں رنج و محن لائی

صحرائے ازل ایک آفت گاہ تھا جہان آفتوں اور بلاؤں کا ہجوم تھا تو اس آفت گاہ ازل سے ہماری روح روان رنج و محن اپنے فتراک دشکار بند میں باندھ کر لائی اور میدان دنیا تک وہی ساتھ لئے ہوئے چلی آئی۔

شہید شیوۂ منصور ہے انداز رسوائی — مصیبت پیشگی کی مدعا اور دس لائی

چونکہ انداز رسوائی منصور کے شیوہ کا شہیدا و دلدادہ ہے یعنی انداز رسوائی منصور کا عاشق اور قدردان ہے اس لئے مدعا کی مصیبت پیشگی اس کے واسطے وارد میں لیکر آئی مصیبت پیشگی مدعا یہ کہ مدعا ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت پیدا کرتا ہے۔

وفا دامن کش پیرایۂ ہستی ہے اغالب — کہ پھر نزہت گہ غربت تا صد وطن لائی

وفا لباس ہستی کا دامن کھینچ رہی ہے یہی وہ ظالم ہے کہ ہم کو غربت کی نزہت گاہ سے کھینچکر پھر وطن میں لے آئی۔

غیر مطبوعہ

وفا جفا کی طلبگار ہوتی آئی ہے — ازل کے دن سے یہ اے یار ہوتی آئی ہے

وفا ہمیشہ سے خود ظلم و ستم کی طلبگار رہتی ہے گویا کہ ازل کے دن سے یہ کام جاری ہے اور برابر یہی بات ہوتی چلی آئی ہے یعنی جب کسی پر جفا ہوئی وہ اس کی وفا کے سبب سے ہوئی۔

جواب جنت بزم نشاط جانان ہے — مری نگاہ جو خونبار ہوتی آئی ہے

مین بزم نشاط دوست سے روتا ہوا آیا ہون - اور میری یہ نگاہ خونبار اسکی بزم نشاط کا جواب ہے یعنی اس کی بزم نشاط کا جو جنت کی مانند ہے میری نگاہ جو خونفشانی سے سراپا بہار معلوم ہوتی ہے جواب بن گئی ہے -

نموے جوش جنون وحشیو مبارکباد   بہار ہدیۂ انظار ہوتی آئی ہے

اے وحشیو جوش جنونکا نمو تم کو مبارک ہو - وحشت کے بڑھنے کا تمھارے واسطے سامان پیدا ہوگیا کیونکہ بہار نظرون کو تفریح بخشتی ہوئی آپہونچی -

دل و دماغ وفا پیشگان کی خیر نہین   جگر سے آہ شرربار ہوتی آئی ہے

اب وفا پیشہ لوگون کے دل اور دماغ کا خدا ہی حافظ ہے وہ بغیر جلے نہین رہ سکتے اس لئے کہ ان کی آہ جگر سے شرربار ہوتی چلی آرہی ہے -

یونہی افزایش وحشت کے جو سامان ہونگے   دلکے سب زخم بھی ہمشکل گریبان ہونگے

اگر وحشت کے بڑھنے کے یہی سامان ہوتے رہے جیسے کہ اب ہین تو مجھے امید ہے کہ میرے دل کے تمام تر زخم بھی ایسے ہی چاک ہو جاوینگے جس طرح کہ گریبان چاک ہو رہا ہے -

وجہ مایوسی عاشق ہے تغافل اُن کا   نہ کبھی قتل کرینگے نہ پشیمان ہونگے

اگر وہ تغافل نہ کرتے اور بالکل انجان نہ بن جاتے تو ایک قسم کی امید بھی تھی مگر اُن کے اس تغافل نے بالکل مایوس کر دیا اب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کبھی قتل ہی نہ کرین گے اور جب قتل ہی نہ کرین گے تو پھر پشیمانی کیسی ہے -

دل سلامت ہے تو صدمونکی کمی کیا ہمکو   اُنسے اُنسے تو بہت جانکے خواہان ہونگے

اگر دل سلامت رہا تو صدمون کی ہم کو کیا کمی ہے یہ کم بخت روز ایک نیا قاتل پیدا کرے گا اور اُن کے ایسے بہت سے جان کے خواہان پیدا ہو جاینگے

منتشر ہو کے بھی دل جمع رکھینگے یعنی ہم بھی اب پیرو گیسوئے پریشان ہونگے

باوجود پریشان ہونے کے بھی اب دل جمعی کی صورت کو ہاتھ سے نہ دین گے اور ہم بھی اب انھین کے گیسوے پریشان کا اتباع کرینگے جیسے کہ وہ باوجود پریشانی دائمی کے جمع رہتے ہین۔

گردش بخت نے مایوس کیا ہے لیکن اب بھی ہر گوشۂ دل مین کئی ارمان ہونگے

نصیبے کی گردش نے ہم کو بالکل پریشان کردیا ہے اور اب اس قابل نہین رکھا ہے کہ ہم کو کوئی ارمان ہو۔ پھر بھی ہمارے یہان ارمانون اور حسرتون کی اس قدر افزونی ہے کہ آج بھی دل کے گوشون مین اگر تلاش کی جاے تو ہر گوشہ مین کچھ نہ کچھ ارمان نکل ہی آئین گے۔

ہے ابھی خون سے فقط گرمیٔ ہنگامۂ اشک پر یہ حالت ہے تو نالے شرر افشان ہون گے

ابھی تو یہ ہے کہ ہنگامۂ اشک کی گرمیٔ بزم صرف خون ہی کی وجہ سے ہے یعنی ابھی تو یہ ہے کہ آنکھون سے خون آتا ہے مگر یہی حالت رہی تو نالے شرر افشان سینے سے نکلین گے اور وہ گرمی ہنگامہ پیدا کرینگے۔

باندھ کر عہد وفا اتنا تنفر ہے ہے تجھ سے بے مہر کم اے عمر گریزان ہونگے

اے عمر فانی تو نے ہم سے عہد وفا باندھا تھا یا اب اس قدر نفرت ہے کہ ہم سے نفرت کرتی ہوئی جدا ہو رہی ہے اور چلی جا رہی ہے ہاے اے عمر فانی تو بڑی بے مروت بڑی بے وفا ہے۔ دنیا مین تجھ سے بے مہر کم ہون گے۔

اسقدر بھی دل سوزان کو نہ جان افسردہ ابھی کچھ داغ تو اے شمع فروزان ہونگے

اے شمع فروزان تجھے اپنے نور اپنی روشنی پر بڑا غرور ہے اور بڑھ بڑھ کر باتین بنا رہی ہے کیونکہ تو نے سمجھ لیا ہے کہ غالب کا دل تو افسردہ ہو ہی چکا ہے اب کون کچھ

جو تیرا مقابلہ کرے گا مگر سن ہم تجھے سمجھائے دیتے ہین ہمارے دل کو اتنا افسردہ نہ جان وہ افسردہ تو ہو ا ہے مگر اتنا افسردہ نہین ہے کہ تجھ سے مقابلہ نہ کر سکے ابھی تو اس مین کچھ داغ باقی ہون گے جو تیرے مقابلہ کے لئے کافی ہین اور تجھے شرما سکتے ہین۔

عہد مین تیرے کہان گرمی ہنگامۂ عیش
گل مری قسمت کے ازو پہ خندان ہونگے

یہ تیرا گمان غلط ہے کہ تیرے زمانہ مین کہین عیش وعشرت کا نام ہے۔ نہین ہرگز نہین گرمی ہنگامۂ عیش کا وجود تیرے زمانہ مین کہین ممکن ہی نہین گل تجھین دیکھ کر گرمی ہنگامۂ عیش کا خیال کیا ہے میرے اُلٹے مقدر پر ہنس رہے ہین اُن سے خوشی اور عیش کا گمان نہ رکھ۔

خوگر عیش نہین ہین ترے برگشتہ نصیب
انکو دشوار ہین وہ کام جو آسان ہونگے

وہ لوگ جو تجھپر عاشق ہو چکے ہین اُن کے نصیب پلٹ چکے ہین اب اُن سے عیش کے خوگر ہونے کی امید نہ رکھ وہ کام جو زمانے بھر کے واسطے سہل اور آسان ہین اُن کے لئے دشوار سے دشوار ہین۔

موت پھر زیست نہو جائے یہ ڈر ہے غالب
وہ مری نعش پہ انگشت بدندان ہونگے

خیال ہے کہ مین مرون گا تو انھین افسوس ہوگا اور وہ دانتون مین انگلی دبا کر نعش پر کھڑے ہون گے مگر اس کا اثر اور تو جو کچھ ہوگا سو ہوگا دیکھا جائے گا مگر مجھے ڈر یہ لگا ہوا ہے کہ کہین میری موت پھر زندگی سے نہ بدل جائے۔ یعنی اُن کے اس افسوس سے مجھے جینا نہ پڑے۔ نہایت عجیب وغریب شعر کہا ہے اور بلا مبالغہ مومن خان کی غزل کے بہترین شعرون کا یہی ایک شعر جواب ہے۔ یہ شعر غالب کے خاص انداز کا ہے فارسی مین ایک جگہ فرماتے ہین ؎

زان نمی ترسم کہ گردد قعر دوزخ جائے من
وائے گر باشد ہمین امروز من فردائے من

غیر مطبوعہ

نمائش پردہ دار طرز بیداد تغافل ہے تسلی جان بلبل کیلئے خندیدن گل ہے

بلبل کے حال سے گل سراسر تغافل برتتا رہا ہے اور بالکل بیخبر ہے مگر نمائش نے اس تغافل پر پردہ ڈال رکھا ہے گل جو دکھانے کے لئے ہنس رہا ہے بلبل کی جان اس سے تسلی پا رہی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ گل کا یہ ہنسنا میرے حال پر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میرے حال سے غافل نہیں ہے اور یہ غنیمت ہے۔

نمود عالم اسباب کیا ہے لفظ بے معنی کہ ہستی کی طرح مجھکو عدم میں بھی تامل ہے

لوگ کہتے ہیں کہ عالم اسباب موجود ہے مگر ہمارا خیال ہے کہ عالم اسباب کی نمود ایک لفظ بے معنی ہے اور سراپا بے بود ہے اور جب عالم اسباب ہی سرے سے نہیں ہے تو پھر یقینی لفظ عدم بھی محل تامل ہے کیونکہ معدوم تو وہی شے سمجھی جائے گی جو موجود بھی ہو۔ نہایت عمدہ شعر کہا ہے۔

نہ رکھ پابند استغنا کو قید رسم عالم کا ترا دست دعا بھی رخنہ انداز توکل ہے

دعا مانگنا دنیا کی ایک رسم ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ استغنا یعنی بے پروائی کو رسم عالم کا کیوں پابند اور مقید کیا جائے۔ ہمارے نزدیک بربنائے رسم زمانہ دعا مانگنا بھی شان توکل میں رخنہ اندازی کرتا ہے اس کو بھی ترک کر دینا چاہئے اقبال کا ایک شعر ہے ؎

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا کو چھوڑتا ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

نہ چھوڑا قید میں بھی وحشیوں کو یاد گلشن نے یہ چاک پیرہن گویا جواب خندۂ گل ہے

وحشیوں کو یاد چمن نے قید میں بھی نہ چھوڑا اور یاد چمن سے پیرہن کا چاک کرنا بھی گویا خندۂ گل کا ایک جواب ہے۔

ابھی دیوانگی کا راز کہہ سکتے ہیں ناصح کہ ابھی کچھ وقت ہو غالب ابھی فصل گل و مل ہے

اے غالب ناصح ہم سے اکثر پوچھا کرتا ہے کہ ہم دیوانے کیون ہو گئے لہذا اگر وہ پوچھنا چاہے تو اس زمانے مین پوچھ لے۔ کیونکہ ابھی بہار کا زمانہ ہے ابھی تو ہم ہوش مین ہین خزان کے موسم مین ہم اپنے قابو سے باہر ہو جائینگے اور پھر یہ بات ہمارے اختیار کی نہ ہوگی۔

غیر مطبوعہ

بھولے ہوئے جو غم ہین انھین یاد کیجیے　　تب جا کے انسے شکوہ بیداد کیجیے

مجھے ہزارون غم ہین اور غمون کی کثرت کی وجہ سے بہت سے غمون کو مین بھول گیا ہون اب اُن سے ایسے عالم مین شکوہ کیا کرون جب کہین اطمینان سے بیٹھ کر اُن بھولے ہوے تمام غمون کو یاد کر دن تب کہین جا کر اُن سے رنج وغم کا شکوہ کرنے کے قابل ہون۔

حال آنکہ اب زبان مین نہین طاقت فغان　　پر دل یہ چاہتا ہو کہ فریاد کیجیے

وقت وہ آگیا ہے کہ فریاد کرتے کرتے زبان مین فریاد کرنے کی طاقت باقی نہین رہ گئی ہے مگر جوش غم اب بھی اتنا ہے کہ دل کا برابر یہی تقاضہ ہے کہ جہانتک ہو سکے فریاد کئے جاؤ۔

خود جان دیکے روح کو آزاد کیجیے　　تاکے خیال خاطر جلاد کیجیے

اب تک یہ انتظار رہا کہ جلاد ظالم کبھی نہ کبھی ہماری گردن پر تلوار رکھدیگا اور ہم اس بہانے قید ہستی سے رہا ہو جائینگے۔ مگر عمر گزری جاتی ہے وقت نکلا جاتا ہے اور جلاد کو یہ خیال نہین آتا کہ ہماری گردن کے بوجھ کو ہلکا کر دے۔ لہذا اب بہتر یہ ہے کہ جان دیکر روح کو آزاد کر دیا جاے۔ اور اس انتظار کو الوداع کہا جائے۔

بس ہو دلون کیواسطے اک جنبش نگاہ　　اُجڑے ہوئے گھرون کو پھر آباد کیجیے

وہ دل جو تمھاری عدم توجہی کی وجہ سے ویران اور برباد ہو گئے ہین انکے

آباد کرنے کی اگر کوئی صورت ہو تو یہی ہے کہ آپ ایک نگاہ ان کو دیکھیں اور چاہیئے بھی یہی کہ جو گھر ویران ہیں ان کو پھر آباد کر دیجئے۔ کوئی کہتا ہے ؎

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلا دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

کچھ دردمند منتظر انقلاب ہیں جو شاد ہو چکے انھیں ناشاد کیجیے

یہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو دل کے درد سے بے چین ہیں تباہ و برباد ہو چکے ہیں کوئی سہارا باقی نہیں رہا اب وہ غریب انقلاب عالم کا انتظار دیکھ رہے ہیں۔ اور پریشان ہیں لہذا آپ کو چاہیئے کہ آپ انقلاب برپا کیجئے اور ہوائے عالم کا رخ بدل لئے۔ جو لوگ کہ اب تک آپ کے لطف و کرم سے خوش شاد و شاش بشاش ہوتے چلے آئے ہیں اُن کو ذرا ستائیے اور جو اس وقت تک برابر ستائے جاتے رہے ہیں اُن کو شاد کیجئے۔

شاید کہ پاس باعث افشائے راز ہو لطف و کرم بھی شامل بیداد کیجیے

معشوق کو ترکیب بتاتے ہیں اور بدنامی سے بچاتے ہیں کہتے ہیں کہ کیا تم نے نادانی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ آشنا کسی کو مایوس نہ کرو کہ اس کی مایوسی کا اس پر ایسا اثر پڑے اور سب لوگ سمجھ جائیں اور زمانہ بھر میں تمھارے ظلم و ستم کا راز افشا ہو جائے لہذا اس کی مناسب اور بہتر ترکیب یہ ہے کہ ظلم و ستم میں تھوڑا سا لطف و کرم بھی شامل کر لیجئے ایک جگہ کہا ہے کہ ؎

جان کر کیجئے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو

بیگانۂ رسوم جہاں ہے مذاق عشق طرز جدید ظلم کچھ ایجاد کیجیے

عشق راہ و رسم کی پابندی نہیں چاہتا وہ اس سے بیزار ہے لہذا وہی فرسودہ اور پامال ظلم جو ہمیشہ سے ہوتے چلے آتے ہیں کہاں تک بجھے گئے جائیں گا۔ اب

انھیں چھوڑ دیے میرا عشق جدت پسند ان رسوم کی پابندی نہیں کرنا چاہتا کچھ نئے نئے طریقے ظلم و ستم کے نکالے کوئی کہتا ہے ؎

وصل سے انکار ہے یہ تو پرانی بات ہے
اب نئے انداز سے کچھ جی جلانے کے لئے

غیر مطبوعہ

ہم سے خوبان جہان پہلو تہی کرتے رہے — ہم ہمیشہ مشق از خود رفتگی کرتے رہے

خوبان جہان برابر ہم سے پہلو تہی کرتے رہتے ہیں اسی واسطے ہم ہمیشہ از خود رفتگی کی مشق میں محو اور مشغول رہتے ہیں اور کبھی اپنے ہوش میں نہیں آتے۔

کثرت آرائی خیال ماسوا کی وہم تھی — مرگ پر غافل گمان زندگی کرتے رہے

ماسوا کا خیال اور وحدت کے علاوہ کثرت کا ذکر یہ کچھ بھی نہ تھا صرف ایک وہم تھا ورنہ اصل کثرت کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ تھی وحدت ہی وحدت تھی کثرت کا خیال اپنے دل میں مضبوط کرنے کی مثال ایسی ہی ہے کہ ان جاہلوں اور غافلوں نے موت کے اوپر زندگی کا گمان کیا۔

داغہائے دل چراغ خانۂ تاریک تھے — تا نشان قبر پیدا روشنی کرتے رہے

میرے دل کے جلتے ہوئے داغ اندھیرے گھر کا چراغ تھے اور انھوں نے آخر تک اپنا کام کیا یعنی قبر کے تاریک گڑھے کو برابر روشنی دیتے رہے۔

شور نیرنگ بہار گلشن ہستی نہ پوچھ — ہم خوشی اکثر ہیں ناخوشی کرتے رہے

باغ ہستی کی بہار کی نیرنگی کی حقیقت کیا پوچھتا ہے یہ کہنے والی بات نہیں ہے بڑا دل دکھانے والا قصہ ہے عالم یہ ہے کہ اکثر ایسی باتیں جو اول اول بادی النظر میں ہم کو اپنی خوشی کی معین اور مددگار نظر آئیں آخر آخر میں انھیں کو رنج اور غم کا باعث بنانا پڑا یعنی دنیا کی اکثر باتیں جو ظاہر اسباب طرب تھیں وہ باعث غم ثابت ہوئیں۔

رخصت اے تسکین آزار فراق ہمرہاں   ہو سکا جب تک غم واماندگی کرتے رہے

اے دوستوں کے فراق کے رنج اور اسی رنج کی شکست خدا کے لئے اب ہمارا پیچھا چھوڑ اور ہمارے دل سے رخصت ہو جا۔ جب تک کہ ہم سے ممکن ہوا اور جب تک کہ ہم سے ہو سکا ہم اپنے تھک کر پیچھے رہ جانے کا رنج کرتے رہے مگر آخر بتاؤ کہ کب تک اس دکھ میں رہیں اور کہاں تک بیٹھے ہوئے یہ سوچا کریں کہ ہم اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے۔

[illegible] درد ہو دل میں تو دوا کیجیے   دل ہی جب درد ہو تو کیا کیجیے

علاج ہوا کرتا ہے درد کا لہذا اگر دل میں کوئی درد ہو تو ہم اس کا علاج کریں مگر مشکل یہ آ پڑی ہے کہ درد درد نہیں رہا ہے بلکہ وہ دل بن گیا ہے اور اس نے پریشان کر رکھا ہے اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے میرا ایک شعر ہے۔

احساس درد ہو تو کریں درد کا علاج
لیکن یہاں تو درد کی پہچان ہی نہیں

ہم کو فریاد کرنی آتی ہے   آپ سنتے نہیں تو کیا کیجیے

فرقت میں پہنچنے کے بعد فراق پرست عاشق خاموش ہو کر بیٹھ گیا ہے اس کے اس بیٹھ رہنے اور اس خاموشی پر یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کو فریاد کرنی نہیں آتی آخر معشوق اس سے پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے تب وہ جواب دیتا ہے کہ ظالم تیرا یہ خیال غلط ہے کہ مجھ کو فریاد کرنی نہیں آتی یہ بات نہیں ہے مجھے فریاد کرنی تو آتی ہے مگر جب تو اسے سنتا ہی نہیں تو فائدہ کیا ہے میرے خیال میں یہ شعر اسی قبیل کا ہے۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

بلکہ وہاں تو مدعا کا ذکر بھی ہے یہاں تو مدعا کا ذکر ہی اڑا دیا ہے صرف فریاد ہی رہ گئی ہے

ان بتوں کو خدا سے کیا مطلب   توبہ توبہ خدا خدا کیجیے

ان ظالم سنگدل بتوں کو خدا سے کیا مطلب ہے کون خدا کیسا خدا توبہ کرو توبہ کرو۔ یہ ظالم ان باتوں کو کیا جانیں۔ اس شعر مین لطف زبان ایسا ہے کہ بیساختہ داد دینا پڑتی ہے۔ سہل ممتنع ایسے ہی شعروں کا نام ہے حالانکہ اس مین رعایت لفظی بھی موجود ہے۔ دونوں شعر نہایت عمدہ ہیں۔

رنج اٹھانے سے بھی خوشی ہو گی   پہلے دل درد آشنا کیجیے

اُن لوگون سے خطاب ہے جو دنیا کے رنج وغم اور ہجر کے صدمون سے گھبراتے اور رنج کے نام سے دور بھاگتے ہین۔ فرماتے ہین کہ بیخبرو۔ اگر تم اپنے دلکو درد آشنا بنالو تو پھر رنج اٹھانے سے بھی تم کو خوشی ہو۔

عرض شوخی نشاط عالم ہے   حسن کو اور خود نما کیجیے

ہر چند کہ خود نمائی بُری اور بدترین چیز ہے مگر کیا کیا جاے دنیا کی خوشی اور نشاط تفریح اور انبساط کا اسی پر انحصار ہے لہذا جہان تک ہوسکے خود نما بنئے اور حسن کو اور خود نما کیجیے یہی شوخی دنیا کی جان ہے۔

دشمنی ہو چکی بقدر وفا   اب حق دوستی ادا کیجیے

حقیقت یہ ہے کہ یہ شعر وہ ہے جو شرح وبیان کے بار کا تحمل نہین کرسکتا اور بیساختہ کہنا پڑتا ہے کہ

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

ہاے کہتا ہے کہ جتنی ہم نے وفا کی تھی اتنی تم نے دشمنی تو کرلی اُس کا حق ادا کرچکے اب دوستی کا حق ادا کیجیے۔ اس فقرہ کی شرح صرف ذوق سلیم پر منحصر ہے۔

موت آتی نہین کہین غالب   کبتک افسوس زیست کا کیجیے

اے غالب زندگی کا افسوس اور رنج کرنے سے اگر موت آجائے تو ایک بات بھی ہے مگر موت ان باتون سے نہین آسکتی لہٰذا یہ رنج وغم کہ زندہ کیون ہین فضول اور لایعنی ہے چھوڑو اس قصہ کو اس کا کچھ حاصل نہین ہے۔

غیر مطبوعہ

سکوت و خامشی اظہار حال بے زبانی ہے کمین درد مین پوشیدہ راز شادمانی ہے

کہتے ہین کہ سکوت اور خاموشی کیا ہین یہ بے زبانی کے حال کا اظہار ہین یعنی خاموش رہنے ہی سے دنیا پر بے زبانی کے درد کا اظہار ہوتا ہے یون سمجھ لیجیے کہ درد کی آڑ مین یہان شادمانی پوشیدہ ہے۔ اور اس رنج مین خوشی پنہان ہے۔

عیان ہین حال و قال شیخ سے انداز دلچسپی مگر رند قدح کش کا ابھی دور جوانی ہے

یہ معلوم ہے کہ شیخ کے حال اور قال۔ وضع و لباس۔ طور و طریق سے دلچسپی جھلکتی ہے اس کی گفتگو مین دلکشی ہے اس کے حال سے ہر شخص نصیحت پکڑ سکتا ہے مگر رند پر ان سب باتون کا اثر پڑنا اک ذرا دشوار معلوم ہوتا ہے اس کا ابھی جوانی کا عالم ہے اور جوانی دیوانی ہوتی ہے وہ ان سب باتون کی پروا نہین کرتی اور کبھی ان سے لطف اندوز نہین ہوتی۔

شبات چند روزہ کار فرمائے غم و حسرت اجل سرمایہ دار دور عیش و کامرانی ہے

اس شعر مین موت و حیات کا تقابل کیا گیا ہے اسی بنا پر کہتے ہین کہ زندگی غم و حسرت پیدا کرتی اور اُن کی کارفرمائی کرتی ہے۔ اور موت عیش اور کامرانی کی سرمایہ دار ہے یعنی اس کے بعد پھر کوئی حسرت اور غم نہین رہتا۔

گداز داغ دل شمع بساط خانہ ویرانی تپش گاہ محبت مین فروغ جاودانی ہے

داغ دل کا پگھلنا خانہ ویرانی کی بساط اور فرش کے لئے ایک شمع ہے گویا کہ اس کے ذریعہ سے تپش گاہ محبت مین ہمیشہ اُجالا رہے گا۔ اس واسطے کہ داغ دل کو اپنی سوختگی اور اپنی گرمی سے ہمیشہ گداز ہوگا اور وہ شمع کا کام دے گا۔

غیر مطبوعہ

وفورِ خودنمائی ہین ذوقِ جلوہ آرائی — بوہم کامرانی جذبِ دل کو شادمانی ہے

میرے معشوق کو خودنمائی کا ذوق حد سے زیادہ ہے اور یہ ذوق منجر ہو کر جلوہ آرائی تک آپہونچا ہے یعنی وہ خودنمائی کے شوق مین دنیا کو اپنا حسنِ عالم سوز دکھا رہا ہے ادہر تو یہ عالم ہے ادہر حضرت دل پھولے نہین سماتے وہ سمجھتے ہین کہ ہمارے جذبِ عشق نے اثر کیا ہے اور یہ کامرانی اسی جذب کا نتیجہ ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

دلِ حرمان لقب کی داد دے ای چرخ بے پروا — بغارت دادہ رخت و متاعِ کامرانی ہے

اے چرخ بے پروا اے ظالم آسمان داد دے میرے اس دل کی جس کا کثرت بدنصیبی کی وجہ سے لقب ہی حرمان نصیب ہو گیا ہے اُسے دیکھ کہ اس کا تمام سرمایۂ عیش و مسرت لٹ گیا ہے اور اب سوائے حسرت و افسوس کے اس کے پاس کچھ نہین۔

غیر مطبوعہ

کسکی برقِ شوخیٔ رفتار کا دل دادہ ہے — ذرہ ذرہ اس جہان کا اضطراب آمادہ ہے

اے خدا دنیا کے ہر ذرہ مین کس کی شوخی کی بجلی اثر کر گئی ہے۔ اور کس کا اس کو عشق ہے کیونکہ مین دنیا کے جس ذرہ پر نظر ڈالتا ہون وہ اضطراب آمادہ ہے اور برابر تڑپ رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی برق رفتاری نے اُن کے اندر اثر کیا ہے اور وہ اُسپر فریفتہ ہین۔

ہی غرورِ سرکشی صورت نمائے عجز بھی — منقلب ہو کر بسان نقشِ پا افتادہ ہے

یہی سرکشی کا غرور عاجزی کی صورت بھی دکھاتا ہے اور یہی پستی بھی کرتا ہے اس کی مثال بالکل نقشِ قدم کی طرح ہوتی ہے کہ جب وہ منقلب ہوتا ہے تو فوراً اسمین افتادگی اور پستی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے ایسے ہی یہ سرکشی کا غرور بھی عاجزی کی طرف کھنچتا جاتا ہے۔

تشنۂ ویران سازیٔ عشقِ جفا پیشہ نہ پوچھ — نامرادون کا خطِ تقدیر تک بھی سادہ ہے

عشق کے ظلم و ستم کی روداد کیا پوچھتا ہے کچھ نہ پوچھ اس نے عاشقون کے گھر کو تو لوٹ کر تباہ و برباد کیا ہی تہا پھر یہان تک تو کوئی نئی بات نہین ہے مگر ستم تو یہ ہے کہ نامرادون کے خط تقدیر کو بھی لوٹ لیا وہ بھی سادہ پڑا ہے یعنی اس مین بھی کچھ نہین اور یہ ظاہر ہے کہ نامرادون کی قسمت مین کچھ بھی نہین ہوتا۔

خود نشاط و سرخوشی ہے آمد فصل بہار آج ہر سیل روان عالم مین موج بادہ ہے

فصل بہار کی آمد ہی بذات خود نشاط اور سرخوشی ہے کوئی ضرورت نہین کہ میکشی کی طرف رغبت کی جائے بہار کے زمانہ مین ہر بہتی ہوئی سیل بھی موج بادہ معلوم ہوتی ہے۔

زندگانی رہرو راہ فنا ہے اے اسد ہر نفس ہستی سے تا ملک عدم اک جادہ ہے

اے اسد زندگی ایک مسافر ہے جو فنا کی راہ کو طے کر رہا ہے گویا کہ زندگی کا ہر نفس ایک جادہ ہے جو ملک ہستی سے شروع ہو کر سرحد نیستی تک جا پہونچتا ہے۔ زندگی کا مسافر اسی پر اپنے سفر کو طے کر رہا ہے۔ یہ شعر بھی نہایت ہی عمدہ شعر ہے۔

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے تمہاری طرز روش جانتے ہین ہم کیا ہے

اگر تم رقیب پر مہربان ہو تو کون سے بڑے تعجب کی بات ہے اور کیا حیرانی کی جگہ ہے ہم کو معلوم ہے کہ تمہاری طرز روش کیا ہے۔ اور تمہاری مہربانی مین کیا کیا ستم پنہان ہوتے ہین دوسرا مصرع نہایت ہی کثیر المعنی ہے مثلاً یہ کہ ہم کو معلوم ہے کہ دو دن بھی تم کسی سے پیار نہین ملتے اور دو دن بھی نہین نباہتے ادہر دوستی کی اور ادہر دشمنی ہی تمہارا طریقہ ہے۔ یا یہ کہ تمہارا طریقہ ملنے کا جو کچھ ہے وہ ہم کو معلوم ہے دراصل تم ملتے کسی سے بھی نہین ہو۔ ایک نمایش ہوتی ہے۔ یا یہ کہ تمہاری طرز روش ہم کو معلوم ہی ہے آج اس سے ملے ہو۔ کل کسی اور سے ملو گے۔ غرضکہ اس مین بہت سے لطیف پہلو نکلتے ہین۔

کٹے تو شب کہین کاٹے تو سانپ کہلاوے کوئی بتاؤ کہ وہ زلف خم بخم کیا ہے

اگر وہ کٹ جائے تو اس کو بات کا کٹنا کہیں گے - اور اگر وہ کاٹ لے تو اسکو سانپ کا کاٹنا کہیں گے - خدا کے لئے کوئی ہم کو بتاؤ کہ وہ زلف خم بخم آخر کیا ہے اور اس کو کیا کہیں یہ شعر صرف الفاظ کی مناسبتوں کی بنا پر کہا گیا ہے معنویت کچھ اچھی نہیں ہے -

لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود — کسے خبر ہے کہ واں جنبش قلم کیا ہے

بڑے لوگوں اور بعض قوموں میں دستور ہے کہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا زائچہ بنایا جاتا ہے اور اس کے احکام لکھے جاتے اور اس کی آئندہ زندگی کا حال بیان کیا جاتا ہے اُسی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں کہ طالع مولود کے احکام دنیا لکھا کرے اس سے کیا حاصل ہوا اور اس سے ہوتا کیا ہے یہ کس کو معلوم ہے کہ ہونے والا کیا ہے اور کلک قدرت نے اس کی قسمت میں کیا لکھا ہے -

جو حشر و نشر کا قائل نہیں کبھی حضور — خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے

اس کی قسم کا اعتبار کرنا چاہئے جو حشر کو مانتا ہو حشر کے دن کی جزا و سزا کو برحق جانتا ہو مگر جو حشر و نشر کا قائل ہی نہیں پھر ایسے کی قسم سے کیا فائدہ اور اس کا اعتبار کون کرے وہ تو سراسر بیکار اور بے فائدہ ہے -

وہ داد و دید گرانمایہ شرط ہے ہمدم — وگرنہ مہر سلیمان و جام جم کیا ہے

بات تو جب ہے کہ ویسا ہی انصاف ہو ویسی ہی روش اور طرز ہو ورنہ اس مہر سلیمان اور جام جم سے کیا نتیجہ بیکار ہے -

سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی — یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے

ہم کو بھی معلوم ہے کہ غالب جیسا لکھنے والا ہے اور جیسا اس کا خامہ آتش افشانی کرتا ہے مگر اب اس شعر میں دم ہی کیا ہے اور وہ ہے کس قابل -

اس جور و جفا پر بھی بدظن نہیں ہم تجھ سے — کیا طرفہ تمنا ہے امید کرم تجھ سے غیر مطبوعہ

یا اینکہ تو ہمپر اس قدر ظلم کرتا ہے اور اس درجہ ہم کو ستاتا ہے مگر ہم تجھ سے بدظن نہین ہوے اور تجھ سے بدگمانیان ہمارے دل مین نہین پیدا ہوئین اور اس وقت تک تجھ سے کرم کی امید چلی جاتی ہے حقیقتاً یہ تمنا عجب تمنا ہے اور یہ امید عجب امید ہے

امید نوازش مین کیون جیتے ہین ہم آخر — سہتے ہی نہین کوئی جب درد و الم تجھ سے

خود ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ ہم امید نوازش مین کیون زندہ ہین اور کس سبب سے یہ توقع رکھتے ہین کہ تو ہمپر لطف و کرم کرے گا درانحالیکہ ہم کوئی درد و الم تیری طرف سے نہین سہتے تو پھر ہمین امید کس بات کی ہے اگر ہم ظلم سہتے تو لطف کی امید ہوتی -

وارفتگی دل ہے یا دست تصرف ہے — ہین اپنی بغل مین دن رات بہم تجھ سے

یہ ہمارے دل کی از خود رفتگی ہے - دیوانہ پن ہے یا کوئی دست تصرف ہے کہ اس عالم وارفتگی مین ہم دن رات تجھ سے بغل گیر ہوے ہین گویا از خود رفتگی دست تصرف بن گئی ہے اور تجکو ہمارے پاس کھینچ لائی ہے -

یہ جور و جفا سہنا پھر ترک وفا کرنا — اے ہرزہ پژوہی بس عاجز ہوے ہم تجھ سے

مدتون ایک شخص ظلم و ستم اٹھاتا رہا ہے مدتون تک جفائین سہتا رہا ہے آخر عاجز ہو کر ترک وفا کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اب ہم بھی وفا کو ترک کر دینگے اسی پر شاعر کہتا ہے اتنے دنون تک تو یہ سب کچھ کیا یہ ظلم اٹھاے یہ رنج سہے اب آپ یہ خیال ظاہر فرما رہے ہین اے ہرزہ پژوہی یعنی فکر بیہودہ بس کہ ہم تجھ سے عاجز ہو گئے - تو ہمارا پیچھا چھوڑ آخر پہلے تو نے ظلم کیون سہے تھے اور اب کیون عاجز ہے جب کیا تھا اور اب کیا ہے -

غالب کی وفا کیشی اور تیری ستم رانی — مشہور زمانہ ہے اب کیا کہین ہم تجھ سے

تو نے غالب پر جیسے جیسے ظلم کئے ہین اور اسپر بھی وہ وفا کرتا رہا ہے ہم اسے بیان کرنے کی اور تجھے جتانے کی کیا ضرورت ہے زمانہ جانتا ہے اور تجھے خود معلوم

یہ محاورہ نہایت عمدہ صرف ہوا ہے کہ اب کیا کہیں - الخ

صبح ناپیدا ہے کلفت خانہ ادبار میں ۔۔۔ توڑنا ہوتا ہے رنگ یک نفس ہر شب مجھے

یہ بھی ایک خیالی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ ادبار اور نحوست کے کلفت خانہ میں صبح کہاں رکھی ہے بجائے صبح میں روزانہ ایک نفس کا رنگ منتشر کرتا ہوں - جس سے صبح معلوم ہوتی ہے چونکہ تنفس صبح کے روشن ہونے اور سانس لینے کو کہتے ہیں یہیں سے شاعر کے ذہن میں مضمون پیدا ہوا - اور واقعات کے بجائے شعر کی بنا صرف خیال پر رہ گئی -

شومی طالع سے ہوں ذوق معاصی میں اسیر ۔۔۔ نامہ اعمال ہے تاریکی کوکب مجھے

میرا ذوق معاصی میں اسیر ہونا صرف میری شومی طالع کی وجہ سے ہے اور بدنصیبی نے مجکو اس جال میں پھنسا رکھا ہے یہ سمجھ لیجئے کہ میرے تارے کی سیاہی ہی میرا سیاہ اعمال نامہ ہے یعنی میری تاریکی نصیب ہی سے میرا اعمال نامہ سیاہ ہوا ہے -

درد ناپیدا و بیجا تہمت وارستگی ۔۔۔ پردہ دار یاوگی ہے وسعت مشرب مجھے

نہ کہیں درد کا دل میں نشان ہے اور نہ آزادی ہی ہے یہ بھی ایک تہمت ہے وہ بھی کچھ بھی نہیں میں ایک یاوہ اور بیہودہ ہوں اور اس بیہودگی کا پردہ یوں رہ گیا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو ایک وسیع المشرب مشہور کر رکھا ہے جس کی وجہ سے کوئی پابندی اور کسی قسم کی ذمہ داری میرے اوپر عاید نہیں ہوتی -

اسد بہار تماشائے گلستان حیات ۔۔۔ وصال لالہ عذاران سرو قامت ہے

اے اسد باغ زندگی کی بہار تماشا بس یہی ہے کہ لالہ عذاروں اور سرو قامتوں کا وصال میسر ہو -

شوخی مضراب جولان آبیار نغمہ ہے ۔۔۔ برگ ریز ناخن مطرب بہار نغمہ ہے

مضراب اس چھلے کو کہتے ہین جس سے ستار وغیرہ بجاتے ہین اور برگ ریز
دوڑ دھوپ کو کہتے ہین۔ کہتے ہین کہ مضراب کی جولانی نغمہ کی آبیاری ہے اور مطرب
کے ناخن کی جو تار پر دوڑ دھوپ ہوتی ہے وہ نغمہ کی بہار ہے گویا نغمہ ایک چمن ہے
جس کی پرورش اس طرح ہوتی ہے۔

کس سے اے غفلت تجھے تعبیر آگاہی ملے — گوش ہا سیمابی و دل بیقرار نغمہ ہے

غفلت کو مخاطب کرکے کہتے ہین کہ اے غفلت آخر کونسی ایسی شے ہے جس سے
تجھے درس آگاہی حاصل ہو اس کے دو ہی ذریعہ ہین۔ یا کان سے کچھ اس قسم کی
باتین سنے یا دل خود کوئی عبرت حاصل کرے یہان یہ دونون بیکار ہین کان ہین
تو ان مین پارہ بھرا ہوا ہے جس سے وہ بہرے ہوگئے ہین اور دل ہے تو اس کو نغمہ کی
تاثیر یا اشتیاق نے بیتاب و بیخود بنا رکھا ہے۔

ساز عیش بیدلی ہے خانہ ویرانی مجھے — سیل یان کوک صدائے آبشار نغمہ ہے

میری بیدلی بنائے فراغت ہے اور اس عیش بیدلی کا ساز میرے لئے میری
خانہ ویرانی ہے اور وہ سیلاب خانہ ساز آبشار نغمہ کی صدا ہے کوک ہے۔ جو
باعث عیش ہے۔

سنبلی خوان ہے یہ ذوق تار گیسوئے دراز — نالۂ زنجیر مجنون رشتہ دار نغمہ ہے

سنبلی اور عمل گیسو۔ موسیقی مین دو آوازون یا دو دھنون کا نام ہے اور سنبل کو
گیسو سے تشبیہ بھی دیتے ہین اسی لفظی رعایت پر شعر کے خیال کی بنیاد ہے کہتے ہین کہ
زنجیر مجنون کی آواز گویا نغمہ کی رشتہ دار ہے یعنی نغمہ سے ملتی جلتی اور اسی کے قریب
ہے کیونکہ یہ بھی محبوب کے گیسوے دراز کی یاد مین سنبلی خوان ہے سنبل۔ گیسو سنبلی
زنجیر ایک طرف رشتہ تار نغمہ سنبلی ایک طرف سب مراعات لفظی ہین اور بس۔

خود فروشی ہاے ہستی بسکہ جاے خندہ ہے — تا شکست قیمت دلہا صداے خندہ ہے

چونکہ ہستی کی خودنمائیاں اور خودفروشیاں قابل تضحیک ہیں اس لئے وہ صیدا جو شکستِ قیمت اسے دل سے آتی ہے اس سے بھی خندہ حقارت کی صورت مترشح ہوتی ہے اور وہ دلوں کی شکستِ قیمت کی آواز بھی فرمائشی قہقہہ معلوم ہوتی ہے

نقشِ عبرت در نظر یا نقدِ عشرت در بساط دو جہاں وسعت بقدرِ یک فضا خندیدہ ہے

حالت یہ ہے کہ نقوشِ عبرت نظر میں ہیں اور نقدِ عشرت بساط میں ہے گویا کہ دوجہان کی فراخی بقدر ایک فضائے خندہ کے ہے -

جائے استہزا ہے عشرت کوشیِ ہستی اسد صبح و شبنم فرصتِ نشو و نمائے خندہ ہے

اے اسد دنیا یا ہستی کی کوشش عشرت ہنسنے اور مذاق اڑانے کے قابل ہے تجھے معلوم ہے کہ یہ صبح اور شبنم کیا ہیں - صبح بھی ایک خندہ کی فرصت ہے اور شبنم بھی یعنی صبح بھی روزانہ ایک مرتبہ بطریق استہزا دنیا کی عشرت کوشی پر ہنس لیا کرتی ہے اور شبنم بھی خندہ صبح شعرا میں مسلم ہے شبنم کا خندہ اس وجہ سے کہا کہ قطرات کو صاف دانتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اسی وجہ سے شبنم کو شبنم کا ہنسنا کہا گیا ہے -

حسنِ خوباں بسکہ بے قدرِ تماشا ہو اسد آئینہ اک دستِ ردِ امتناعِ جلوہ ہے

حسینوں کے تماشائے حسن کی چونکہ اس زمانہ میں بالکل قدر جاتی رہی ہے اسلئے اس زمانہ میں آئینہ بھی ایک ہاتھ سا معلوم ہوتا ہے جو اشارہ سے جلوہ کو اپنی طرف آنے سے منع کرتا ہے -

تمثالِ جلوہ عرض کر اے حسن کب تلک آئینۂ خیال کو دیکھا کرے کوئی

اے حسن دوست جلوہ کی کوئی تصویر پیش کر - کہاں تک کوئی بیٹھا ہوا خیال کے آئینہ کو دیکھا کرے مطلب یہ ہے کہ خیال کرتے کرتے عاجز آ گئے اب ضرورت اس کی ہے کہ جلوہ دکھائے -

وحشت کہاں کہ بے خودی انشا کرے کوئی ہستی کو لفظِ معنیِ عنقا کرے کوئی

ایسی وحشت کہاں سے آئے کہ کوئی بیخودی پیدا کرے اور ہستی کو معدوم ثابت کرے

عرضِ سرشک پر ہے فضائے زمانہ تنگ　　صحرا کہاں کہ دعوتِ دریا کرے کوئی

اگر میں رونے پر آؤں تو میرے آنسو اس قدر ہیں کہ زمانے میں سما نہیں سکتے اسی لئے میں رونے کا ارادہ ہی نہیں کرتا - اگر صحرا ہو تو دریا کی دعوت کریں جب صحرا ہی نہیں تو دریا کی دعوت بیکار ہے -

وہ شوخ اپنے حسن پہ مغرور ہے اسدؔ　　دکھلا کے اسکو آئینہ توڑا کرے کوئی

آئینہ دکھاکر توڑنا اس لئے ہے کہ وہ اپنے جواب کو اپنی آنکھ سے دیکھ لے اور اُس کا غرور یکتائی قائم نہ رہے اور آئینہ کے ہر ٹکڑے میں اس کا ایک جواب نظر آئے کسی کا شعر ہے ؎

نظر آئے کبھی کاہے کو اتنے خوبرو اک جا
یہ حسن اتفاق آئینہ اُن کے روبرو ٹوٹا

باغ تجھ بن گلِ نرگس سے ڈراتا ہے مجھے　　چاہوں گر سیرِ چمن آنکھ دکھاتا ہے مجھے

میں ہجر کے عالم میں تیرے بغیر اگر سیرِ گلشن کے واسطے جاتا ہوں تو باغ مجھکو ڈراتا ہے اور یہ ڈرانا اس طرح ہے کہ مجھے نرگس کے پھول دکھاتا ہے میں گلِ نرگس کو دیکھ کر سمجھتا ہوں کہ مجھے چشم نمائی کی جا رہی ہے - آنکھ دکھانا محاورہ نہیں ہے بلکہ آنکھیں دکھانا محاورہ ہے اور غالباً اسی نقص پر نظر رکھ کر مرزا نے اس مطلع کو یوں بدل دیا ہے ؎

باغ پاکر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے
سایۂ شاخِ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

شورِ تمثال ہے کس رشکِ چمن کا یارب　　آئینہ بیضۂ بلبل نظر آتا ہے مجھے

اے خدا یہ کس رشکِ چمن کے عکس نے اس کو سودائی بنایا ہے کہ آئینہ بیضہ

بلبل معلوم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ بلبل گل کی عاشق ہے اور بیضۂ بلبل سبب خلقت بلبل ہے جس سے عشق پیدا ہوگا یعنی آئینہ ہیولائے عشق بن کر رہ گیا ہے۔

میں ہوں اور حیرت جاوید مگر ذوق خیال — بہ فسون نگہ ناز ستاتا ہے مجھے

میری حالت تو یہ ہے کہ ہمیشہ کے واسطے سراپا حیرت بن کر رہ گیا ہوں مگر میرا ذوق برابر نگاہ ناز کے افسون میرے اوپر دم کر رہا ہے اور مجھے ستا رہا ہے یعنی خیال برابر امید وصال دلا رہا ہے اور مجھے عاجز کر رہا ہے۔

حیرت فکر سخن ساز سلامت ہے اسد — دل پس زانوئے آئینہ بٹھاتا ہے مجھے

فکر سخن میں جو مجھے حیرانی ہوتی ہے یہ میرے واسطے ساز سلامتی ہے میرا دل گویا اس حالت میں مجھے ایک آئینہ کی آڑ میں چھپا کر اور محفوظ کر کے بٹھا دیتا ہے اور میں دنیا کے دوسرے افکار سے نجات پا تا رہتا ہوں۔

یاد رکھیے التفات نازہائے اولین — آشیان طائر رنگ حنا ہو جائیے

معشوق کے گزشتہ التفات ناز کو یاد کئے جائیے وہ التفات ناز گویا کہ ایک طائر رنگ تھا جو اب اڑ گیا ہے مگر اس صورت میں کہ اس التفات ناز کو خیال میں رکھیے تو گویا رنگ حنا کا آشیانہ ہو جاتا ہے خیال کے الجھاوے میں سررشتہ معانی میں تحلیلین پڑ گئی ہین

لطف عشق ہر یک انداز دگر دکھلائے گا — بے تکلف اک نگاہ آشنا ہو جائیے

ہر ایک کے عشق کا لطف ایک دوسرا انداز دکھائے گا اور طرح طرح کے تجربے ہوں گے لہذا مناسب یہ ہے کہ سراپا ایک نگاہ آشنا ہو جائیے۔ اس کے ذریعے ہر ایک سے عشق پیدا ہوگا۔ اور اس کے ذریعے سے متنوع تجربات کا فائدہ ہوگا۔

داد از دست جفائے صدمۂ ضرب المثل — گر ہم افتادگی جون نقش پا ہو جائیے

دنیا کے آلام و مصائب سے چھٹکارے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اور اس سے کسی طرح نجات ہو ہی نہیں سکتی اگر سراپا عجز بن کر اور سراسر افتادگی کی صورت اختیار کر کے نقش قدم بن جائیے تب بھی انہیں آفتوں اور مصیبتوں کا سامنا ہوتا رہے گا۔ نقش قدم پر بھی برابر دوسرے نقش قدم پڑتے ہیں اور یہ گویا صدمات ضرب المثل ہیں یا یہ کہ اگر ہم افتادگی ہو جائیے تب بھی نقش قدم سے مثال دیجائے گی اور یہ بھی باعث ہیفاد صدمہ ہو گی۔ ضرب المثل میں خود لفظ ضرب موجود ہے جس کے معنی تکلیف اور رنج پہونچنے کے ہیں۔ غرض دنیا میں کسی صورت سے آسودگی ممکن نہیں۔ اس شعر میں لفظی گورکھ دھندا ہے جس کا سلجھانا اور اُلجھنے کا باعث ہو جاتا ہے۔

غم و عشرت قدمبوس دل تسلیم آئین ہے دعائے مدعا گم کردگان عشق آمین ہے

غم ہو یا عشرت ہو جو دل کہ خوگر تسلیم ہو چکے ہیں یہ دونوں ان کی قدمبوسی کرتے ہیں اور دونوں اُن کے پاؤں چومتے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ محو عشق ہو کر تعین مدعا سے بے نیاز ہو گئے ہیں نہ غم سے اُن کو کوئی صدمہ پہونچتا ہے اور نہ عشرت سے ان کو کوئی راحت ہوتی ہے۔ اُن کی دعا صرف آمین ہے۔ وہ غم پر بھی آمین کہتے ہیں اور عشرت پر بھی لبیک کہتے ہیں۔

تماشا ہے کہ ناموس وفا رسوائے آئین ہے نفس تیری گلی میں خون ہوا بازار رنگین ہے

ہائے کیا قیامت ہے کیا تماشا ہے کہ آئین و قانون دنیا نے میری ناموس وفا کو رسوا کر دیا ہے بھلا اس رسوائی کی کوئی حد ہے اور اس ظلم کا کوئی ٹھکانا ہے۔ کہ میں قتل تیرے کوچہ میں ہوا۔ اور میرا خون تیری گلی میں ہوا اور تمام بازار اس سے رنگین ہو رہا ہے۔ ریاض کا ایک شعر ہے۔

ہمارا خون مقتل کی زمین پر
نہ دامن پر نہ اُنکی آستین پر

ہمارا دیکھنا گر ننگ ہے سیر گلستان کر شرار آہ سے موج صبا دامان گلچین ہے

معشوق سے خطاب ہے کہ اچھا اگر ہمارا دیکھنا تیرے لئے باعث ننگ ہے تو یہی سہی ہم کو نہ دیکھ - بلکہ یہ سمجھ کر دیکھ کہ ہم گلستان کی سیر کر رہے ہیں کیونکہ ہماری آہ کے شرار دن سے موج صبا دامن گلچین بنی ہوئی ہے - اور فضا مین تمام شرار ہی شرار ہین یا یہ کہ دونوں صورتین بہتر ہین ہمارا حال اور رنگ گلستان ملتا جلتا ہے ہم کو نہ دیکھ سیر گلستان کر لے اسی سے ہمارا حال آئینہ ہو جائے گا -

پیام تعزیت پیدا ہے انداز عیادت سے — شب ماتم تہ دامان دود شمع بالین ہے

شمع بالین بظاہر تمہاری عیادت کے لئے بالین پر آئی ہوئی ہے مگر اس کا انداز ایسا ہے کہ اس سے تعزیت کے آثار ظاہر ہو رہے ہین کیونکہ اس کے دامان دود مین ایک شب ماتم چھپی ہوئی ہے - جو سیاہ ہے اور یہ سیاہی نشان تعزیت ہے دود شمع کے دامن کے نیچے شب ماتم ہونا یا بہ لحاظ واقعہ کہا ہے یا اس لئے کہ ماحصل دود شمع سیاہی ہے جو مشابہ ہے رات سے -

زبس جز حسن منت ناگوارا ہی طبیعت پر — کشاد عقدہ محو ناخن دست نگارین ہے

میری طبیعت کو حسن کے سوا کوئی احسان پسند نہین ہے اور معشوق سے اور کسی چیز کی تمنا نہین ہے اسی وجہ سے میرے عقدۂ مشکل کی کشایش اس کے ناخن دست رنگین مین محو ہو کر رہ گئی ہے - اور سلجھنے کا نام نہین لیتی -

نہین ہے سر نوشت عشق غیر از بیدماغی ہا — جبین پر میری بد خطِ قدرت نے خط کھینچے ہیں

عشق کی تقدیر مین بیدماغی ہی بیدماغی ہے قلم قدرت نے پیشانی پر جو خطوط [illegible] کھینچے ہین وہ میری پیشانی پر کردہ گئے ہین جو نشان بے دماغی اور علامات نازک مزاجی ہین -

بہار باغ پامال خرام جلوہ فرمایان — حنائے دست خون کشتگان تیغ رنگین ہے

محبوبان جلوہ فرما کا خرام ناز اس انداز اور اس ادا کا ہے کہ بہار باغ اس کے

سامنے پس کر رہ گئی ہے۔ اُن کے ہاتھوں میں مہندی ہے اور کشتوں کے خون سے تلوار رنگین ہے اور اس عالم میں رشک بہار بنے ہوے ہین۔

بیابان فنا ہے بعد صحرائے طلب غالب — پسینہ توسن ہمت کا سیل خانۂ زین ہے

اے غالب صحرائے طلب کے بعد بیابان فنا آتا ہے توسن ہمت کا پسینہ خانۂ زین کو بہا لیجاتا ہے یعنی اس عالم کے بعد عالم بے نیازی آتا ہے۔

دیکھتا ہوں وحشت شوق خروش آمادہ سے — فال رسوائی سرشک سر بصحرا دادہ سے

وہ شوق جو جوش و خروش پر آمادہ ہے اُس کی وحشت کی وجہ سے مین رسوائی کے آثار پا رہا ہون کیونکہ حالت یہ ہے کہ آنسو اس قدر بہے ہین کہ بہکر جنگل تک پہونچ گئے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ اب دنیا پر میرا حال ظاہر ہوگا اسی وجہ سے مجھے فال رسوائی نظر آرہی ہے۔ سرشک سر بصحرا دادہ ایک جگہ یا دو جگہ اور بھی کہا ہے۔

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے
دل بے دست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

بزم ہستی وہ تماشا ہے کہ جس کو ہم اسد — دیکھتے ہین چشم از خواب عدم نکشادہ سے

اے اسد بزم ہستی کی حالت نہ پوچھ یہ ایک تماشا ہے۔ اس کو ہم دیکھتے تو ہین مگر اس آنکھ سے جو ابھی خواب عدم مین ہے یعنی ہستی کا وجود ابھی حالت عدم ہی مین ہے اور یہ بود سراپا بے بود ہے۔

منت کشی مین حوصلہ بے اختیار ہے — داماں صد کفن تہ سنگ مزار ہے

حوصلہ اور ہمت کا اقتضا یہ ہے کہ کسی کا کوئی احسان اپنے سر نہ لیا جائے مگر افسوس کہ منت کشی کے لئے حوصلہ قطعاً بے اختیار ہو جاتا ہے اور مجبوراً منت کشی کرنا پڑتی ہے چنانچہ کفن پانا ایک قسم کی منت کشی ہے۔ اگر حوصلہ اس سے روگردانی کرے بھی۔ اور اس احسان سے منہ موڑے جبھی تب بھی مجبوراً اس داماں کفن کا احسان اپنے

سر لینا پڑتا ہے جو سنگ مزار کے نیچے ہے۔ سنگ مزار کی سطح زیرین خود دامان صد کفن کی برابر ہے پھر اس صورت میں حوصلہ غریب کیا کرے منت کشی کے لئے مجبور ہے۔

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ منت کشی کی صورت میں حوصلہ بے اختیار ہو جاتا ہے دامان کفن کو دیکھ لو کہ اسی منت کشی کی بدولت وہ سنگ مزار کے نیچے دبا ہوا ہے پتھر کے نیچے دامن دبنا۔ مجبور ہونے کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ گلزار نسیم کا یہ شعر ہے ؎

قسمت سے مفر ہے اب نہ نا من

پتھر کے تلے دبا ہے دامن

عبرت طلب ہے حل معمائے آگہی   شبنم گداز آئینہ اعتبار ہے

کیوں پوچھتا ہے اور کیا پوچھتا ہے آگاہی ایک معما ہے اور اس کا حل ہونا یا حل کرنا عبرت ناک ہے پہلے عبرت پیدا کر پھر معمائے آگاہی کو حل کر۔ واقعہ یہ ہے کہ شبنم آئینہ اعتبار کا ایک گداز ہے۔ اب خیال تو کر کہ یہ بات کسقدر عبرت ناک ہے کہ ایک ایسی چیز جو بظاہر زینت معلوم ہوتی ہے اصل میں تباہی ہے اور یہ تمام عبرت معمائے آگاہی کے حل ہونے سے حاصل ہوئی ہے۔

خجلت کش وفا کو شکایت نہ چاہیئے   اے مدعی طلسم عرق بے غبار ہے

جو لوگ وفا کی خجلت اٹھا رہے ہیں اور شرمندہ ہو رہے ہیں اُن کو شکایت نہ کرنا چاہیئے۔ اے مدعی وفا کچھ خبر بھی ہے وہ عرق جو خجلت وفا سے آتا ہے اس کی مثال ایک طلسم کی ہے جو شکایت کے گرد و غبار سے بالکل پاک ہے۔ لہذا خجلت وفا کا مدعی ہے تو شکایت نہ کر۔

کیفیت ہجوم تمنا رسا اسد   خمیازہ ساغر ئے رنج خمار ہے

اے اسد ہجوم تمنا کی کیفیت کو تو کیا سمجھتا ہے یہ نہایت ہی رسا ہے۔ خمیازہ کو خمیازہ نہ سمجھ بلکہ یہ ایک ساغر ہے جس میں رنج و تکلیف خمار کی شراب بھری ہوئی ہے یہ کیفیت ہجوم تمنا نہایت ہی رسا ہے۔

زنجیر یاد پڑتی ہے جادے کو دیکھ کر — اس چشم سے ہنوز نگہ یادگار ہے

جادہ سے مراد نشانِ زنجیر۔ اور وہ خطوط جو زنجیر کے کھنچنے سے پڑ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں جیسے زنجیر کے نشانات دیکھ کر زنجیر یاد آجایا کرتی ہے۔ اسی طرح مجھے نگاہ کی صورت دیکھنے سے وہ آنکھ یاد آتی ہے

سودائی خیال ہے طوفان رنگ و بو — یاں ہے کہ داغ لالہ دماغ بہار ہے

خیال کا سودائی یعنی وہ سودائی جس کو ہزارہا خیال آرہے ہیں جس کے سامنے خیال کے ذریعہ سے باغ کی ایک تصویر کھنچی ہوئی ہے۔ وہ اصل میں رنگ و بو کا ایک طوفان ہے۔ ایک لالہ کے داغ میں سامانِ بہار نہیں پیدا ہو سکتا۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ سودائی خیال لالہ کا داغ ہے اور اس کا خیال ایک طوفان رنگ و بو ہے جسے دماغ بہار کہا جا سکتا ہے۔

بھونچال میں گرا تھا یہ آئینہ طاق سے — حیرت شہید جنبش ابروئے یار ہے

حیرت ایک آئینہ تھی اور معشوق کی جنبش نگاہ ایک زلزلہ جس سے کہ ابروئے یار کو جو طاق کی مانند ہے جنبش ہوئی حیرت جاتی رہی اور شہید ہو کر رہ گئی اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ زلزلہ میں طاق پر سے ایک آئینہ گر کر ٹوٹ جائے۔

حیران ہوں شوخیٔ رگ یاقوت دیکھ کر — یاں ہے کہ صحبت خس و آتش برار ہے

میں یاقوت اور یاقوت کے خطوط باریک کو دیکھ رہا ہوں اور حیران ہو رہا ہوں۔ آج تک میں نے آگ اور پھونس کو کہیں ایک جگہ نہیں دیکھا تھا۔ مگر یہاں دیکھ رہا ہوں۔ خطوط یاقوت کی تشبیہ رگ یاقوت سے اور سرخی کو آگ سے استعارہ کیا ہے۔

یہ حلقۂ خم گیسوے راستی آموز — دہان مار سے گویا صبا نکلتی ہے

معشوق کی زلف خم بہ خم کے حلقون سے صبا کا گزرنا ایسا ہے۔ جیسا کہ سانپ کے منہ سے ہوا نکلنا یا ہوا کا سانپ کے منہ سے ہو کر گزرنا۔ خم گیسو کی صفت راستی آموز اس لئے لائی گئی ہے کہ وہ آمادہ راستی ہین۔ یا یہ کہ راستی سکھاتے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ حلقہ سے جو چیز نکلے گی وہ سیدھی ہو کر گزرے گی۔

برنگ شیشہ ہون یک گوشۂ دل خالی کبھی پری مری خلوت مین آنکلتی ہے

جیسے شیشہ ایک دل خالی کی طرح ہے ایسے ہی مین بھی ایک شیشہ کی طرح دل خالی ہون جیسے شیشہ مین کبھی کبھی پری آجاتی ہے اسی طرح یہان بھی کوئی خیال معشوق آنکلتا ہے۔

ہو انتظار سے شرر آبادر ستخیز مژگان کوہ کن رگ خارا کہین جسے

مژگان کوہ کن جو رگ سنگ بن کر رہ گئی ہین وہ انتظار کی وجہ سے نمونہ قیامت کی طرح معلوم ہوتی ہین شرر آباد اس لئے کہا گیا کہ وہ رگ سنگ کی طرح ہین اور رگ سنگ سے ہمیشہ آگ نکلتی ہے رستخیز اس لئے کہ پلکون مین بھی اٹھنے اور بیٹھنے کا مادہ ہوتا ہے۔

کس فرصت وصال پہ ہے گل کو عندلیب زخم فراق خندہ بیجا کہین جسے

اے بلبل تو نے کچھ سمجھا یہ کیا ماجرا ہے گل نے اپنے محبوب سے آخر ایسا کتنا وصل کا زمانہ پایا تھا۔ اور ایسی کونسی فرصت وصل اور فراغت عیش اسے نصیب ہوئی تھی جو اب اسکے فراق مین اس کے دل مین یہ زخم پڑے ہوے ہین جنھین اہل دنیا غلطی سے خندہ بیجا کہتے ہین۔ گل کے خندہ کو خندہ بیجا اسلئے کہا ہے کہ اس کی ہنسی کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔

یارب ہمین تو خواب مین بھی مت دکھائیو یہ محشر خیال کہ دنیا کہین جسے

دنیا کو معدوم سمجھ کر ایک محشر خیال سے تعبیر کیا گیا ہے اسی کے لئے خدا سے

التجا ہے کہ اے خدا اس محشر خیال سے خواب مین بھی ہمارا واسطہ نہ ڈالنا - دنیا کو
محشر خیال کہنا بجائے خود لطیفہ ہے اور خواب مین محشر خیال لطیف تر -

پھونکا ہے نالہ ہر شب صور اسرافیل کی ہم کو جلدی ہے مگر تو نے قیامت ڈھیل کی

اے ہنگامۂ محشر ہم رات کو نالہ کرکے صور اسرافیل پھونکتے ہین اور صور کا پھونکنا
نشان ہے قیامت کے آنے کا مگر اے قیامت تو نے بڑا اندھیر مچایا ہے اور بڑی ڈھیل
ڈال رکھی ہے کہ تو آ ہی نہین چکتی - یہ خیال عرفی نے پہلے اس صورت مین ادا کیا تھا -

صبحم نبود در دو این صور شیون زائے من
آسمان هم قیامت گردد از غوغائے من

صور کو [illegible] کے خلاف مونث لکھا ہے -

کی ہین کس پانی سے یان یعقوب نے آنکھین سفید ہے جو آبی پیرہن ہر موج رود نیل کی

الفاظ کی رعایت پر خیال کی بنا رکھی گئی ہے اور طلسم الفاظ کے سوا شعر مین
اور کچھ نہین ہے کہتے ہین کہ ہم دیکھتے ہین کہ دریائے نیل کی ہر موج آبی ہے - آبی ہلکے
ہلکے نیلے رنگ کو کہتے ہین پھر جب یہ ہے تو آخر یعقوب نے کون سے پانی سے آنکھین
سفید کرلی ہین - حالانکہ ہر موج کا پیرہن آبی ہے -

عرش پر تیرے قدم سے ہے دماغ گرد راہ آج تنخواہ شکستن ہے کلاہ جبریل کی

تیرے قدمون کی برکت سے گرد راہ کا دماغ عرش پر پہونچگیا ہے آج جبریل کی
کلاہ افتخار سزاوار شکستن ہے -

مدعا در پردہ یعنی جو کہون باطل سمجھ وہ فرنگی زادہ کھاتا ہے قسم انجیل کی

وہ فرنگی زادہ محبوب انجیل کی قسم کھاتا ہے اور در پردہ اس کا مدعا یہ ہے کہ مین
جو کچھ کہون اس کو باطل سمجھ کیونکہ انجیل وہ کتاب آسمانی ہے جو منسوخ ہو چکی ہے اور جس کا کوئی
حکم قابل عمل نہین ہے -

خیر خواہ دید ہون از بہر دفع چشم زخم — کھینچتا ہون اپنی آنکھون مین سلائی نیل کی

مین وہ طالب دید ہون کہ جمال یار کا ہر حالت مین خیر خواہ ہون اس لئے ہنگام دید اپنی آنکھون مین دفع نظر بد کے لئے نیل کی سلائی پھیر لیتا ہون۔ نیل کی سلائی پھیرنا اندھا کرنے کو کہتے ہین اور قاعدہ ہے کہ دفع نظر بد کے لئے کالا ٹیکا یا نیل کا ٹیکا بچون کے لگا دیا کرتے ہین۔ یا اپنی دید کا خیر خواہ ہون اور اس کے نظر نہ لگنے کے لئے یہ سب کچھ کرتا ہون۔ اس شعر مین بھی الفاظ کا طوفان ہے جو معانی کے بہانے پر آمادہ ہے۔

نالہ کھینچا ہے سراپا داغ الفت ہون اسد — کیا سزا ہے میرے جرم آرزو تاویل کی

اے اسد مین نے نالہ کیا ہے اور اس جراءت نے مجھے سراپا داغ کر دیا ہے واقعی مین نے یہ جرم کیا ہے اگرچہ اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ آرزو نے ایسا کرنے پر مجھے مجبور کیا پھر بھی یہ جرم ہے اور کیا بتاؤن کہ اس کی کیا سزا ہے۔

کیا ہے ترک دنیا کاہلی سے — ہمین حاصل نہین بے حاصلی سے

ہم نے دنیا کو کاہلی سے ترک کیا ہے از راہ قناعت ترک نہین کیا ہے یہ شیوۂ بے حاصلی جو ہم نے اختیار کیا ہے ہم کو اس سے کچھ حاصل نہین ایک جگہ اسی خیال کو یون کہا ہے ؎

ضعف سے ہے نے قناعت سے یہ ترک جستجو
ہین وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم

خراج دیہہ ویران یک کف خاک — بیابان خوش ہون تیری عاملی سے

دہ ویران کا محصول کچھ نہین ہوتا۔ جیسا کہ سعدی علیہ الرحمہ کہتے ہین ؎

کہ سلطان نخواہد خراج از خراب

اسی لئے بیابانون کو خوشی کا موقع ہے کہ تو عامل ہے۔ اور کچھ ان کو دینا نہین ہے۔

پرافشاں ہو گئے شعلے ہزاروں — رہے ہم داغ اپنی کاہلی سے

ایک شعلے ہیں کہ پرافشاں ہو گئے اور اُڑ رہے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ اپنی کاہلی کی بدولت وہی داغ کے داغ رہے اور کوئی ترقی نہ کر سکے۔

عرش گیا وہی سے

ایک ہم ہیں کہ کبھی ضعف نے اٹھنے نہ دیا
ایک ذرہ ہیں ہوا پر جو نکل جاتے ہیں

اسد قربان لطف جور بیدل — خبر لیتے ہیں لیکن بیدلی سے

اس شعر میں بھی معنی کی بجائے زیادہ تر مراعات الفاظ سے کام لیا ہے مطلب شعر صاف ہے۔

نگاہ اس چشم کی افزوں کرے ہے ناتوانائی — پر بالش ہے وقت دید مژگاں تماشائی

اُس آنکھ کی نگاہ دیکھنے والے کے ضعف میں اضافہ کر دیتی ہے لوگ جس کو مژگان تماشائی کہتے ہیں دراصل وہ تماشائی کی نگاہ یا خود تماشائی کے تکیہ بالین بیماری کے پر ہیں۔

شرار سنگ سے پا در حنا گلگون شیریں ہے — ہنوز اے تیشہ فرہاد عرض آتشیں پائی

اے تیشۂ فرہاد تیری شرر فشانی سے شیریں کے سمند تیز رفتار کی کیفیت یہ ہے کہ برابر شرار سنگ کو روندتا جا رہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں میں حنا لگی ہے مگر ہنوز تیری وہ بیقراریاں اور آتش افشانیاں کم نہیں ہوئی ہیں یعنی اب تیری بیقراری سے محبوب بھی بے قرار ہے مگر تو باز نہیں آتا۔

غرور دست رد نے شانہ توڑا فرق ہدہد پر — سلیمانی ہے ننگ بیدماغاں خود آرائی

دست رد کسی چیز کو رد کرنے والا ہاتھ۔ واپس دینے والا ہاتھ۔ شانہ شکستن خائف کر دینا۔ خائف ہو جانا۔ شانہ سر ہدہد۔ ہدہد ایک معروف پرندہ۔ سلیمانی حکمرانی۔ بیدماغ

نازک مزاج۔ خود آرائی زینت۔ مطلب یہ ہے کہ نازک مزاجون اور بے دماغون کے لئے سلیمانی ننگ ہے۔ یعنی وہ لوگ جو خود آرائی کی وجہ سے بے دماغ ہوگئے ہین اُن کے واسطے سلیمانی اور بادشاہی یا ملک گیری باعث شرم ہے انھون نے اپنے دست رد سے سلیمانی کو واپس دیکر ہدہد کو خائف کردیا۔ خائف کرنا اس وجہ سے ہے کہ سلیمانی ہدہد کے لئے ایک بہت بڑی چیز ہے وہ بھی ان کے استغنا کو دیکھ کر خائف ہوا۔ مناسبات لفظی کی اس شعر مین بھی بھرمار ہے۔ اور تخیل کا زیادہ حصہ اسی مناسبت کے کام آیا ہے۔
شانہ۔ شانہ سر۔ فرق۔ ہدہد سلیمانی۔ خود آرائی۔ یہ سب الفاظ شطرنج کے مہرون کی طرح ایک دوسرے کے زور مین اپنا اپنا کام کر رہے ہین مگر کوئی چال نہین نکلتی۔

جنون افسردہ و جان ناتوان اے جلوہ شوخی کر　　گئی یک عمر خود داری بہ استقبال رعنائی

میری خودداری کی پوری زندگی رعنائی کا استقبال کرتے کرتے گزر گئی اور اب یہ عالم ہے کہ جنون افسردہ ہوگیا ہے۔ اور جان ناتوان ہو کر رہ گئی ہے اسلئے جلوہ حسن یار اب تو خدا کے لئے اپنی شوخی دکھا کہ جنون کی افسردگی اور جان کی ناتوانی جائے۔

نگاہ عبرت افسون گاہ برق و گاہ مشعل ہے　　ہوا ہر خلوت و جلوت سے حاصل ذوق تنہائی

ہماری نگاہ جو ہر وقت ہمارے اوپر عبرت کا افسون دم کرتی ہے یا ہماری وہ نگاہ جسے افسون عبرت یاد ہے اپنی تاثیر افسون گری سے ہمین برابر نیرنگیان دکھا رہی ہے کبھی برق کی صورت بن کر جلوت مین تمام عالم وکائنات عالم کو جلا دیتی اور نظرون سے پنہان کردیتی ہے اور کبھی شمع کنج خلوت بن جاتی ہے۔ غرضکہ ہر جگہ ہم تنہا رہتے ہین۔ اسی مضمون کو بالکل برعکس فرماتے ہین ؎

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہ ہو

خدایا خون ہو رنگ امتیاز و نالہ موزون ہو　　جنون کو سخت بیتابی ہے تکلیف شکیبائی

اگرچہ ضبط نالہ و زاری سے مجھ مین ایک صورت امتیازی ضرور ہے مگر اے میرے خدا

مین اس سے باز آیا رنگ امتیاز کو خون کرکے میرے نالے کو موزون بنا دے میرے جنون کے لئے یہ شکیبائی کی تکلیف بتیابی کا کام دے رہی ہے۔

خرابات جنون مین ہے اسد وقت قدح نوشی بعشق ساقی کوثر بہار بادہ پیمائی

اے اسد میخانہ جنون مین قدح نوشی کے وقت ساقی کوثر کے عشق مین بہار بادہ پیمائی کا لطف آتا ہے۔

بسکہ زیر خاک با آب طراوت راہ ہے ریشے سے ہر تخم کا ڈولو اندرون چاہ ہے

چونکہ خاک کے نیچے آب طراوت مخفی ہے اور اسی کے نیچے سے پیدا رستہ ہوکر جاتا ہے اس لحاظ سے ہر تخم مین جو ایک ریشہ نکلتا ہے وہ گویا ہر ایک تخم کا ڈول ہے جو چاہ زیر زمین سے آب طراوت اس کے ذریعہ سے کھینچ رہا ہے۔ نباتات کے نشو نما کی حقیقت بیان کی ہے گویا خاک مین ملنا طراوت کی طرف راستہ پیدا کر لینا ہے۔
خاک مین ملتا ہے دانہ سبز ہونے کے لئے

عکس گلہائے سمن سے چشمہائے باغ مین فلس ماہی آئینہ پرداز داغ ماہ ہے

چنبیلی کے پھولون کا عکس جو باغ کے چشمون مین پڑ رہا ہے اس سے ماہیان چشمہ کے فلس ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے چاند کے اندر داغ یعنی پانی چاند کی طرح جھلکا رہا ہے اور اس مین مچھلیون کے فلس داغ ماہ ہین۔

وان سے ہی تکلیف عرض بیدماغی ہائے دل یان صریر خامہ مجکو نالہ جان کاہ ہے

ان کی بےپروائی یا استغنا کی وجہ سے ضرورت ہے اس بات کی کہ مین اپنی بےدماغیون اور دل کی نازک مزاجیون کا حال لکھون یا ان کی خواہش ہے کہ مین اپنے دل کی یہ کیفیات قلم بند کر دون اور میری حالت یہ ہے کہ قلم کی آواز تحریر مجکو ایک نالہ جان کاہ معلوم ہوتی ہے۔

حسن رعنائی مین ہمسر سرو گردن تھا سرو کی قامت پہ گل اک دامن کوتاہ ہے

حسن اور رعنائی میں سوسروں اور گردنوں کا فرق معلوم ہوتا ہے سرو کے قد پر گل کی بیلیں چڑھی ہوئی ہیں۔ وہ ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ ایک تنگ پیراہن پہنے ہوئے ہے۔ یعنی وہم ہوتا ہے کہ حسن اور رعنائی میں کافی فرق ہے۔ اس شعر میں مطلب ناتمام رہ گئی ہے۔ ایک جگہ ایسا ہی مضمون مکمل صورت میں یوں کہا ہے:

سمجھ اس فصل میں کوتاہی نشو و نما غالب
اگر گل سرو کے قامت پہ پیراہن نہ ہو جائے

رشک ہے آسائشِ اربابِ غفلت پر اسد　　پیچ و تابِ دل نصیبِ خاطرِ آگاہ ہے

اے اسد مجھے اُن لوگوں پر بڑا رشک آتا ہے جو غافل ہیں اور جنھیں کوئی غم اور فکر نہیں ہے پیچ و تاب اُن لوگوں کے لیے ہے جو آگاہ ہیں اور ہر مصیبت اور اندیشہ انھیں کے واسطے ہے میرا شعر ہے:

دشمنِ راحت ہے آتشی میرا احساسِ خرد
مجکو دورِ بے حسی میں ہر جگہ آرام تھا
لی ہوش میں آنے کی جو ساقی سے اجازت
فرمایا خبردار کہ نازک ہے زمانا　　(حالی)

بسکہ چشم از انتظارِ خوش خطاں بے نور ہے　　یا قلم شاخِ گلِ نرگس عصائے کور ہے

چونکہ خوشخطوں کا انتظار دیکھتے دیکھتے آنکھیں بے نور ہو گئی ہیں اس وجہ سے نرگس کے پھول کی شاخ اندھے کے ہاتھ کی ایک لاٹھی معلوم ہوتی ہے۔

بزمِ خوباں بسکہ جوشِ جلوہ سے پُر نور ہے　　پشتِ دستِ عجز یاں ہر برگِ گل طور ہے

معشوقوں کی محفل چونکہ جلووں سے بھری ہوئی ہے اور ہر جلوے کے سامنے نخل طور بے سر و سامان میں جلوہ چمکتا تھا۔ عاجز معلوم ہوتا ہے اور ہر برگ ایک پشتِ دستِ عجز معلوم ہوتا ہے

ہوں تصور ہائے ہمدوشی سے پست شمر　　جوشِ آغوشِ خوباں ساز جلوہ طور ہے

میں ہمدوشی کا تصور کر رہا ہوں اور اس میں ایسا مست و مدہوش ہوں کہ معلوم ہوتا ہے میں نے شراب پی لی ہے معشوقوں کے آغوش کا خیال میری بادہ کشی کیلئے ساغر بلوریں گیا ہے۔

ہے عجب مُردوں کو غفلتہائے اہل دہر سے سبزہ جوں انگشت حیرت در دہان گور ہے

مُردوں کو اہل دنیا کی غفلتوں سے تعجب آتا ہے اور وہ سخت حیران ہیں اُن کا سبزۂ تربت گویا کہ ایک انگشت حیرت ہے یعنی گور انگشت حیرت در دہان ہے۔

حسرت آبادِ جہاں میں ہے الم غم آفریں نوحہ گویا خانہ زاد نالۂ رنجور ہے

دنیا ایک حسرت آباد ہے یہاں الم سے غم پیدا ہوتا ہے کیونکہ نالۂ رنجور کا نوحہ ایک غلام خانہ زاد ہے یعنی نالہ کے بعد ہی نوحہ کی نوبت آتی ہے۔

کیا کروں غمہائے پنہاں لیگئے صبر و قرار دزد گر ہو خانگی تو پاسبان مجبور ہے

صبر و قرار بھی دل میں رہتے ہیں اور غم بھی دل ہی میں رہتے ہیں میرے غموں نے میرے صبر و قرار کو تاراج کر دیا جب چور خانگی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے والا مضمون ہے۔

ہو گیا افتادگی ہی نشۂ حیرت مجھے بے سخن تبخالۂ لب دانۂ انگور ہے

میرا پست ہو جانا میرے لئے نشۂ حیرت کا کام دیتا ہے بغیر سخن کہے ہوئے میرے لب پر جو تبخالا پڑا ہوا ہے وہ گویا انگور کا دانہ ہے جو باعث ایجاد شراب حیرت ہے

بیٹھیں جس جا ہو کے مست آرا نشیمن مصطفےٰ اس جگہ تخت سلیماں نقش پائے مور ہے

[illegible] کی شرح میں کہتے ہیں کہ جانشین رسول حضرت علی کرم اللہ وجہہ [illegible] آرا سے [illegible] ہوں اس جگہ تخت سلیمان ہیچ اور [illegible] معلوم ہوتا ہے۔

ہے وہان تکلیف عرض بیدماغی اورآ (سے)　　یان صریر خامہ مجکو نالۂ رنجور ہے

ایک شعر جو ابھی لکھا ہے یہ بھی وہی ہے صرف اس کی ردیف بدل دی گئی ہے لہذا اس کی شرح اسی کے تحت مین ملاحظہ کیجئے شعر یہ ہے۔

وان سے ہے تکلیف عرض بیدماغیہاے دل
یان صریر خامہ مجکو نالۂ جانکاہ ہے

اے خیال وصل نادر ہے مے آشامی تری　　پختگی ہاے کباب دل ہوئی خامی تری

اے خیال وصل تیری شراب نوشی بھی عجیب قسم کی شراب نوشی ہے اور تجھ مین بہت عجیب باتین ہین چونکہ تو خام ہے اس سے دل عشاق کباب ہوے جاتے ہین خامی سے پختگی پیدا ہونا ایک عجیب بات ہے۔ یا خیال وصل کی خود شراب نوشی یا خیال وصل سے شراب نوشی دونون صورتین ممکن ہین۔

پچ گیا جوش صفائے زلف کا (عکس) اعضا مین　　ہے نزاکت جلوہ اے ظالم سیہ فامی تری

زلف کے جوش صفا کا اعضا کے اندر عکس پچ گیا ہے اے ظالم تیری سیاہ فامی بھی کسقدر نزاکت سے بھری ہوئی ہے۔ عجیب شعر کہا ہے کہ زلف کے سیاہ ہونے کے بجاے معشوق کو سیاہ فام کہا ہے۔

برگ ریزی ہاے گل ہے وضع زر افشاندنی　　باج لیتی ہے گلستان سے گل اندامی تری

پھولون کی پتیان جھڑنا ایک قسم کی سونے کی نچھاور ہے جو تیرے اوپر کی جارہی ہے اے ظالم تیری گل اندامی اور نزاکت باغ سے خراج وصول کرتی ہے۔

بسکہ ہے عبرت ادیب (یا) دگی ہاے ہوس　　میرے کام آئی دل (یا) یوس ناکامی تری

عبرت ایک ادیب ہے جو ہوس کی بیہودگیون کو روکتی ہے۔ اے دل تو جو مایوس ہوا

اور اس سے مجھے عبرت حاصل ہوئی اس وجہ سے تیری ناکامی میرے کام آگئی کہ ہوس وخیرہ سری اور بیہودگی جاتی رہی۔

ہم نشینی رقیبان گرچہ ہے سامان رشک — لیکن اس سے ناگوار تر ہے بدنامی تری

اگرچہ تیرے پاس رقیبون کا بیٹھنا میرے واسطے رشک کا سامان ہے اور اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے مگر اس قسم کے رشک اور تکلیف کی مجھے کوئی پروا نہین ہے اس سے بھی زیادہ مجھے تیری بدنامی ناگوار ہے اور اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔

سر بزانوے کرم رکھتی ہے شرم ناکسی — اے اسد بیجا نہین ہے غفلت آرامی تری

اے اسد غفلت سے تیرا آرام کرنا اور سست آرام رہنا کچھ بیجا نہین ہے تیری ناکسی کی شرم اس سے اپنا سر زانوے کرم پر رکھے ہوے ہے اور حقیقتاً یہ تیرے کام آرہی ہے۔

یہ سرنوشت مین میری ہے اشک افشانی — کہ موج آب ہے ہر ایک چین پیشانی

مجھ بدنصیب کی قسمت مین ہمیشہ کے لئے آنسو بہانا ہے اور اس سے کسی حالت مین نجات نہین ہے یہ حالت ہے کہ ہر چین پیشانی جو میری پیشانی مین ہے وہ ایک موج آب معلوم ہوتی ہے۔

نظر بغفلت اہل جہان ہوا ظاہر — کہ عید خلق پہ حیران ہے چشم قربانی

اہل جہان کی غفلت کو دیکھتے ہوے یہ بات ظاہر ہوئی کہ دنیا کو محو عید قربان دیکھ کر ذبیحہ کی آنکھین محو حیرانی ہو گئی ہین اور سوچتی ہین کہ اے خدا یہ برتر انسان کس قدر فریب خوردہ ہستی ہے کہ اس اسباب ظاہر سے شاد اور ہشاش وبشاش نظر آتا ہے۔

کہون وہ مصرع برجستہ وصف قامت مین — کہ سرو ہو نہ سکے اسکا مصرع ثانی

میرا ارادہ ہے کہ تعریف قد معشوق مین ایسا مصرع برجستہ کہون کہ سرو بھی اُسکا مصرع ثانی نہ بن سکے یعنی سرو باوجود برجستگی اور راستی و موزونی اس کا مقابل نہ ہوسکے۔

اسد نے کثرت دلہائے یار سے جانا کہ زلف یار ہے مجموعہ پریشانی

اسد نے یہ دیکھ کر کہ دنیا کے ہزارون دل اس مین اُلجھے ہوے ہین اور وہ سب پریشان ہین اُس کی زلف کو سمجھا کہ یہ ایک مجموعہ پریشانی ہے۔

دیوانگی ہے تجکو درس خرام دینا موج بہار زنجیر نقش پا ہے

تجکو خرام ناز کی تعلیم دینا جنون اور دیوانگی سے کم نہین ہے تیرے نقش پا ہم شبیہ موج بہار ہین یعنی زمین پر جو تیرے قدم سے نقش پڑتے ہین وہ ایک زنجیر معلوم ہوتے ہین اور وہ زنجیر موج بہار کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

دریائے مے ہے ساقی لیکن خمار باقی تا کو جبہ وادن موج خمیازہ آشنا ہے

اس مین شک نہین کہ ساقی ایک دریائے مے ہے لیکن اس کا دریا ہونا خمار کو نہین مٹا سکتا۔ کیونکہ اس دریا کی موج مین بھی صورت خمیازہ معلوم ہوتی ہے کو جبہ دادن کے معنی بلاست چھوڑنے کے ہین۔

اے غنچہ تمنا یعنی کف نگارین دل دے تو ہم بتا دین مٹھی مین تیری کیا ہے

شاعر کف نگارین کو غنچہ تمنا کہکر خطاب کرتا اور کہتا ہے کہ اے کف نگارین اگر تو ہمارا دل ہم کو دے تو ہم بتا ئین کہ تیری مٹھی مین کیا ہے۔

آشیان تہیہ بہار عیش ہون ہنگام قتل یان پر پرواز رنگ رفتہ بال تیر ہے

مین قتل کے وقت مین بہار عیش کا آشیانہ بنا رہا ہون اور تیر کے پر میرے واسطے پر پرواز بنے ہوے ہین۔

وقت حسن افروزی زینت طرازان جا گل   از نہال شمع پیدا غنچۂ گلگیر ہے

زینت اور بناؤ سنگار کرنے کے وقت گل کی جگہ نہال شمع سے غنچہ گلگیر پیدا ہو رہا ہے اور یہ سب ان کی زینت طرازی کا اثر ہے

ریزش خون وفا ہے جرعہ نوشیہائے یار   یاں گلوئے شیشۂ مے قبضۂ شمشیر ہے

دوست کی شراب نوشی گویا خون وفا کی خونریزی ہے شیشہ کا گلا گویا تلوار کا قبضہ ہے جو خونریزی کر رہا ہے۔

جو بہ شام غم چراغ خلوت دل تھا اسد   وصل میں وہ سوز شمع مجلس تقریر ہے

اے اسد وہ سوز غم جو شام تنہائی خلوت دل میں شمع بنا ہوا تھا شب وصل وہی سوز شمع مجلس تقریر بن گیا ہے۔

ذوق بے پروا اثر وحشت تسخیر ہے   آئینہ خانہ مری تمثال کو زنجیر ہے

میرا ذوق بے پروا وحشت تسخیر کی وجہ سے خراب اور برباد ہو رہا ہے خانہ آئینہ جسنے کہ میری تصویر کو چاروں طرف سے مسخر کر رکھا ہے۔ وہی اس کے لئے زنجیر بن گیا ہے۔

بیخودی بسکہ خاطر بیتاب بن گئی   مژگان باز ماندہ رگ خواب ہو گئی

میرا دل چونکہ بے انتہا بیتاب ہے اور نہایت بے قرار ہے اسی وجہ سے میری رگ خواب بھی مژگان باز ماندہ بن گئی ہے یعنی میری حالت خواب بھی بیداری بن گئی ہے رگ خواب ایک اصطلاح ہے جس سے سلسلہ خواب یا عالم خواب مراد ہے۔

موج تبسم لب آلودہ مسی   میرے لئے تو تیغ سیہ تاب ہو گئی

وہ ہونٹ جس پر مسی لگی ہے انکی موج تبسم میرے واسطے تیغ سیہ تاب بن گئی ہے۔

رخسار یار کی جو ہوئی جلوہ گستری   زلف سیاہ بھی شب مہتاب ہو گئی

یار کے رخساروں کی جو جلوہ گستری ہوئی یعنی اس کے رخساروں کا جو نور پھیلا تو اس کی زلف سیاہ بھی چاندنی رات معلوم ہونے لگی۔

بیدل نو انتظار کی طاقت نہ لا سکی   اے جان بر لب آمدہ۔ بیتاب ہو گئی

انتظار کے ظلم نہ اٹھا سکی۔ واہ اے جان بر لب آمدہ واہ بس دیکھ لیا کیا تو بیتاب ہو گئی۔ آخر میں استفہام ہے۔

غالب بسکہ سوکھ گئے چشم میں سرشک   آنسو کی بوند گوہر نایاب ہو گئی

اے غالب چونکہ آنکھوں میں آنسو سوکھ گئے لہذا حالت یہ ہوئی ہے کہ اب ایک آنسو کی بوند بھی گوہر نایاب کا درجہ اور قیمت رکھتی ہے۔

ہر رنگ سوز پردۂ یک ساز ہے مجھے   بال سمندر آئینۂ ناز ہے مجھے

سوز خواہ وہ کسی قسم کا ہو۔ کہیں ہو میرے واسطے ساز کا ایک پردہ ہے یعنی میرے لئے موجب انبساط ہے۔ چنانچہ دیکھئے بازوئے سمندر کو کہ اس کے بازو اور بھی میرے لئے موجب ناز و افتخار رہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں بھی سوز موجود ہے۔

طاؤس خاک حسن نظر باز ہے مجھے   ہر ذرہ چشمک نگہ ناز ہے مجھے

خاک ایک طاؤس ہے (طاؤس بوجہ خاک کے ذروں کی درخشانی کے کہا گیا) جو مجھکو ایک ایسا حسن معلوم ہوتا ہے جو نظر بازی کر رہا ہے اس لئے خاک کا ہر ایک ذرہ نگاہ ناز کی چشمک اور اشارہ بازی معلوم ہوتا ہے۔

آغوش گل ہے آئینۂ ذرہ ذرہ خاک   عرض بہار جوہر پرواز ہے مجھے

ایک ایک ذرہ خاک آئینہ میرے واسطے آغوش گل ہے اور بہار کی آمد میرے لئے بجائے پر پرواز ہے عرض سے مراد آمد بہار۔

ہے بوئے گل غریب تسلی گہ وطن   ہر جزو آشیان پر پرواز ہے مجھے

پھولوں کی خوشبو ایک مسافر ہے جو تسلی گاہ وطن کو جا رہی ہے گویا کہ آشیانے کا ہر ایک جزو پر پرواز بنا ہوا مجھے پردیس میں لا رہا ہے

وحشت بہار نشۂ و گل ساغر شراب   چشم پری شفق کدۂ راز ہے مجھے

مجھے وحشت نشہ کی بہار معلوم ہوتی ہے اور پھول ساغر شراب معلوم ہوتا ہے اور چشم پری ایک راز کا گھر شفق کدہ بوجہ سرخی چشم کے کہا گیا۔

فکر سخن بہانۂ پرداز خامشی   دود چراغ سرمۂ آواز ہے مجھے

میری فکر سخن میرے واسطے خاموشی کا ایک بہانہ بن گئی ہے اور دود چراغ سرمہ آواز بن گیا ہے۔ جو کوئی پوچھتا ہے کہ آخر چپ کیوں ہو تو میں اُس سے کہتا ہوں کہ فکر سخن میں مصروف ہوں اور جو کوئی کہتا ہے کہ کیوں نہیں بولتے تو کہہ دیتا ہوں کہ سرمہ چراغ نے آواز گرفتہ کر دی ہے اس لئے بول نہیں سکتا۔

ہوں خامہ فیض صحبت بیدل بکف اسد   یک نیستان قلمرو اعجاز ہے مجھے

اے اسد قلم میرے ہاتھ میں صحبت بیدل کے فیض سے ایک نیستان ولایت اعجاز بن گیا ہے۔

نگاہ یار نے جب عرض تکلیف شرارت کی   دیا ابرو کو چھیڑ اور اس نے فتنے کو اشارت کی

جب نگاہ یار نے چاہا کہ کوئی شرارت برپا ہو جائے تو ابرو کو چھیڑ دیا اور ابرو نے اشارہ کر کے فتنے کو آمادہ شرارت کر دیا۔ اس لئے اچھا خاصا ایک فتنہ برپا ہو گیا

شبنم گل نے کیا جب بہ بندوبست گلشن آرائی   عصائے سبزۂ نرگس کو دی خدمت نظارت کی

گل والے شاہد ہے جب اس نے گلشن آرائی کا انتظام کیا تو نرگس کو ناظر مقرر
کیا اور اس کو ایک سبز عصا مرحمت کر دیا - نرگس کا ناظر ہونا یہ ہے اس کے پھول کو
نرگس کو چشم سے تشبیہ کرتے ہیں اور سبز عصا بلحاظ اس کی شاخ کے کہا ہے -

نہیں بے پرورشِ عرق کی ہے ذوبانِ اعضا   تپِ خجلت نے کیا بس کہ گل کو تر اعضا

طب کا مسئلہ ہے کہ حرارت کے لازم ہونے سے اعضا کا ذوبان یعنی گھلنا اور
گھلنا شروع ہو جاتا ہے اسی بنا پر شاعر کہتا ہے کہ آخر تپِ خجلت نے رنگِ گل کو یعنی
اس میں حرارت پیدا کی ہے کہ اس کو ذوبانِ اعضا شروع ہو گیا - کیونکہ یہ پرورش
عرق نہیں ہے بلکہ اعضا کا ذوبان ہے جو خجلت سے پیدا ہوا -

زبس نکلا غبارِ دل بوقتِ گریہ آنکھوں سے   اسد کھائے ہوئے سرمے نے آنکھوں میں روشنائی

غبارِ دل جو رونے کے وقت آنکھوں سے نکلا تو گویا اس سرمے نے جو کھایا گیا تھا
جس سے مراد خاموشی رہتی ہے آنکھوں میں روشنی پیدا کی - کیونکہ وہ آنکھوں کی راہ سے
ہو کر نکلا - غبار کو بوجہ باریکی سرمے سے تشبیہ دی اور تشبیہ بادنی ملابست جائز ہے غبار
دل کا نکلنا - یعنی اس کا نکلنا -

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دریغا وہ مریضِ غم کہ فرطِ اتفاق سے — بہ قدرِ یک نفس جادہ رہِ صد دشتِ تب کاٹے

ہائے افسوس ہے اس مریضِ غم کی حالتِ زار پر جو اتنا کمزور و ناتوان ہو گیا ہو کہ سانس بھی دشوار ہو اس کے ساتھ یعنی ایک جادہ نفس بھی سیکڑوں مصیبتوں سے طے کرے۔

یقیں ہے آدمی کو دستگاہِ قطعِ منزل ہو — دمِ تیغِ توکل سے اگر پائے سبب کاٹے

اسے یقین بلکہ یقینِ کامل ہے کہ آدمی کا مل قطع ہو جائے اگر وہ توکل کی تلوار سے سبب کے پاؤں کاٹ ڈالے یعنی توکل کرے اور اسباب سے قطع نظر کرے۔ کرے اس کا نتیجہ ہوگا اور یہ ہوگا تو یہ ہوگا ان سب خیالات کو چھوڑ دے اور توکل کر کے بیٹھ جائے۔

اسدؔ مجنوں ہوں کس کے پا کی کہاں جرأت — کہ ہم نے دست و پا باہم بہ شمشیرِ ادب کاٹے

اے اسدؔ مجنوں اس کے پاؤں چومنے کی اب جرأت کہاں ہے میں نے ادب کی تلوار سے اپنے ہاتھ پاؤں دونوں کاٹ ڈالے ہیں۔ یعنی میں اس قدر باادب ہو گیا ہوں کہ اس قسم کی جرأت میرے ہاتھ پاؤں سے ممکن ہی نہیں ہے۔ ایک جگہ کہا ہے

لے تو لوں سوتے میں اس کے پاؤں کا بوسہ مگر
ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا

ہوا جب حسن کم خط بر عذارِ سادہ آتا ہے — کہ بعد از صاف ہے ساغر میں دُردِ بادہ آتا ہے

جب حسن کم ہو جاتا ہے تو رخسارِ صاف پر خط کی نمود ہوتی ہے اور یہ کوئی نیا قاعدہ مقرر ہے کہ بعد شراب صاف شراب کے پیالہ میں شراب کی تلچھٹ آتی ہے ایک جگہ کہا ہے اور اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے

آمدِ خط سے ہوا ہے سرد جو بازارِ دوست — دودِ شمعِ کشتہ تھا شاید خطِ رخسارِ دوست

نہیں ہے مزرع الفت میں حاصل غیر پامالی　　نظر دانہ شکستہ بر زمین افتادہ آتا ہے

مزرع الفت کا حاصل سوائے اسکے کہ وہ پامال ہو اور کچھ بھی نہیں ہے گویا کہ آنسو ایک دانہ ہے جو بوجہ پامالی کے خوشے سے جدا ہو کر زمین پر گر گیا ہے یا ایک دانہ ہے جو زمین پر پڑا ہے اور روندا جا رہا ہے۔

محیط دہر میں بالیدن از ہستی گزشتن ہے　　کہ یاں ہر اک حباب آشکست آمادہ آتا ہے

دنیا ایک دریائے بے پایان ہے یہان بڑھنے اور نشو ونما پانے کے معنی یہ ہین کہ ہستی گزر جائے اور ترک ہستی کرے۔ حباب کو دیکھو کہ اسکا بڑھنا اسکے واسطے شکست کا سامان اور ٹوٹنے کا دیباچہ ہے اور اسکی نشو ونما سامان فنا ہے۔

دیار عشق میں جاتا ہے جو سوداگری ساماں　　متاع زندگانی بہ غارت دادہ آتا ہے

عشق کا استعارہ کیا ہے دیار سے اس سے استعارہ کرکے کہتا ہے کہ اس ولایت مین جو کوئی سوداگری کرنے کے لئے جاتا ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اپنی زندگانی کا مال و متاع لٹوا کر آتا ہے۔ زندگانی ہا سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بہت سی زندگانیون پر پانی پھیرتا آتا ہے۔

اسد وارستگاں باوصف ساماں بے تعلق ہیں　　صنوبر گلستاں میں با دل آزادہ آتا ہے

اے اسد وارستہ مزاج باوجود سامان کے بے تعلق ہین صنوبر باغ مین باآنکہ اس مین سب برگ و بار موجود ہوتے ہین مگر پھر بھی بالکل آزاد آتا ہے۔

بہ فکر حیرت رم آئینہ پرواز زانو ہے　　کہ مشک نافہ تمثال سواد چشم آہو ہے

مشک رمیدگی کی حیرت مین مستغرق ہو کر گویا آئینہ بن گیا ہے کیونکہ مشک نافہ سراسر چشم آہو کی تمثال نظر آتا ہے جس سے اس کی حیرانی اور رمیدگی کا پتہ چلتا ہے اس مضمون کو تغیر الفاظ کے ساتھ مرزا نے اکثر جگہ کہا ہے چنانچہ یہ شعر

ہے عدم مین غنچہ محوِ عبرتِ انجامِ گل
یک جہان زانو تامل در قفائے خندہ ہے

ترحم مین ستم کوشان کے ہے سامان خونریزی سرشک چشم یار آب دم شمشیر ابرو ہے

ستم کوشون کے رحم مین بھی ظلم اور خونریزی کی شان ہے اور اس مین بھی ستم کے سامان موجود ہین دوست کی آنکھ کے آنسو جو وہ میرے حال پر از راہ ترحم بہاتا ہے شمشیر ابرو کی آبداری معلوم ہوتے ہین جو خونریز اور سفاک ہے۔

ہوا چرخ خمیدہ ناتوان بار علایق سے کہ ظاہر پنجہ خورشید دست زیر پہلو ہے

چرخ کوزہ پشت کی کمر تعلقات کے بوجھ کی وجہ سے جھک گئی ہے ظاہرا پنجہ خورشید ایک ہاتھ ہے جو بوجھ کو سنبھالنے یا تکان کو دور کرنے کے واسطے اسنے کمر کے نیچے لگا لیا ہے اور یہ قاعدہ عام ہے کہ تھک جانے یا بوجھ سنبھالنے کے لئے مزدور کمر کے پیچھے ہاتھ لگا لیتے ہین۔

اسد تا کے طبیعت طاقت ضبط الم لائے فغان دل بہ پہلو نالۂ بیمار بدخو ہے

اے اسد طبیعت غریب کہان تک ضبط غم کیا کرے اور کہان تک اس مین تاب ضبط باقی رہے حالت یہ ہے کہ دل جو پہلو مین شور و فغان کرتا ہے وہ ایک بیمار بدمزاج کا نالہ معلوم ہوتا ہے۔

خبر نگہ کو نگہ چشم کو عدو جانے وہ جلوہ کر کہ نہ مین جانون اور نہ تو جانے

خبر نگاہ کو اور نگاہ آنکھ کو اپنا دشمن سمجھے اور ایک کی دوسرے کو کانون کان خبر نہو مین اسی جلوہ کا متمنی ہون کہ نہ تجھے خبر ہو اور نہ مجھے معلوم ہو نہایت ہی نازک اور لطیف شعر کہا ہے جس کا وجدان ذوق سلیم پر منحصر ہے۔

نفس بہ نالہ رقیب و نگہ بہ اشک عدو زیادہ اس سے گرفتار ہون کہ تو جانے

نفس نالہ کا رقیب ہے اور نگہ آنسوؤں کی دشمن ہے۔ اور یہ رقابتیں باہم چل رہی ہیں۔ ہر چیز بلا شرکت غیرے تیری خواستگار ہے۔ تجھے ان حالات کی کیا خبر ہے میری گرفتاری تیری معلومات سے بہت زیادہ ہے۔

بہ کسوت عرق شرم قطرہ زن ہے خیال | مبادا حوصلہ معذور جستجو جانے

میرا خیال عرق شرم کے لباس میں قطرہ زنی کر رہا ہے اور برابر اپنی مسافت طے کرتا جاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ حوصلہ یہ سمجھ لے کہ وہ معذور جستجو ہو گیا ہے۔

جنوں فسردہ تمکیں ہے کاش عہد وفا | گداز حوصلۂ پا کو آبرو جانے

میرے جنون کو معشوق کی تمکنت حسن نے افسردہ کر دیا ہے کاش کہ عہد وفا میرے حوصلۂ پا کے گداز کو اپنی آبرو سمجھے۔ گداز حوصلۂ پا کو آبرو سمجھنا نہایت عجیب چیز ہے یعنی عہد وفا کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ پاؤں درماندہ جستجو ہو گیا۔ بلکہ اس کو اس کے گداز سے کام لینا چاہئے۔

نہ ہوئے کیونکر اُسے فرض قتل اہل وفا | لہو میں ہاتھ کے بھرنے کو جو وضو جانے

جو ظالم ہاتھ میں لہو لگ جانے کو وضو سمجھے پھر بھلا وہ اہل وفا کے قتل کو فرض کیوں نہ جانے اس کے لئے تو یقینی فرض ہے۔

زبان سے عرض تمنائے خامشی معلوم | مگر وہ خانہ برانداز گفتگو جانے

یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ کبھی میری خامشی زبان سے تمنا کرے گی یہ تو محالات سے ہے پس اب تو اسی طرح کام چل سکتا ہے کہ وہ خانہ برانداز میری خامشی کو بھی گفتگو سمجھ لے۔

مسیح کشتۂ الفت بجز علی خاں ہے | کہ جو اسد تپش نبض آرزو جانے

اے اسد بجز علی خان کشتہ الفت کا مسیحا ہے کہ جو اچھی طرح نبض آرزو کی تپش کو سمجھتا ہے۔

دیکھ تری خوے گرم دل بہ تپش رام ہے　　طائر سیماب کو شعلہ رگ دام ہے

تیری خوے گرم کو دیکھ کر میرا دل مطیع تپش ہو گیا ہے گویا طائر سیماب شعلہ کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ طائر سیماب دل ہے اور دام شعلہ اس کی خوے گرم۔

شوخی چشم حبیب فتنۂ ایام ہے　　قسمت بخت رقیب گردش صد جام ہے

گویا معشوق کی آنکھ کی شوخی فتنۂ ایام اور گردش دوران ہے جس سے بخت رقیب کی قسمت میں سیکڑوں جام کی گردش آ گئی ہے جو اس کے لئے وجہ آسایش و عیش ہے۔

کو نفس و چہ غبار جرات عجز آشکار　　در تپش آباد شوق سرمہ صدا نام ہے

یہاں نفس اور غبار کہاں ہے عجز میں جسقدر جرات ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے حالت عجز میں کیا نفس اور کیا غبار۔ یہاں ان چیزوں کا وجود ہی نہیں بلکہ حالت یہ ہے کہ شوق کی تپش آباد میں سرمہ در گلو ہونے یا خاموش رہنے کا نام صدا ہے۔ بالکل ایسا ہی شعر ہے جیسا کہ اس سے پہلی غزل میں لکھا گیا ؎

مگر وہ خانہ برانداز گفتگو جانے

غفلت افسردگی تہمت تمکیں نہ ہو　　اے ہمہ خواب گران حوصلہ بدنام ہے

افسردگی نے دل میں اپنا اثر پھیلا کر ایک غفلت کی صورت پیدا کر دی ہے۔ شاعر اس سے ڈر رہا ہے اور کہتا ہے کہ یہ غفلت کہیں میرے اوپر تمکنت اور غرور کی تہمت قائم نہ کرائے۔ اسکے بعد اسی غفلت کو خواب گران کہہ کے کہتا ہے کہ اے خواب گران یہ کیا اندھیر اور کیا غضب ہے دیکھ حوصلہ بدنام ہو رہا ہے اور دنیا اس کو مشکوک نگاہوں سے دیکھ کر میرے اوپر نہ معلوم کیا کیا تہمتیں تراش رہی ہے۔

بزم وداع نظر یاس طرب نامہ بر　　فرصت رقص شرر بوسہ بہ پیغام ہے

شاعر اپنی ایک حالت بربادی کا بیان کرتا ہوا کہتا ہے کہ میری بزم اب صرف وداع نظر ہے اور میرے لئے یاس طرب کی نامہ بر ہے۔ میری فرصت ہستی ایک رقص شرر کے برابر ہے اور پیغام میرے لئے بوسہ ہے۔

گریہ طوفان رکاب نالۂ محشر عنان   بے سروسامان اسد فتنہ سرانجام ہے

اس کے گریہ کی رکاب میں طوفان ہے اور اس کا نالہ محشر عنان ہے۔ تم اسد کو بے سروسامان سمجھتے ہو مگر در اصل وہ فتنہ سرانجام ہے۔ یعنی اس سے بڑے بڑے فتنوں کا سرانجام ہوگا۔

ریشۂ شہرت دوانیدن ہے رفتن زیر خاک   خنجر جلاد برگ بید مجنون ہے مجھے

میری ترقی اور میری شہرت رفتن زیر خاک پر منحصر ہے گویا کہ خنجر جلاد میرے حق میں برگ بید مجنون کا کام دے گا جو نیچے ہی نیچے پھیلتا اور ترقی کرتا رہتا ہے۔ یعنی خنجر جلاد سبب ہوگا میرے خاک میں جانے کا۔ اور خاک میں جانا سبب ہوتا ہے ریشۂ شہرت دوانیدن کا۔ تو خنجر جلاد میرے لئے برگ بید مجنون خود ہی بن جائے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر دانہ ریشہ جبھی پیدا کرتا ہے جب وہ خاک میں ملتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہو ؎

خاک میں ملتا ہے دانہ سبز ہونے کے لئے

جیسے تخم ریشہ سرسبزی خاک میں مل کر نکالتا ہے۔ اسی طرح عاشق خاک میں مل کر مشہور ہوتا ہے۔

ساقیا دے ایک ہی ساغر میں سب کو مے کہ آج   آرزوئے بوسۂ لبہائے میگون ہے مجھے

اے ساقی میری خواہش اور تمنا یہ ہے کہ آج تو ایک ہی ساغر میں سب پینے والوں کو شراب پلا دے تاکہ اس بہانے سے میں ان ہونٹوں کے بوسے لے سکوں یعنی اس کا ہونٹ جو پیالے کو لگے گا اور اسکے بعد وہی ساغر میرے لبوں تک پہونچے گا تو گویا میں ان ہونٹوں کے بوسے لوں گا۔ یا یہ کہ پہلے اگر میں پیوں تب بھی وہی اثر ہوگا۔ اس مضمون کو مختلف طریقے سے لوگوں نے کہا ہے کسی کا ایک مشہور شعر ہے ؎

پس از مردن بنائے جائینگے ساغر مری گل کے
لب جان بخش کے بوسے ملینگے خاک مین ملکے

ہوگئے باہم گر جوش پریشانی سے جمع   گردش جام تمنا دور گردون ہے مجھے

اس قدر جوش پریشانی ہوا کہ دونون باہم جمع ہوگئے میرے لئے گردش جام تمنا دور گردون ہے۔ غرضکہ دور گردون بھی پریشان کن ہے اور گردش جام تمنا بھی۔

دیکھ لے جوش جوانی کی ترقی بھی کہ اب   بدر کے مانند کاہش روز افزون ہے مجھے

چاند جب پورا ہوجاتا ہے تو اس کی کاہش شروع ہوتی ہے اور وہ کاہش ہر روز زیادہ ہوتی جاتی ہے لہذا میرے جوش جوانی کی ترقی کو دیکھ کہ مین جوان ہوکر برابر گھٹ رہا ہون۔

غنچگی ہے بر نفس پیچیدن فکر اے اسد   در شگفتن ہائے دل در رہن مضمون ہے مجھے

فکر شعر کی حالت میرے لئے حالت غنچگی کی ہے کہ جب میرے دل پر یا میرے دماغ پر فکر شعر غالب ہوتی ہے تو بستگی اور گرفتگی سے مجھ مین صورت غنچگی پیدا ہوتی ہے گویا میرے دل کی شگفتگی مضمون یابی کی مرہون ہے۔ جب مین مضمون کی فکر کرتا ہون تو میرا دل صورت غنچہ تنگ اور بستہ ہوتا ہے اور جب مضمون پالیتا ہون تو پھول کی طرح کھل جاتا ہے۔

دلا عبث ہے تمنائے خاطر افروزی   کہ بوسۂ لب شیرین ہے اور گلو سوزی

اے دل اس سے تمنائے دل افروزی و آرزوئے دوشندلی فضول ہے بوسۂ لب شیرین صرف گلو سوزی ہی کرسکتا ہے۔ اور کچھ اس سے نہین ہوسکتا۔ گلو سوزی سے یہان مراد رگ جان کا جلانا ہے اور بہر معمول سے زیادہ شیرین چیز گلو سوزی کرتی ہے۔

ہوئی ہے سوزش دل بسکہ داغ بے اثری   اُگی ہے دود جگر سے شب سیہ روزی

میری سوزش دل چونکہ بے اثر ہے اور اس بے اثری سے داغ پڑا ہوا اسی لئے میرے دود جگر سے شب سیہ روزی پیدا ہوتی ہے۔

آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

بہ پرفشانی پروانہ چراغ مزار — کہ بعد مرگ بھی ہے لذت جگر سوزی

چراغ مزار کے پروانے کی پرفشانی کی قسم ہے کہ مرنے کے بعد بھی جگر سوزی کی لذت باقی رہتی ہے۔

تپش تو کیا نہ ہوئی مشق پرفشانی بھی — رہا میں ضعف سے شرمندہ نوآموزی

تپش کیسی پرفشانی کی مشق بھی نہ ہو سکی اور میں پر بھی نہ ہلا سکا۔ اس کا باعث ضعف تھا جس کی وجہ سے میں نوآموزی کا شرمندۂ احسان رہا۔ اور اس حد سے آگے نہ بڑھ سکا۔

اسد ہمیشہ پئے کفش پائے سیم تنان — شعاع مہر سے کرتا ہے چرخ زردوزی

اے اسد آسمان ہمیشہ سورج کی زرتار شعاعوں سے سیم تنوں کے کفش میں زردوزی کا کام کیا کرتا ہے۔

آرزوئے خانہ آبادی نے ویران تر کیا — کیا کروں گر سایۂ دیوار سیلابی کرے

مجھے خانہ آبادی کی آرزو نے اور بھی زیادہ ویران کیا اور سایہ دیوار سیلاب کا کام کرتا رہا۔ اب اسے کیا کروں اور اس کا کیا علاج ہے۔

نغمہا وابستۂ یک عقدۂ تار نفس — ناخن تیغ بتان شاید کہ مضرابی کرے

تمام نغمے تار نفس کے ایک عقدے سے وابستہ ہیں ممکن ہے کہ معشوقوں کے ناخن کی تیغ مضراب کا کام دے کر اس تار سے کوئی صدا پیدا کرے۔

صبحدم وہ جلوہ ریز بے نقابی ہو اگر	رنگ رخسار گل خورشید مہتابی کرے

صبح کے وقت اگر وہ بے نقاب ہو کر جلوہ آرائے چمن ہو تو گل خورشید کا رنگ رخسار مہتابی کا کام دے یعنی سورج مکھی کا پھول باوجودیکہ زرد ہوتا ہے لیکن اس سے چاندنی پھیل جائے یا رخسار گل خورشید پر چاندنی پھیل جائے۔

زخمہائے کہنۂ دل رکھتے ہیں جی مردگی	اے خوشا گر آب تیغ تیز تیزابی کرے

میرے دل کے پرانے زخموں میں ایک حالت مردگی پیدا ہو گئی ہے کیا اچھا ہو اگر میرے محبوب کی تیز تلوار کا پانی انپر پڑ کر تیزاب کا کام دے اور وہ صاف ہو جائیں۔

پادشاہی کا جہاں یہ حال ہو غالبؔ تو پھر	کیوں نہ دلی میں ہر اک ناچیز نوابی کرے

اے غالب دلی کی بادشاہی ایسی ہی ہے جیسے ایک چھوٹے موٹے نواب کی۔ پھر جب بادشاہی یہاں کی یہ ہوئی تو ظاہر ہے کہ ہر ایک ناچیز اور ادنی آدمی بھی نوابی کا دعوی کر سکتا ہے یا یہ کہ جب دلی کی شاہی اس قدر نکمی ہو گئی ہے تو پھر کیوں نہ ہر ایک ادنی اعلی آدمی کو نوابی کا دعوی ہو۔

صبح سے معلوم آثار ظہور شام ہے	غافلان آغاز کار آئینہ انجام ہے

صبح کا نمودار ہونا علامت شام کے ہونے کی تو اے غافلو تم کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر ایک چیز کا آغاز انجام کا آئینہ ہے۔

بسکہ ہیں صیاد راہ عشق میں محو کمیں	جادۂ رہ سر بسر مژگان چشم دام ہے

چونکہ جا بجا راہ عشق میں صیاد گھاتوں میں لگے ہوئے ہیں تو جادۂ راہ کو سراسر رشتہ دام سمجھنا چاہیئے یا جادے تمام چشم دام کے مژگان ہیں۔

بسکہ تیرے جلوۂ دیدار کا ہے اشتیاق	ہر بت خورشید طلعت آفتاب بام ہے

چونکہ تیرے جلوۂ دیدار کا سب کو اشتیاق ہے اس واسطے ہر حسین خورشید طلعت آفتاب لب بام بنا ہوا ہے یعنی تیری آمد کے اشتیاق مین بام پر جلوہ افروز ہے آفتاب لب بام مین ایہام ہے یعنی ہر حسین خورشید طلعت روبہ زوال اور قریب بہ اختتام ہے۔

کیا کمال عشق نقص آباد گیتی مین ملے　　پختگی ہاے تصوریان خیال خام ہے

دنیا ایک نقص آباد یعنی نقص کی جگہ ہے یہان کمال کا ملنا ناممکن اور محال ہے اس قسم کے خیال پکانا محض خام خیالی ہے اور کچھ بھی نہین۔

ہو جہان وہ ساقی خورشید رو مجلس فروز　　وان اسد تار شعاع مہر خط جام ہے

اے اسد جس جگہ وہ ساقی خورشید رو مجلس افروز ہو یعنی مجلس مین بیٹھے وہان آفتاب کے تار شعاع خط جام کا کام کرینگے یعنی اہل مجلس کو سرشار کرنے ذوق کردینگے یعنی چونکہ وہ ساقی خورشید رو ہے لہذا شعاع مہر خط جام ہو جاے گی۔

مستعد قتل یک عالم ہے جلاد فلک　　کہکشان موج شفق مین تیغ خون آشام ہے

جلاد فلک یعنی خود فلک ایک عالم کے قتل پر مستعد اور آمادہ ہے موج شفق مین چھپی ہوئی کہکشان کو تلوار خون آشام سمجھنا چاہئے۔ جو دنیا کے خون بہانے کیلئے نکالی گئی ہے۔ جلاد فلک ستارہ مریخ کو بھی کہتے ہین۔ مگر یہان مریخ مراد نہین ہے۔

اے خوشا وقتے کہ ساقی یک خمستان وا کرے　　تار و پود فرش محفل پنبۂ مینا کرے

وہ وقت اور وہ موسم بھی کیا اچھا ہوگا جب کہ ساقی ایک خمستان کھول دے اور پنبۂ مینا سے فرش محفل کی تار و پود کرے۔ یعنی محفل بھر مین پنبہ مینا بچھا ہوا نظر آے خمستان سے مراد بہت سے ظروف شراب یا مٹکے یا شیشہ شراب ہین۔

جو عزادار شہیدان قفس دزدیدہ ہو　　نوحہ ماتم بہ آواز پر عنقا کرے

جو شخص کہ اُن لوگون کا عزادار اور ماتم کرنے والا ہو جو دم چرائے ہوے

اور زبان تالو سے لگائے ہوئے خاموش بیٹھے ہین اس کو اس طرح ماتم کرنا چاہیے کہ پر عنقا کی آواز سے ماتم کرے ۔ ظاہر ہے کہ عنقا خود ایک معدوم چیز کو کہتے ہین اور جب وہ معدوم ہے تو اس کے پر کی آواز بھی معدوم ہو گی اور اُس کے پر کی آواز معدوم ہو گی تو ماتم بھی معدوم ہوگا یعنی اس کو چاہئے کہ وہ ماتم بھی اس طرح کرے کہ ماتم نہ معلوم ہو ۔

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا
آسمان سے بادۂ گلفام گو برسا کرے

جام و سبو توڑنے والے اور مے کشی کو چھوڑنے والے آدمی کو اس سے کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ آسمان سے شراب برس رہی ہے ۔ آسمان سے شراب برستی ہے تو برسا کرے اس کے لئے سب بیکار اور فضول ہے ۔

ناتوانی سے نہین سر در گریبانی اسد
ہون سراپا یک قلم تسلیم جو مولا کرے

اے اسد مین جو گریبان مین سر ڈالے خاموش بیٹھا ہون اس کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مین ناتوان ہون بلکہ میرا شیوہ اور میرا طریقہ تسلیم و توکل ہے مین راضی برضا ہون جو کچھ خدا کرے مجھے سب منظور ہے ۔

بہار تعزیت آباد عشق ماتم ہے
کہ تیغ یار ہلال مہ محرّم ہے

عشق ایک تعزیت آباد ہے جہان کی بہار یہی ہے کہ ہمیشہ وہان نوحۂ ماتم ہوتا رہے کیونکہ وہان کا ہلال تیغ یار ہے اور وہ ماہ محرم سے مشابہ ہے اور ماہ محرم مین ہمیشہ نوحہ و ماتم کی کثرت ہوتی ہے ۔

یہان ضبط ہے آئینہ بندی گوہر
وگرنہ بحر مین ہر قطرہ چشم پر نم ہے

یون کہئے کہ موتی کی آئینہ بندی مرہون ضبط ہے اور ضبط نے اس کی آئینہ بندی کو قائم رکھا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دریا کا ہر قطرہ ایک چشم پرنم ہے ۔ اسی طرح موتی بھی دریا کا ایک قطرہ ہے اگر اس کی آئینہ بندی کو ضبط روکے ہوئے نہو تو کام خراب ہو جائے ۔

چمن مین کون ہے طرز آفرین شیوۂ عشق
کہ گل ہے بلبل رنگین و بیضہ شبنم ہے

سمجھ مین نہین آتا کہ چمن مین کون طرز آفرین عشق ہے یعنی چمن کو کون آئین عشق سکھا رہا ہے ہم دیکھتے ہین کہ گل ایک بلبل رنگین ہے اور شبنم بیضۂ بلبل ہی جو پیدائش عاشق کا سبب ہے ۔بلبل خود عاشق بیضہ سبب پیدائش عاشق تو لازم آیا کہ چمن مین ضرور کوئی طرز آفرین عشق موجود ہے ۔

اگر نہووے رگ خواب صرف شیرازہ تمام دفتر ربط مزاج برہم ہے

اگر رگ خواب شیرازہ بندی اجزاے مزاج نہ کرتی رہتے تو مزاج کا تمام دفتر برہم اور ابتر ہو کر تباہ ہو جائے یعنی مزاج تباہ ہو جائے ۔طبیب کے مقولے کے موافق یقیناً اجزائے ماتحلل کا بدل ہو جاتی ہے یہ صحیح ہے مگر مین یہ نہین سمجھا کہ یہ شعر ہے یا مسئلہ طب ۔

اسد بہ نازکی طبع آرزو انصاف کہ ایک وہم ضعیف و غم دو عالم ہے

اے اسد ذرا طبع آرزو کی نزاکت کی داد دینا اور انصاف کرنا کہ ایک ضعیف وہم پر دونو جہان کا بار پڑا ہوا ہے یا یہ کہ اے طبیع آرزو انصاف کی نزاکت کی قسم ہے کہ مین ایک وہم ضعیف ہوں جسپر دونون جہان کا بوجھ ہے ۔

زبان یہ کام خموشان ز فرط تلخی ضبط بہ رنگ پستہ بہ زہر آب دادہ پیکان ہے

تلخی ضبط کی کثرت کی وجہ سے چپ رہنے والے لوگون کے تالو مین زبان پستہ کی طرح سبز ہو گئی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ زہر آب مین بجھا ہوا پیکان ہے ۔

لب گزیدۂ معشوق ہی دل افگار نشان برش شمشیر زخم دندان ہے

میرا زخمی دل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی معشوق کا کاٹا ہوا ہونٹ اس کے اوپر تلوار کے نشانات معلوم ہوتے ہین کہ دانت کے نشانات ہین ۔

کشود غنچہ دلہا عجب نہ رکھ غافل صبا خرامی خوبان بہار سامان ہے

اے غافل تو اس بات سے کیون تعجب کرتا ہے اور کیون اس بات کا منکر ہے کہ

غنچہ ہائے دل کھل ہی نہین سکتے تجھے کچھ معلوم بھی ہے معشوقون کا ہوا کی طرح خرام ناز کرنا۔ بہار کے سامان پیدا کر دینے والا ہے لہذا دل کے غنچے کا کھلنا کونسی بڑی بات ہے۔

فغان کہ بہر شفا و حصول ناشدنی — دماغ نازکش منت طبیبان ہے

فریاد ہے فریاد ہے کہ ایک ایسی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے جو حاصل نہین ہو سکتی دماغ زبردستی اطبا کا زیر بار احسان ہو رہا ہے یعنی شفا مجھے کبھی حاصل نہوگی بے کار مین ان لوگون کے احسانات اٹھا رہا ہون۔

اسد جہان کہ علی پر سر نوازش ہو — کشاد عقدۂ دشوار کار آسان ہے

اے اسد جس جگہ حضرت علی کی مہربانیان ہون وہان کوئی دشواری دشواری نہین بلکہ عقدہ دشوار کا حل ہو جانا وہان ایک آسان کام ہے۔

شفق بہ دعوی عاشق گواہ رنگین ہے — کہ ماہ دزد حنائے کف نگارین ہے

ماہ شفق آلود کو دیکھ کر عاشق کا دعوی ہے کہ چاند نے میرے محبوب کے کف نگارین سے مہندی چرائی ہے اور اس کے دعوے کا گواہ رنگین شفق ہے جو یہ حال بتا رہا ہے۔

دوسرے یہ کہ ماہ دزد حنا ہے اور یہ وہ چور ہے جو میرے محبوب کے کف نگارین مین رہ گیا ہے۔ دزد حنا اس سفیدی کو کہتے ہین جو مہندی لگاتے وقت سہواً ہاتھ مین رہ جاتی ہے یا نقش ونگار کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہین۔ اسی نقش یا اسی خالی جگہ کو چاند کہکر شفق کو اپنے دعوے کا گواہ بنایا ہے۔ دزد حنا کے واسطے شفق کا گواہ ہونا نہایت موزون اور مناسب ہے یہی دوسرے معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہین۔

جوہر آئینہ سان مژگان بہ دل آسودہ ہے — قطرہ جو آنکھون سے ٹپکا سو نگاہ آلودہ ہے

جیسے جوہر آئینہ آئینہ کے دل مین مقیم ہے بالکل ایسے ہی مژگان دوست کا مقام میرے دل مین ہے اور وہ یہان آسودہ ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ جو قطرۂ اشک میری آنکھون سے ٹپکتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی نگاہ سے ملتا اور مس کرتا ہوا آیا ہے۔

دام گاہ عجز مین سامان آسایش کہان
پرفشانی بھی فریب خاطر آسودہ ہے

عاجزی کی دام گاہ مین آسایش کا سامان کہان رکھا ہوا ہے یہ سمجھ لیجئے کہ پرفشانی درا صل پرفشانی نہین ہے بلکہ دل آسودہ کا فریب ہے۔

ہے سواد خط پریشان موئی اہل عزا
خامہ میرا شمع قبر کشتگان کا دودہ ہے

میرے خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عزا کے ماتم مین بکھرے ہوے بال ہین اور میرا قلم گورغریبان کے چراغ کا جما ہوا دھوان ہے۔

جس طرف سے آے ہین آخر ادھر ہی جائینگے
مرگ سے وحشت نکر راہ عدم پیمودہ ہے

ہم جہان سے آے ہین اسی جگہ ہم کو پھر جانا ہے مرنے سے گھبرانا کیا ہے عدم کی راہ ہماری دیکھی ہوئی ہے خوف کس بات کا ظاہر ہے کہ انسان کا وجود بین العدمین ہے پہلے عدم تھا پھر وجود ہوا پھر عدم ہوگا۔ منہا خلقنا کم وفیہا نعیدکم الخ۔

پنبۂ مینائی ہی رکھ لو تم اپنے کان مین
ہے پریشان ناصح بیصرفہ گو بیہودہ ہے

اے زندو ناصح بڑا بیہودہ ہے فضول اپنی زق زق بق بق لگاے ہوے ہے اس کی اس فضول جھک کے سننے سے بچنے کی ترکیب بس یہی ہے کہ پنبۂ مینا یعنی وہ روئی جو کاگ کی بجاے یا کاگ کے ساتھ بوتل مین لگاتے ہین تم اپنے کان مین رکھ لو تو اس کی اس خرافات کے سننے سے نجات حاصل ہوگی۔

کثرت انشاے مضمون تحیر سے اسد
ہر سر انگشت نوک خامہ فرسودہ ہے

اے اسد مین نے حیرت کے مضمون اس کثرت سے لکھے اور انشا کئے ہین کہ ہر انگلی کا سر گھسے ہوے قلم کی نوک معلوم ہوتا ہے یعنی لکھتے لکھتے انگلیان گھس گئی ہین۔

پھر ہر پردن سراسر لطف گستر سایہ ہے
پنجۂ مژگان بطفل اشک دست دایہ ہے

کسی کا سایہ سر پر ہونا لطف گستری کی علامت اور دلیل ہے گویا یہ سایہ پرورش ہے جب یہ مسلم ہے تو معلوم ہوا کہ پنجہ مژگان طفل اشک کے واسطے دست دایہ ہے یعنی پنجہ مژگان ہی طفل اشک کو پرورش دیتا اور پالتا ہے کچھ لطیف مضمون نہیں ہے۔

فصل گل میں دیدۂ خونین نگاہان جنون　　دولت نظارۂ گل سے شفق سرمایہ ہے

بہار کے زمانہ میں مجنونان خونین نگاہ کی آنکھیں پھولوں کے دیکھنے کی وجہ سے سرمایہ اندوز مسرت و رنگینی ہیں اور ایسی سرخ ہیں کہ ایسا دھوکا ہوتا ہے کہ ان میں شفق بھری ہوئی ہے شفق سرمایہ سے مراد سرخی ہے۔

شورش باطن سے یان تک مجکو غفلت ہے کہ آہ　　شیون دل یک سرود خانہ ہمسایہ ہے

شورش دل کے سبب سے میری غفلت اتنی بڑھ گئی ہے اور اتنی بیخبری مجھ میں پیدا ہو گئی ہے کہ اب میں خود اپنے دل کے شیون کو بھی نہیں پہچانتا اور دل کا شیون بھی ہمسایہ کے گھر کا گانا معلوم ہوتا ہے یعنی غفلت کا یہ عالم ہے کہ دل کو مجھ سے اور مجھے دل سے بالکل بیگانگی ہے۔

کیون نہ تیغ یار کو مشاطۂ الفت کہون　　زخم مثل گل سراپا کے مرے پیرایہ ہے

مشاطہ کنگھی کرنے والی عورت کو کہتے ہین اور مجازاً اس کو جو عورتون کا یا دلہن کا بناؤ سنگھار کرتی ہو اسی بنا پر شاعر کہتا ہے کہ میرے لئے تیغ یار مشاطہ الفت ہو کہ اس نے میری محبت کو زینت دی میرے تن پر زخم ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے سراپا پھولون سے لدا ہون یا پھولون کا لباس پہنے ہوئے ہون۔

اے اسد آباد ہے مجھ سے جہان شاعری　　خامہ میرا تخت سلطان سخن کا پایہ ہے

اے اسد جہان شاعری میرے ہی دم سے آباد ہے اور اس کی تمام زیب و زینت مجھی سے ہے گویا سخن ایک بادشاہ تخت نشین ہے۔ اور میرا قلم اس کے اورنگ سلطنت کا پایہ ہے

چشم گریان بسمل شوق بہار دید ہے　　اشکباری عرض بال افشانی امید ہے

میری چشمِ گریاں شوقِ بہارِ دید کی بسمل ہے اور اشک ریزی کشایشِ بازوئے امید کا ظاہر کرنا ہے۔

دامنِ گردوں میں رہ جاتا ہے ہنگامِ وداع — گوہرِ شب تابِ اشکِ دیدۂ خورشید ہے

اکثر روتے وقت غمِ جدائی سے مل کر روتے اور آنسو بہاتے ہیں اسی کو پیشِ نظر رکھکر شاعر کہتا ہے کہ سورج روز غروب کے وقت آسمان سے رخصت ہو کر جاتا ہے اور آنسو بہاتا ہے چلتے وقت جو آنسو اس کی آنکھ سے گر کر دامنِ گردوں میں رہ جاتے ہیں وہی رات کو گوہرِ شب تاب بن کر چمکتے ہیں اب خواہ گوہرِ شب تاب سے مراد چاند سمجھئے یا کوئی تارا۔

رتبۂ تسلیم خلقت مشربان عالی سمجھ — چشمِ قربانی گلِ شاخِ ہلالِ عید ہے

وہ لوگ جن کا مذہب اور مشرب ہی دوستی ہے اُن کا رتبۂ تسلیم بہت ہی بلند ہے۔ دیکھو قربانی ہونے والے جانور کی آنکھ شاخِ ہلالِ عید ضحیٰ کا ایک پھول ہے یہ ایک خیالی مضمون ہے زیادہ سے زیادہ تمثیلی ہے اور بس۔

کچھ نہیں حاصل تعلق میں بغیر از کشمکش — اے خوشا رندے کہ مرغِ گلشنِ تجرید ہے

تعلق میں سوائے کشمکش کے کچھ حاصل نہیں ہوتا وہ رند بہت اچھا جو مجرد ہے۔ اور تعلقاتِ دنیوی سے علیحدہ رہ کر باغِ تجرید کی بہار لوٹ رہا ہے۔

فرصتِ آئینۂ صد رنگِ خود آرائی ہے — روز و شب یک کفِ افسوسِ تماشائی ہے

فرصت یعنی مہلتِ زندگی ایک آئینہ ہے جس میں سیکڑوں قسم کی خود آرائیوں کے جلوے نظر آتے ہیں مگر افسوس دیکھنے کا وقت نہیں۔ اسی افسوس میں رات اور دن ایک کفِ افسوس بن گئے ہیں یعنی شب و روز اصل میں شب و روز نہیں بلکہ تماشائی کا کفِ افسوس ہیں۔ شب و روز کی تشبیہ کفِ افسوس سے اسلئے دی ہے کہ افسوس میں بھی دونوں ہاتھ ملا کر ملتے ہیں تو ان شب و روز میں سے گویا ایک ہاتھ دن ہے اور دوسرا ہاتھ رات ہے۔

وحشت زخم وفا دیکھ کہ سرتا سر دل بخیہ جون جوہر تیغ آفت گیرائی ہے

وہ زخم جو وفا کی وجہ سے میرے دل مین پڑا ہے اس کی وحشت نہ پوچھئے یہ حالت ہے کہ دل مین اس سرے سے اس سرے تک اس زخم کی بخیہ ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے تلوار کا جوہر اور وہ آفت خیز گیرائی ہو گئی ہے یعنی اس کی گیرائی نے ایک آفت برپا کر دی ہے۔

شمع آسا چہ سر دعوی و کو پائے ثبات گل صد شعلہ بیک جیب تماشائی ہے

ہم سوختہ بخت شمع کی مانند ہین نہ ہم کو دعوی کا خیال ہے اور نہ ہم مین قیام و ثبات کی طاقت ہے ہم وہ ہین کہ ہمارے دیکھنے والون کے دامن مین ہم کو دیکھ کر سیکڑون شعلے بھر جاتے ہین یعنی بے قرار ہو جاتے ہین۔

نوائے خفتۂ الفت اگر بیتاب ہو جاوے پر پروانہ تار شمع پر مضراب ہو جاوے

وہ نغمۂ کیفیات جو محبت مین فی نفسہ موجود ہے اسباب غم و ضبط کی وجہ سے دبا ہوا ہے اسی لئے اس کو نوائے خفتۂ الفت کہا ہے یعنی محبت کی وہ آواز جو سو رہی ہے اگر اسکی خوابیدگی دفع ہو کر اس مین کیفیت اضطراب و بے قراری پیدا ہو جاوے تو اس کے اثر سے پروانہ سوختہ کے پر مضراب شمع پر مضراب کا کام کرنے لگین یعنی اس کی تاثیر شمع پر بھی ہو گویا یہ ممکن نہین ہے کہ عاشق کے جذب کا معشوق پر اثر نہ پڑے۔

زبس طوفان آب و گل ہے غافل کیا تعجب ہے کہ ہر اک گردباد گلستان گرداب ہو جاوے

چونکہ دنیا مین ہر طرف آب و گل کا ایک طوفان اٹھا ہوا ہے اسی لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی تعجب نہین ہے کہ باغ مین جو بگولے نظر آتے ہین وہ گرداب کی صورت اختیار کر لین

اثر مین یان تک اے دست دعا اعجاز پیدا کر کہ سجدہ قبضۂ تیغ خم محراب ہو جاوے

ﻟﻪ بخیہ مذکر بھی بولا جاتا ہے مگر میری زبان پر مونث ہے۔

اے دست دعا تجکو چاہیئے کہ تو وہ اپنی اس قدر اعجاز پیدا کرے کہ وہ سجدہ جو تو محراب مین ادا کرتا ہے وہ تیغ خم محراب کے لئے قبضہ بن جائے یعنی محراب اگرچہ خود ایک تیغ ہے مگر بغیر قبضہ کے بیکار ہے کہ تیرا سجدہ اس کو باکار بنا دے مطلب یہ ہے کہ سجدہ باعث نازش محراب ہو جائے۔

برنگ گل اگر شیرازہ بند بیخودی رہیے ہزار آشفتگی مجموعہ یک خواب ہو جاے

گل دراصل بیخود ہے اور بیخودی اسکی ایک ایک رگ مین چھپی ہوئی ہے مگر ہوا یہ کہ اس نے اپنی بیخودی کو مجتمع کر لیا ہے اور اس اجتماع سے شیرازہ بندی کی صورت پیدا ہو کر اس مین ایک حسن پیدا ہو گیا ہے اسی طرح آپ بھی اگر پریشانیون کا ایک مجموعہ بنا لیجئے اور مجتمع رکھئے تو ہزار آشفتگیان ایک خواب راحت کا مجموعہ بن سکتی ہین

اسد با وصف عجز بے تکلف خاک گردیدن غضب ہے گر غبار خاطر احباب ہو جاے

اسد باوصف اس کے کہ عجز سے خاک ہو کر رہ گیا ہے۔ اب بھی اگر وہ غبار خاطر احباب ہو جائے تو بڑا ہی غضب ہے۔ یعنی باوجود اتنے عجز کے بھی اگر لوگ اس سے کینہ رکھین تو بڑا ستم ہو۔

تاچند ناز مسجد و بتخانہ کھینچیے جون شمع دل بہ خلوت جانانہ کھینچیے

کہان تک مسجد اور بت خانہ کے ناز اٹھائیے اور تا بہ کے ان دونون مین قیام و مقام کی حرص کھینچئے۔ بہتر یہ ہے کہ شمع کی طرح خلوت خانہ محبوب مین جا کر گوشہ نشین ہو جائیے اور دیر و حرم سے کوئی واسطہ نہ رکھئے۔

بہزاد نقش یکدل صد چاک کھینچ کر گر زلف یار کھینچ نہ سکے شانہ کھینچیے

اے بہزاد تو اپنے دل کی شبیہ کھینچکر دکھا دے جو غم و الم سے صد چاک ہو گیا ہے اگر تجھ سے یہ ممکن نہین ہے کہ معشوق کی زلف کی تصویر کھینچے تو خیر اچھا نہ سہی یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک شانہ یعنی دل صد چاک کی تصویر کھینچدے یعنی اگر معشوق کا راز حسن نہ کھول سکے تو اپنے

زمعذ عشق کا اظہار کر۔

عجز و نیاز سے تو نہ آیا وہ راہ پر — دامن کو اسکے آج حریفانہ کھینچیے

اس سے ہزار کچھ عجز و نیاز کیا ہزار خوشامد درآمد کی مگر وہ ظالم کسی طرح سے راہ پر نہ آیا اب آرزو یہ ہے کہ زبردستی آج اس کا دامن کھینچ لیا جاے۔ یہ شعر ایسا ہی ہے ۵

ہم سے کھلجاؤ بوقت مے پرستی ایکدن
ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذر مستی ایکدن

ہے ذوق گریہ عزم سفر کیجیے اسد — رخت جنون سیل بہ ویرانہ کھینچیے

گریہ کا ذوق ہے تو لے اسد سفر کا ارادہ کرو آبادی کو چھوڑو اور اس سیل خانمان خراب کو ویرانہ کی طرف لے جاؤ۔

حیرت حجاب جلوہ و وحشت غبار راہ — پاے نظر بہ دامن صحرا نہ کھینچیے

حیرت جلوہ کا حجاب ہے یعنی حیرت جلوہ کو روکتی اور اس راہ مین سد راہ ہوتی ہے اور وحشت راستہ کا غبار بنی ہوئی ہے لہذا کبھی نظر کا پاؤن دامن صحرا کی طرف نہ اٹھائیے یہ بیکار اور فضول ہے اور سفر صحرا سے کوئی حاصل نہین۔

خود نامہ بن کے جائیے اوس آشنا کے پاس — کیا فائدہ کہ منت بیگانہ کھینچیے

وہ ایک آشنا اور دوست ہے پھر جب یہ آشنائی اور شناسائی فی مابین موجود ہے تو کیا ضرورت ہے کہ توسل ڈھونڈھیے اور وسیلے تلاش کیجیے اگر اسکو خط بھیجنا ہے تو نہ نامہ بر کی ضرورت ہے اور نہ پیغامبر کی نہ نامہ کی بلکہ خود نامہ بن کر اسکے پاس پہونچ جائیے واسطے اور وسیلے بیکار ہین۔

گر صفحہ کو نہ دیجیے پرواز سادگی — جز خط عجز نقش تمنا نہ کھینچیے

اول تو مناسب اور بہتر یہی ہے کہ صفحۂ دل کو تمام نقوش علائق سے پاک و صاف رکھئے اور اگر ایسا ممکن نہو اور آپ اس صفحہ کو سادہ نہ رکھ سکیں تو خبردار خبردار اس پر کوئی نقش تمنا نہ کھینچئے بلکہ اگر نقش کھینچنا ہی ضروری ہو تو اس پر خط عجز تمنا کھینچئے۔

دیدار دوستان لباسی ہے ناگوار — صورت بہ کارخانہ دیبا نہ کھینچئے

وہ دوست جو صرف لباسی دوست ہیں یعنی دلی یا حقیقی دوست نہیں ہیں بلکہ انہوں نے صرف دوستوں کا لباس پہن رکھا ہے ان کی صورت سے نفرت ہے اور ان کا دیدار پسندیدہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ دیبا کے اوپر تصویریں نہ بنائی جاویں کیونکہ گو بظاہر یہ انیس و جلیس ہیں مگر دراصل ان کو نہ کوئی ہمدردی ہے نہ دوستی ہے۔ نقوش دیبا کو دوستان لباسی کہنا حد درجہ لطیف اور پاکیزہ ہے۔

ہے بے خمار نشۂ خون جگر اسد — دست ہوس بہ گردن مینا نہ کھینچئے

اے اسد خون جگر کی شراب میں خمار نہیں ہے لہذا اسی کو پی لیجئے۔ اور بیکار دست ہوس گردن مینا میں نہ ڈالئے اس شراب کا کوئی شراب مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ہم مشق وفا جانتے ہیں لغزش پا تک — اے شمع تجھے دعوئ ثابت قدمی ہے

اے شمع ہم کو وفا کی مشق ہے اور مدتوں ہم نے اس وادی کی رہنوردی کی ہے ہم کو اس راہ کے نشیب و فراز سے بخوبی آگاہی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ لغزش پا کس کو کہتے ہیں اور ثابت قدمی کس کا نام ہے تو ہمارے سامنے ثابت قدمی کا دعوی کرتی ہے بس رہنے دے ہم خوب سمجھتے ہیں اور ہم اچھی طرح تیری لغزش پا کو دیکھ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں تیرے قدم راہ عشق میں ڈگمگا رہے ہیں۔ شمع کی لرزش کو لغزش پا کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے۔

واماندۂ ذوق طرب وصل نہیں ہوں — اے حسرت بسیار تمنا کی کمی ہے

اے میری حسرت بے پایاں کہیں غلطی سے یہ نہ سمجھنا کہ مجھے وصل کی خوشی اور مسرت نے درماندہ کر کے آئندہ کے واسطے بیکار کر دیا ہے اور اب تمنائیں باقی نہیں ہیں۔ میں وہ ہوں

کہ اس افزونی اور کثرت تمنا کو کچھ نہین سمجھتا اور میرے نزدیک ابھی آرزوؤن کی کمی ہے۔

شرر پہلوے چشم اے جلوہ ادراک باقی ہے
ہوا وہ شعلہ داغ اور شوخی خاشاک باقی ہے

اس شعر مین آنکھ کو شعلے سے اور شرر کو خاشاک سے استعارہ کیا ہے جو مصرع ثانی مین ہے کہتے ہین کہ اے جلوہ ادراک تیری تجلی نے میری آنکھ کو جلادیا۔ مگر ہنوز شرر باقی ہین گویا کہ شعلہ تو جل کر خاک ہوچکا اور کچھ نہین رہا مگر خار وخس کی شوخی ہنوز باقی ہے اور یہ نہایت ہی تعجب انگیز ہے کہ شعلہ جل بجھے اور خس وخاشاک رہ جائے۔

ہوا ترک لباس زعفرانی دلکشا لیکن
ہنوز آفت لب اک عقدہ یعنی چاک باقی ہے

مین نے لباس زعفرانی یعنی رنگین لباس کو چاک کردیا ہے اور یہ مین وجہہ میرے لیے باعث دلکشائی وتفریح ثابت ہوا مگر بذات خود چاک جو ایک چیز ہے وہ باقی ہے اور یہ بھی آفت لب ہے ظاہر ہے کہ جو آفت آئی ہے وہ اسی کی صورت مین آئی ہے۔

چمن زار تمنا ہو گئی صرف خزان لیکن
بہار نیم رنگ آہ حسرتناک باقی ہے

میری چمن زار تمنا کی بہار کو خزان نے لوٹ لیا اور وہ سب خزان کے کام آگئی مگر حسرتناک آہ کی بہار نیم رنگ باقی رہ گئی ہے سراج اورنگ آبادی کا ایک شعر ہے

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہین سو ہری رہی

نہ حیرت چشم ساقی کی نہ صحبت دور ساغر کی
مری محفل مین غالب گردش افلاک باقی ہے

شاعر اپنی حالت انقلاب کو بیان کرتا اور کہتا ہے کہ اے غالب زمانہ بدل گیا انقلاب ذرہ ذرہ پر چھا گیا۔ اب میری محفل مین نہ چشم ساقی کی حیرت رہی اور نہ دور ساغر کی صحبت رہی اب ان کے بجاے میری بزم مین گردش افلاک کا دور دورہ ہے۔

شکل طاؤس گرفتار بنایا ہے مجھے
ہون وہ گلدام کہ سبزے مین چھپایا ہے مجھے

طاؤس کے نقش و نگار کو حلقہ ہائے دام تصور کر کے طاؤس کو ایک مرغ گرفتار دام بتایا گیا ہے شاعر اسی سے خود کو تشبیہ دیتا اور کہتا ہے کہ طاؤس ہی مانند مجھے بھی گرفتار بنایا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان مین طاؤس کے سے نقش و نگار کہان ہین تو کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اپنے آپ کو گلدام بتایا ہے اور گلدام کے لغوی معنی اگرچہ چھوٹے جال یا مطلق جال کے ہین مگر اس لحاظ سے کہ اس مین گل کا لفظ موجود ہے کہہ سکتے ہین کہ وہ جال جو پھولون کے واسطے یا پھولون سے بنایا ہوا اور اسی صورت مین طاؤس سے اس کی تشبیہ صحیح ہو گی - یعنی مین گل دام ہون کہ سبزہ پر بچھا ہون اور طاؤس کی طرح گرفتار ہون -

بیدماغ تپش و عرض دو عالم فریاد ہون مین وہ خاک کہ ماتم مین اڑایا ہے مجھے

تپش اور تڑپ کا تو مجھے دماغ نہین اور کثرت فریاد کی مجھے ضرورت ہے گویا کہ مین ایک خاک ہون جسے ماتم مین اڑایا گیا ہے جو خاک ماتم مین اڑائی گئی ہو اس کا یہی کام ہے کہ فریاد کا اظہار کرے -

جام ہر ذرہ ہے سرشار تمنا مجھ سے کس کا دل ہون کہ دو عالم سے لگایا ہے مجھے

دنیا کے ہر ایک ذرہ کو ایک جام فرض کر کے کہا ہے کہ ہر ذرہ کے جام مین میری تمنا بھری ہوئی ہے اور میری تمنا آموزی سے سرشار ہے اے خدا آخر مین کس کا دل ہون کہ مجھے دونون عالم سے وابستہ کیا ہے یعنی آخر کس شیفتہ و فریفتہ کا مین دل ہون کہ ہر ایک سے میرا تعلق رکھا گیا ہے -

جوش فریاد سے لونگا دیت خواب اسد شوخی نغمۂ بیدل نے جگایا ہے مجھے

میرے عالم خواب کا جوش فریاد نے خون کر دیا - اب مین اسی جوش فریاد سے اپنے خواب اور اپنی نیند کا خون بہا لون گا - گویا کہ مین پڑا سو رہا تھا کہ مجھے مرزا بیدل کے شوخ نغمے نے بیدار کر دیا - یعنی مین بے خبر تھا مگر مجھے طرز کلام بیدل نے ہوشیار کیا -

فکر پرواز جنون ہے سبب ضبط نہ پوچھ اشک جون بیضۂ مژگان تہ پر پنہان ہے

آنسو کو بیضۂ مژگان کہکر کہتے ہین کہ مژگان اسے اپنا بیضہ سمجھ کر پرون کے نیچے لئے بیٹھی ہے اور چونکہ نکلتے ہی یہ پرواز کرے گا اسی لئے مژگان نے اس کو ابھی تک روک رکھا ہے۔ کیونکہ انڈے کی فکر پرواز اس کے مٹ جانے کا سبب ہے۔

ہوش اے ہرزہ درا تہمت بیدردی چند نالہ در گرد تمنائے اثر پنہان ہے

اے بیہودہ گو کہان تک میرے اوپر بیدردی کی تہمت لگائے گا اس کو چھوڑ میرا نالۂ تمنائے اثر مین پوشیدہ ہے اور تمنائے اثر گویا کہ ایک گرد ہے جس نے میرے نالے کو چھپا رکھا ہے۔

وحشت دل ہو اسد عالم نیرنگ نشاط خندۂ گل بہ لب زخم جگر پنہان ہے

اے اسد میرے دل کی وحشت کو وحشت نہ کہہ بلکہ یہ نیرنگ نشاط کا ایک عالم ہے اور میرے زخم جگر مین خندۂ گل پوشیدہ ہے یعنی میرا زخم جگر خندۂ گل ہے۔

مستی بذوق غفلت ساقی ہلاک ہے موج شراب یک مژہ خوابناک ہے

مستی بذات خود ساقی کے غافل کرنیکے ذوق مین ہلاک ہو کر رہ گئی ہے اور موج شراب سراسر ایک مژگان خواب آلود معلوم ہوتی ہے۔

ہے عرض جوہر خط و خال ہزار عکس لیکن ہنوز دامن آئینہ پاک ہے

آئینہ مین ہزارون خط و خال کے عکس پڑتے ہین اور سیکڑون جوہر خط و خال کو وہ دیکھتا یا دکھاتا ہے لیکن آئینہ کا دامن اس وقت تک پاک ہے کسی کے اثر سے متاثر نہین ہوا۔

جز زخم تیغ ناز نہین دل مین آرزو جیب خیال بھی ترے ہاتھون سے چاک ہے

میرے دل مین کوئی آرزو اس کے سوا نہین ہے کہ مین تیغ ناز یار کے زخم کھاؤن اس کے معنی یہ ہین کہ دامان ظاہر کے علاوہ میرے خیال کا دامن بھی تیرے ہاتھون سے

چاک چاک ہو رہا ہے۔ خیال کو دامان خیال کہا ہے اور اس مین زخم تیغ کے تمنا کو چاک ہونا سمجھا گیا ہے۔

خراب نالۂ بلبل شہید خندۂ گل ہنوز دعوئ تمکین و بیم رسوائی

اے وہ شخص کہ تجھے نالۂ بلبل نے خراب اور خندۂ گل نے شہید و ہلاک کر دیا۔ کیا تو اس وقت تک رسوائی کا خوف کرتا ہے اور کیا تو اس وقت تک رسوائی کے خوف مین پھنسا ہوا ہے۔

ہزار قافلۂ آرزو بیابان مرگ ہنوز محمل حسرت بدوش خود رائی

حالانکہ میری ہزارون آرزوؤن کے قافلے بیابان مایوسی مین پہونچکر جان دے چکے اور تڑپ تڑپ کر مر گئے مگر میری حسرت ہی کہ اب بھی خود رائی کے دوش پر محمل کش ہو رہی ہے اور برابر سفر کر رہی ہے یعنی مین بارہا مایوس ہوا ہون مگر ہنوز میرے دلکی حسرت آفرینی جاری ہی میرے دوست مولانا عبدالعزیز منصور پوری کا ایک شعر ہی

اے دل مایوس بس کر آرزو پیدا نہ کر
تیری کتنی آرزوئین صرف حرمان ہوگئین

وداع حوصلہ توفیق شکوہ عجز وفا اسد ہنوز گمان و غرور دانائی

حالانکہ حوصلہ رخصت ہو چکا شکوہ کی توفیق پیدا ہو گئی یعنی شکوؤن کی ضرورت آپڑی وفا کرتے کرتے عاجز ہو گئے مگر اسد اب تک گمان و غرور دانائی سے باز نہین آئے اس غفلت اس بے خبری اس اندھیر کا کوئی ٹھکانا ہی

گدائے طاقت تقریر ہی زبان تجھ سے کہ خامشی کو ہی پیرایہ بیان تجھ سے

میری زبان ایک فقیر یا ایک بھکاری ہی جو تیرے در پر یہ سوال کر رہی ہے کہ مجھے بیان کی طاقت دیدے اور یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ وہ جانتی ہے کہ تو خاموشی کو بھی بیان کی طاقت دیدینا اور دے سکتا ہے اور خاموشی کو لباس گویائی پہنا سکتا ہی۔

فسردگی مین ہو فریاد بیدلان تجھ سے　　چراغ صبح و گل موسم خزان تجھ سے

حالت افسردگی مین بیدل تجھی سے فریاد کرتے ہین کیونکہ چراغ صبح کی افسردگی اور گل موسم خزان کی پژمردگی کا بانی مبانی تو ہی ہے پھر اور کس سے فریاد کرین۔

پری بشیشہ و عکس رخ اندر آئینہ　　نگاہ حیرت مشاطہ خون چکان تجھ سے

تو پردے مین ہے اور تیرے جلوے اعیان و مظاہر مین نظر آرہے ہین ان کی حالت ایسی ہے جیسے کہ پری شیشے کے اندر بند ہو اور اس کا عکس آئینہ مین پڑے اس بوالعجبی کو دیکھ کر ہر مشاطہ کی نگاہ حیران ہو کر خونفشان ہو گئی ہے۔ مشاطہ سے مراد جلوۂ نیرنگ قدرت دیکھنے والے۔ حمد مین یہ شعر زبردست پایہ رکھتا ہے۔

چمن چمن گل آئینہ در کنار ہوس　　امید محو تماشائے گلستان تجھ سے

تیری فیاضی اور تیرے لطف وجود کی کوئی حد و نہایت نہین ہر چیز پر تیرا لطف و کرم عام ہے ادہر ہوس کی آغوش مین تو نے سیکڑون چمن بھر دیے ہین۔ اور ادہر امید کی نظر کے سامنے تو نے ایک باغ لگا دیا ہے اور اس کو اس چمنستان کا تماشائی بنا دیا ہے۔

نیاز پردہ اظہار خود پرستی ہے　　جبین سجدہ فشان تجھ سے آستان تجھ سے

اصل یہ ہے کہ تیرے سوا کوئی موجود نہین جو کچھ کہ ہے تو ہی ہے جو کچھ کہ ہے تجھ سے ہے ہم نے جس کا نام نیاز رکھا ہے وہ در اصل ایک پردہ ہے جس کی آڑ مین خود پرستی کی جاتی ہے یعنی کہتے ہین کہ ہمارا نیاز۔ ہم نے نیاز کیا۔ تو یہی ہم کے لفظ کی شرکت ایک قسم کی خود پرستی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سب باتین ہین۔ نہ کوئی چیز عجز ہے نہ نیاز ہے جبین تیری سجدہ فشانی تیری آستان تیرا اسے کیا خوب کہا ہے ؎

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا

ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا مین تو کیا ہوتا

بہانہ جوئی رحمت کمین گر تقریب ‏ ‏ وفائے حوصلہ و رنج امتحان تجھ سے

تیری رحمت سب کے لئے عام ہے مگر دراصل وہ بہانہ ڈھونڈھ رہی ہے اور کسی تقریب کی گھات مین لگی ہوئی ہے کوئی تقریب پیش نظر ہو تو اپنی کارفرمائی کرے تو ہی حوصلہ کو طاقت وفا دیتا ہے اور تو ہی امتحان کا رنج دیتا ہے -

اسد بہ موسم گل در طلسم کنج قفس ‏ ‏ خرام تجھ سے صبا تجھ سے گلستان تجھ سے

ائے فریاد رس فریاد ہے یہ گل کا موسم اور یہ بہار ہو اور غریب اسد کنج قفس مین قید اور دل خستہ پڑا ہو اسے کیا کہا جائے - حالانکہ خرام یعنی چلنا پھرنا تو نے پیدا کیا - صبا کو تو ہی نے بنایا - گلستان کی بنیاد تو نے ڈالی - پھر اسد غریب کیون طلسم کنج قفس مین پڑا ہے -

حکم بیتابی نہین اور آرمیدن منع ہے ‏ ‏ باوجود مشق وحشت ہا رمیدن منع ہے

عاشق اپنے غم والم اور اپنی کشمکش کی کیفیت بیان کرتا اور کہتا ہے کہ ہم لوگ عجب آفت و مصیبت مین ہین کہ بیتاب و بے قرار ہونے کی ہم کو اجازت نہین اور اسپر طرہ یہ کہ آرام کرنے کی بھی ممانعت ہے - ہم کو مشق وحشت کا حکم ہے مگر رمیدگی کی اجازت نہین - حافظ کہتا ہے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

شرم آئینہ تراش جبہہ طوفان ہے ‏ ‏ آب گردیدن روا لیکن چکیدن منع ہے

شرم نے طوفان کی پیشانی کو آئینہ حیرت بنا دیا ہے اور وہ نہایت ہی شرمندہ ہے کیونکہ قانون عشق یہ ہے کہ آب ہو جائے لیکن چکیدن کی صورت پیدا نہو -

بیخودی فرمانروائے حیرت آباد جنون ‏ ‏ زخم دوزی جرم و پیراہن دریدن منع ہے

جنون ایک ولایت ہے جسے حیرت آباد کہا جاتا ہے حیرت آباد اس لئے کہ اسمین حیرانی ہی حیرانی ہے یہان کی حاکم اور حکمران بیخودی اور از خود رفتگی ہے اور یہان کے آئین وقانون یہ ہین کہ زخم کا سینا جرم ہے اور پیراہن کا سینا منع ہے۔

مژدہ دیدار ہے رسوائی اظہار درد　　آج کی شب شبنم کو کب تک پریدن منع ہے

آج کسی کے جلوہ دیدار کی خوشخبری ملی ہے اور آج مین چاہتا ہون کہ رسوائی اظہار پاس نہ پھٹکے یعنی کسیکو اس راز و نیاز عاشق ومعشوق کی کانون کان خبر نہو۔ آج کی رات تارون کو بھی آنکھین جھپکانا منع ہے اور ہر چیز کے لئے مقام ادب احترام ہے۔

بیم طبع نازک خوبان سے وقت سیر باغ　　ریشہ زیر زمین کو بھی دویدن منع ہے

جس وقت یہ ظالم حسینان گلگشت سیر باغ کے واسطے نکلتے ہین اس وقت درختون کے ان ریشون کو بھی جو زمین کے نیچے چھپے ہوئے ہین چلنا اور نشو ونما کرنا ممنوع ہے اور یہ ممانعت بوجہ ان کی خوئے نازک کے ہے۔

یار معذور تغافل ہے عزیزان شگفتے　　نالہ بلبل بگوش گل شنیدن منع ہے

اے عزیزو میرے دوست کو تغافل نے معذور کردیا ہے یعنی وہ تغافل کرنے پر مجبور و معذور ہے آجکل اس کے اسی تغافل کا سارے زمانہ مین اتباع ہونا چاہئے اور سب کو اسی پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ آج پھول کے کان کو بھی نالہ بلبل کا سننا روا نہین ہے کیونکہ میرا محبوب مجھ سے تغافل برت رہا ہے لہذا پورے حسن کی قلمرو مین یہی آئین ہونا چاہئے۔

مانع بادہ کشی نادان ہے لیکن اے اسد　　بے ولائے ساقی کوثر کشیدن منع ہے

اے اسد اس مین شک نہین کہ جو شراب پینے کی ممانعت کرتا ہے وہ نادان ہے۔ شراب پینی چاہئے اور ضرور پینی چاہئے۔ مگر اتنی بات ہم بھی کہتے ہین کہ شراب ولائے علی ہی پینا چاہئے اور کسی شراب کے پاس جانا کچھ اچھا نہین۔

اس بیابان مین گرفتار جنون ہون کہ جہان ۔۔۔ موجۂ ریگ دل پا بزنجیر آوے

کیا پوچھتا ہی میرا حال مین مجنون ہون اور پابند زنجیر ہون اور گرفتار بھی اس جنگل مین ہون جہان کہ موج ریگ بیابان مجنون عشق کے لیے زنجیر کا کام دیتی ہے اور جہان ایک سودائی گردباد ریگ بیابان مین پھنس کر رہ جاتا ہی —

زاہد کو جنون سبحہ تحقیق ہے یارب ۔۔۔ زنجیری صد حلقۂ بیرون در آوے

اے میرے خدا مین دیکھ رہا ہون کہ زاہد کو تسبیح تحقیق و تدقیق کا جنون ہو گیا ہے اس جنون کی وجہ سے وہ پابزنجیر رہے - اور صد حلقۂ بیرون در کی اس کے پاؤن مین زنجیر ڈال دی جاے - یعنی اس کو معاملات حقیقت مین کبھی دخل نہو - اور یونہی اسرار رموز کی بارگاہ سے ہمیشہ باہر رہی -

وہ تشنۂ سرشار تمنا ہون کہ جس کو ۔۔۔ ہر ذرہ بہ کیفیت ساغر نظر آوے

تمنا نے مجھے ایسا تشنہ کیا ہے یا تمنا کا مین اس قدر تشنہ ہون کہ مجھے دنیا کا ہر ذرہ ایک ساغر لبریز معلوم ہوتا ہے یعنی دنیا کا ذرہ ذرہ میری تمنا آفرینی کا باعث ہو رہا ہی -

تمثال بتان گر نہ رکھے پنبۂ مرہم ۔۔۔ آئینہ بعریانی داغ جگر آوے

وہ تو کہیے کہ آئینہ کے داغ جگر پر معشوقون کی تصویرین پنبۂ مرہم (مرہم کا پھاہا یا مرہم بھری ہوئی روئی) رکھ دیتی ہین - ورنہ اگر ایسا نہو تو تم دیکھو کہ آئینہ داغ جگر کی عریانی کا ہم صورت اور ہم شبیہ ہو جاے - اور اس کی اصلی کیفیت کا اظہار ہو -

ہر غنچہ اسد بارگہ شوکت گل ہے ۔۔۔ دل فرش رہ ناز ہو بیدل اگر آوے

باغ مین ہر غنچہ ہر کلی گویا کہ شاہ گل کی شوکت و عظمت کی ایک بارگاہ ہے کہ شہنشاہ تاجدار گل کا ورود مسعود اسی بارگاہ مین ہوتا ہے - اسی طرح اگر حضرت بیدل کرم فرمائین تو دل ان کے واسطے راہ مین فرش راہ بنا دیے جاوین - اس شعر اور دوسرے شعرون سے

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کو حقیقت میں مرزا بیدل علیہ الرحمۃ سے عشق اور ان کے کلام سے سچی محبت تھی اور یہ محبت اتباع کی حد سے گزر کر عقیدت و ارادت تک پہونچ گئی تھی۔

چار سوئے عشق میں صاحب دکانی مفت ہے — نقد ہے داغ دل اور آتش زبانی مفت ہے

چار سو سے مراد قرب و جوار - حوالی - اطراف ہو سکتے ہیں کہ عشق کے اطراف میں ہر صاحب ذوق بہ متاع دل یا خستگی رکھ کر دکاندار بن سکتا ہے - یہاں داغ دل کا سکہ اور آتش زبانی بغیر کسی قیمت اور زحمت کے ہر خریدار کو مفت دیدی جاتی ہے۔

گر نہیں پاتا درون خانہ ہر بیگانہ جا — بر در نگشودہ دل پاسبانی مفت ہے

اگر ہر بیگانہ کو حریم دل میں بار نہیں ملتا اور ہر ایرا غیرا بے تکلف آمد و رفت جاری نہیں رکھ سکتا تو نہ سہی اس میں کیا ہرج ہے کہ دل کے بند دروازہ پر پڑے رہتے اور پاسبانی کیا کرے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہر کوئی صاحب دل نہیں ہو سکتا تو اپنے دل کی حفاظت تو کر سکتا ہے کہ اس میں کسی غیر کا دخل نہ ہو۔ عرفی نے ایک ایسا ہی شعر کہا ہے

وقت عرفی خوش کہ نگشود چون در بر روی خویش
بر در نگشودہ ساکن شد در دیگر نزد

صائب

غیر حق را می دہی رہ در حریم دل چرا
می کنی بیگانہ را مہمان این منزل چرا

بیدل

ستم است اگر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو و سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا بہ چمن درآ

چونکہ بالائے ہوس پر ہر قبا کوتاہ ہے — برہوسہا جہان دامن فشانی مفت ہے

چونکہ ہوس کے قد پر کوئی قبا صحیح اور موزون نہیں ہو سکتی یعنی ہوس باوجود حصول دو جہان بھی سیر نہیں ہو سکتی - لہذا چاہیے یہ کہ دنیا کی تمام ہوا و ہوس پر

دامن انسانی کر دی جائے اور سب کو جھٹک کر پھینک دیا جائے اس سے بہتر اسکے لئے کوئی قبا موزون نہین۔

اک نفس ہر اک نفس جاتا ہے قسط عمر مین حیف ہے اُسکو جو کہوے زندگانی مفت ہے

جو لوگ کہ یہ کہتے ہین کہ زندگانی مفت مل گئی ہے ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ زندگانی ایک قرض ہے۔ اور اس قرض کو قسط وار ادا کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ دنیا کا ہر فرد ہر سانس ایک سانس ادا کر رہا ہے اور اسی طرح یہ قسط ادا ہو کر ایک دن یہ قرضہ چک جائے گا۔

نوائے طائران آشیان گم کردہ آتی ہے تماشا ہے کہ رنگ رفتہ برگردیدنی جانے

شاہدہ بیان کرکے کہتا ہے کہ وہ طائر جو بھٹک جاتے ہین اور اپنے اپنے آشیانون کو بھول جاتے ہین اور کچھ نہین تو دور سے ان کی آواز تو ضرور ہی آتی رہتی ہے۔ مگر میرا طائر رنگ جب سے اڑا ہے اس کی نہ کوئی خبر آئی۔ نہ کوئی آواز سنی مین چاہتا ہون کہ ایک مرتبہ تو دیکھ لے کہ میرے رنگ کو واپس ہونے کا ڈھنگ آجائے۔ اور وہ غریب بھی اپنے وطن مین واپس آئے۔

اسد جان نذر الطافے کہ ہنگام ہم آغوشی زبان ہر سر مو حال دل پرسیدنی جانے

اسد میری جان اس الطاف اور اس انداز خاص پہ قربان ہے کہ جب وہ ملتا ہے تو ہم آغوشی کے وقت اس کا ہر سر مو میرے دل ناشاد کا ایک حال پوچھتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ مین اس لطف و کرم خاص پر اپنی جان قربان کر دون۔ کیا خوب شعر کہا ہے۔ سبحان اللہ۔

شعر کی فکر کو اسد چاہیے ہے دل و دماغ عذر کہ یہ فسردہ دل بے دل و بے دماغ ہے

صاف صاف شعر ہے شرح کی احتیاج نہین۔ یہ شعر صرف قال نہین بلکہ آئینہ حال معلوم ہوتا ہے۔

تعریفِ چکنی ڈلی

مرزا غالب نے اپنے ایک دوست مولوی کرم حسین کی فرمایش سے کلکتہ مین چکنی ڈلی کی تعریف مین یہ چند تشبیہات نظم کی تھین چونکہ اس مین نہ کوئی شکل اور نہ مہمل اشعار ہین شرح نایاب ہی [?] اس لئے مین اس کی شرح نہین لکھتا بلکہ تکمیل دیوان کے لئے صرف وہ اشعار نقل کیے دیتا ہون -

ہی جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہئے

خامۂ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھئے
ناطقہ سربگریبان کہ اسے کیا کہئے

مہرِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھئے
حرزِ بازوے شگرفانِ خود آرا کہئے

مسی آلود سرِ انگشتِ حسینان لکھئے
داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہئے

خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھئے
سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہئے

اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے
خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلا کہئے

حجرالاسودِ دیوارِ حرم کیجئے فرض
نافہ آہوے بیابانِ ختن کا کہئے

وضع مین اس کو اگر سمجھئے قافِ تریاق
رنگ مین سبزۂ نوخیزِ مسیحا کہئے

صومعے مین اسے ٹھہرایئے گر مہرِ نماز
میکدے مین اسے خشتِ خمِ صہبا کہئے

کیون اسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھئے
کیون اسے نقطۂ پرکارِ تمنا کہئے

کیون اسے گوہرِ نایاب تصور کیجئے
کیون اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہئے

کیون اسے تکمۂ پیراہنِ لیلا لکھئے
کیون اسے نقشِ پئے ناقۂ سلمیٰ کہئے

بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجئے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہئے

رُباعیات

ہر چند کہ دوستی مین کامل ہونا   ممکن نہین یک زبان و یکدل ہونا
مین تجھ سے ہون اور مجھ سے تو پوشیدہ   ہے مفت نگاہ کا مقابل ہونا

دوستی کسی قدر کامل ہو مگر پھر ایک زبان و یک دل ہونا غیر ممکن ہو مین تجھ سے ملوں اور تو مجھ سے ابھی تک پردہ کرتا ہے اور پھر نگاہ ملے تو کیونکر ملے اور اگر ملے بھی تو بیکار ہے۔

سامان ہزار جستجو یعنی دل   ساغر کش خون آرزو یعنی دل
پشت و رخ آئینہ ہے دین و دنیا   منظور ہے دو جہان سے تو یعنی دل

میری ہزار جستجوؤن کا سامان کیا ہے دل ہے۔ آرزو کے خون کی شراب پینے والا کون ہے دل ہے اسی آئینہ دل کی پشت اور رخ دین اور دنیا ہین مجھے نہ دین چاہئے نہ دنیا بلکہ بجاے دونون جہان کے مین صرف دل کو پسند کرتا ہون اور اسکے سوا کچھ مطلوب نہین۔

اے کاش بتان کا خنجر سینہ شگاف   پہلوے حیات سے گذر جاتا صاف
اک تسمہ لگا رہا کہ تا روز سے چند   لیجے نہ مشقت گدائی سے معاف

جبکو حسینون کے خنجر سینہ شگاف نے گھائل کر دیا ہے گر پورے طور سے وہ میرے سینہ سے نہین گزرا میری تمنا یہ تھی کہ کاش وہ میرے پہلو سے زندگی کو چیر ڈالتا یعنی زندگی کا خاتمہ کر دیتا۔ مگر اس نے ایسا نہین کیا بلکہ تسمہ لگا رکھا یعنی رشتے جان باقی

رکھی اس سے اس کی یہ غرض نہیں تھی کہ مجھ پر رحم کرتا بلکہ غرض یہ تھی کہ میں چند روز تک اور زندہ رہ کر دریوزہ گری حسن کرتا رہوں یا موت کی بھیک مانگتا رہوں اس شعر کو بھی دیکھئے اور مقابلہ کیجئے۔

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

ناداں ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہو غالبؔ
قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

اے کثرتِ فہم بے شمار اندیشہ
ہے اصل خرد سے شرمسار اندیشہ

یک قطرۂ خون و دعوتِ صد نشتر
یک وہم عبادت و ہزار اندیشہ

کثرتِ فہم کو مخاطب ٹھہرا کر کہا ہے کہ اے وہ کثرتِ فہم جس کے ساتھ سیکڑوں ہزاروں اندیشے لگے ہوئے ہیں اور اندیشہ اصل خرد سے اس وجہ سے شرمسار ہے کہ تو نے میرے دل کے ساتھ جو ایک قطرہ سے زیادہ نہیں ہے وہ سلوک کیا ہے جیسے کوئی ایک قطرہ خون کے لئے سو نشتر بہم پہنچائے اور ظلم و ستم پر آمادہ ہو جائے یا یہ کہ ایک عبادت کا وہم ہو اور ہزار اندیشے اس کے ساتھ لگے ہوں یعنی عبادت در اصل عبادت بھی نہ ہو صرف ایک وہم ہو اور پھر اس کے لئے ہزار اندیشے برداشت کر کے کوہ کندن و کاہ بر آوردن سے کام لیا جائے۔

دل سوزِ جنوں سے جلوہ منظر ہے آج
نیرنگِ زمانہ فتنہ پرور ہے آج

یک تارِ نفس میں جوں طنابِ صناع
ہر پارۂ دل برنگِ دیگر ہے آج

آج میرے دل کی سوزِ جنون کی وجہ سے یہ کیفیت ہے کہ معلوم ہوتا ہے اس پر جلوۂ دیدار کی تجلی ہو رہی گویا نیرنگِ زمانہ آج تازے فتنے برپا کر رہا ہے ہر ایک تارِ نفس میں ایک دل کا ٹکڑا اس طرح بندھا ہوا چلا آ رہا ہے جیسے کہ کوئی بازیگر یا کھلاڑی تماشہ دکھا رہا ہو۔ آج میں دیکھتا ہوں کہ دل کے ہر ٹکڑے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ خدا معلوم کیا فتنہ برپا ہوا چاہتا ہے۔

گر جوہر امتیاز ہوتا ہم مین رسوا کرتے نہ آپ کو عالم مین

ہین نام و نگین کمینگر نقد شعور یہ چور پڑا ہے خانہ خاتم مین

مطلب یہ ہی کہ ہم مین قوت امتیازی بالکل نہین ہے اگر ہم مین کچھ عقل و شعور ہوتا تو کیون اپنے آپ کو دنیا مین بدنام کرتے واقعہ یہ ہے کہ یہ نگین اور یہ نقش نگین خانہ خاتم کے اندر ایک چور کی طرح گھس گئے ہین۔ اور ہمارے عقل و شعور کو چرا لے جا رہے ہین ظاہر ہے کہ نام و نگین ہی سے آدمی کی شہرت ہوتی ہے اور اسی کو شاعر نے رسوائی سے تعبیر کیا ہے۔

تمام شد

ادبی جواہر پارے

- مکمل شرح دیوان غالب (۱ے) و (عا)
- قصائد عزیز ہے/
- اردوئے قدیم عہ/
- خوبیٔ سخن ۸/
- مکاتیب امیر عا ۸/
- یادگار غالب ۱ے/
- دکن میں اردو عا/
- مرقع ادب حصہ ۲ عا/
- جان سخن عا/
- جذبات اوج ۸/
- فغان آرزو عہ/
- آب حیات ۱ے/
- ترانۂ شوق عہ/
- عالم خیال ۸/ و عہ/
- دیوان شوق عا/
- کلیات اکبر ۳ جلد للعہ/
- مکاتیب اکبر عہ/
- مثنوی دل و جان عہ/
- دیوان جان صاحب عہ/
- گلدستۂ پنچ عہ/
- انتخاب اودھ پنچ عہ/
- صبح وطن عا/
- مباحثۂ گلزار نسیم عہ/
- دیوان حالی عہ/
- مقدمۂ دیوان حالی عہ/

ملنے کا پتہ:- صدیق بک ڈپو لکھنؤ

تین ادبی جواہر پارے

از عالی جناب صفدر مرزا پوری مرحوم

یہ تینوں کتابیں اپنے موضوع کے لحاظ سے اُردو ادب میں پہلی سعی مشکور ہیں اُردو میں اس نداق کی تصانیف کا سہرا صفدر مرحوم کے سر ہے کہ جنکی نظر انتخاب نے ایسے اچھوتے مضامین کا مجموعہ دیا ادب کی خدمت میں پیش کیا۔

مُرقع ادب اُن نامور خطوط کا مجموعہ جنھیں ملک کے نامور ادیب اور سربرآوردہ حضرات نے ایکدوسرے کے نام لکھا ان خطوط کا حرف حرف سند ہوا ہر ہر فقرہ موتی کی لڑی۔ زبان اُردو سیکھنے کے لئے موجودہ زبان اُردو کا بہترین مرقع۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ بہت سے باکمال اساتذۂ فن اور مشاہیر کے سوانح حیات پر بھی روشنی پڑتی ہے اکثر خطوط میں شاعرانہ نکات و حقائق پر بحث ہے کہیں شاعرانہ نوک جھونک ہے کہیں معاصرانہ چھیڑ چھاڑ اور کہیں لطیف ظرافت آمیز چٹکلے قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عا

مُشاطۂ سخن اس میں مسلم الثبوت اور ماہرین فن اساتذہ کی وہ اصلاحیں جمع کی گئی ہیں جنھوں نے اپنے نامور شاگردوں کے کلام پر دیں اور جن کی بدولت وہ لوگ شاعری کی دنیا میں آفتاب ماہتاب بنکر چمکے اس انتخاب میں انہیں باکمالوں کو لیا ہے جنکا حرف حرف قابل تسلیم ہے اور جن کو اُردو دنیا سند مانتی ہے جیسے ناسخ۔ آتش۔ اسیر۔ ذوق۔ غالب۔ مومن۔ منیر۔ تسلیم۔ انیس۔ دبیر۔ امیر۔ داغ۔ تسلیم۔ جلال ایسی ہستیاں نہیں ہیں کہ جنکی اصلاحات قابل توجہ نہوں۔ شاعرانہ مذاق رکھنے والے حضرات کے لئے نایاب تحفہ ہے۔ اصلاحات پر غائر نظر ڈال کر ایک ہونہار شاگرد گھر بیٹھے اُستاد بن سکتا ہے۔ طباعت اور صحت کا خاص اہتمام ہے قیمت ایکروپیہ عہ

بزم خیال جس میں شعرائے اُردو و فارسی کی مجالس کے لطائف و ظرائف کو ترتیب دیا گیا ہے برجستہ گوئی اور حاضر جوابی کے بہترین نمونے دکھائے گئے ہیں فارسی اور اُردو کے منتخب اشعار کو لیکر جن کا کسی لطیفہ یا دلچسپ قصہ سے تعلق ہے اس کی مفصل کیفیت بیان کی ہے۔ خوش مذاق حضرات کے لئے تفریح طبع کا بہترین سامان ہے اس کے ساتھ ادبی اور تاریخی ضیافت ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے جدید و خوبصورت اڈیشن ترمیم شدہ قیمت ایکروپیہ عہ